برصغیر میں مطالعہ قرآن

(بعض علما کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ)

محمد رضی الاسلام ندوی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ قاسم العلوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں مطالعہ قرآن

(بعض علما کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ)

محمد رضی الاسلام ندوی

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ قاسم العلوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب

برصغیر میں مطالعہ قرآن

(بعض علما کی تفسیری کاوشوں کا جائزہ)

مصنف

محمد رضی الاسلام ندوی

اہتمام ــــــــــــ ملک اسد علی قاسمی

مطبع ــــــــــــ گنج شکر پریس

ناشر ــــــــــــ مکتبہ قاسم العلوم

ڈسٹری بیوٹرز

ملک اینڈ کمپنی

رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور، پاکستان

042-37231119 , 0321-4021415

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش لفظ 9

باب اول

○ سرسید کی تفسیر القرآن اور مابعد تفاسیر پر اس کے اثرات 11

تالیف کا پس منظر 12

تفسیر اور اصول تفسیر 14

تفسیر کی اہم خصوصیات 15

(۱) تقابلی مطالعہ 15

(۲) اسلام پر اعتراضات کا رد 17

(۳) غیبیات اور معجزات کی عقلی توجیہ 19

مابعد تفاسیر پر اثرات 23

باب دوم

○ بیسویں صدی عیسوی میں علمائے ہند کی تفسیری خدمات 37

(عربی زبان میں)

الف۔ تفاسیر و حواشی قرآن 37

ب۔ علوم قرآنی پر تصانیف 42

ج۔ تحقیق و تدوین، شرح و تحشیہ اور طباعت 46

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

○ بیسویں صدی میں حروف مقطعات کے مباحث 55
اسرار الٰہی! 56
حروف مقطعات کے معانی؟ 59
اسمائے سور 60
مولانا فراہی کا نقطۂ نظر 62
ادوات تنبیہ 63
اعجاز قرآن کی دلیل 63
کیا حروف مقطعات کا اسلوب اور ان کے معانی معروف تھے؟ 65
حروف مقطعات اور مستشرقین 67

باب سوم

○ مولانا سید سلیمان ندوی اور مفردات قرآنی کی تحقیق 71
اعلام القرآن کی تحقیق 73
اصطلاحات کی تحقیق 74
دیگر الفاظ کی تحقیق 75
غیر عربی زبانوں کے حوالے 76
اشعار سے استدلال 77
استقراء سے مدد 78
○ مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر 'تدبر قرآن' میں کلام عرب سے استشہاد 81
کلام عرب سے استشہاد کا رجحان ابتدائی صدیوں میں 81
کلام عرب سے استشہاد اور مولانا فراہی 83
کلام عرب سے استفادہ کی ضرورت مولانا اصلاحی کی نظر میں 84
تدبر قرآن میں کلام عرب سے استشہاد 86

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلام عرب سے استشہاد کی نوعیتیں	88
(الف) مفردات قرآنی کی لغوی تشریح	88
(ب) اعلام کی تحقیق	94
(ج) اسالیب قرآنی کی تفہیم	95
(د) نحوی مشکلات کا ازالہ	97
(ہ) جاہلی معتقدات وتصورات پر استدلال	99
چند توجہ طلب امور	101
(الف) اشعار کی تخریج وتحقیق کی ضرورت	101
(ب) موزوں اشعار سے استشہاد میں کمی	103
(ج) تفسیر اور ترجمہ میں عدم مطابقت	106
(د) کلام عرب کے نظائر پر اکتفا	108
(ہ) تفسیر قرآنی میں کلام عرب کا مقام	111
خاتمہ	114
○ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی قرآن فہمی	121
تربیت	122
قرآن کے اساتذہ	122
تعلیم وتدریس	124
دروسِ قرآن	124
تصانیف	125
قرآنی افادات	128
قرآن کے مطالعہ وفہم کا صحیح طریقہ	130
اسالیبِ قرآن کی وضاحت	131
مفرداتِ قرآنی کی لغوی تشریح	133

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی کی تعیین 134

الفاظ قرآن کا ترجمہ 135

الفاظ کا صوتی آہنگ 139

عصری انداز تفسیر 140

چند ملاحظات 141

○ مولانا صدرالدین اصلاحی کی تفسیر 'تیسیر القرآن' - ایک مطالعہ 149

تالیف کا پس منظر 149

غیر مسلم ذہن کا لحاظ 152

ترجمہ اور تفسیر میں نادر نکتے 155

نظم قرآن کی رعایت 159

مفردات کی تحقیق 162

اسالیبِ قرآنی کی توضیح 164

مولانا فراہیؒ سے استفادہ 166

تفہیم القرآن سے خوشہ چینی کے حدود 168

مقدمہ تیسیر القرآن 170

○ تلخیص تفہیم القرآن 178

تفہیم القرآن کی اہمیت اور تلخیص کی ضرورت 181

تلخیص تفہیم القرآن میں مولانا اصلاحی کا کام 182

تلخیص کی نوعیت اور اس کا تناسب 184

تلخیص میں حذف کردیے جانے والے مباحث 185

اہم مباحث بغیر تلخیص کے یا معمولی تلخیص کے ساتھ 187

اشاعتِ نو کے سلسلے میں چند مشورے 188

خاتمہ 189

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

○ قرآنی موضوعات پر چند تصانیف کا جائزہ 191

۱۔ اردو رسائل کے قرآنی مضامین کا اشاریہ (ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی) 192

۲۔ امام حسن بصری اور ان کی تفسیری خدمات (احمد اسماعیل البسیط) 194

۳۔ برصغیر میں مطالعۂ قرآن (سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد کی خصوصی اشاعت) 196

۴۔ بین علم آدم والعلم الحدیث [علم آدم اور سائنس] (مولانا محمد شہاب الدین ندوی) 198

۵۔ پوری کائنات محوِ عبادت ہے (ڈاکٹر ابوالحیات اشرف) 201

۶۔ 'تدبر قرآن' پر ایک نظر (مولانا جلیل احسن ندوی) 203

۷۔ تذکرۂ حیوانات قرآن کریم میں (ڈاکٹر میر گوہر علی خاں) 205

۸۔ تذکرۃ القراء (محمد الیاس الاعظمی) 208

۹۔ تعلیمات قرآنی (اشہد رفیق ندوی) 211

۱۰۔ ذبیح کون؟ اسحاقؑ یا اسماعیلؑ [انگریزی] (عبدالستار غوری) 214

۱۱۔ علامہ شبلی نعمانی کی قرآن فہمی (ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی) 216

۱۲۔ گجرات کے علمائے حدیث وتفسیر (محبوب حسین عباسی) 217

۱۳۔ قاموس الفاظ واصطلاحات قرآن (افادات مولانا امین احسن اصلاحی) 219

۱۴۔ قرآن اور علم الافلاک (پروفیسر حکیم سید کمال الدین حسین ہمدانی) 221

۱۵۔ قرآن اور منافقین کا کردار (فاطمۃ الزہراء) 224

۱۶۔ قرآن حکیم اور علم نباتات (مولانا شہاب الدین ندوی) 225

۱۷۔ قرآن کا راستہ (خرم مراد) 228

۱۸۔ قرآن کریم میں نظم و مناسبت (ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی) 230

۱۹۔ قرآن کی دعوتِ فکر (مولانا محمد سعود عالم قاسمی) 232

۲۰۔ قرآن کے تدریسی مسائل (مولانا محمد فاروق خاں) 234

۲۱۔ قرآن مبین کے ادبی اسالیب (ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی) 236

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۲۔ قرآن مجید اور دنیائے حیات (مولانا محمد شہاب الدین ندوی) 239
۲۳۔ قرآن، سائنس اور مسلمان (مولانا محمد شہاب الدین ندوی) 239
۲۴۔ جدید علم کلام۔ قرآن اور سائنس کی روشنی میں (مولانا محمد شہاب الدین ندوی) 239
۲۵۔ قرآنیات کے چند اہم مباحث (ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی) 245
۲۶۔ قرآنی مقالات (ماہ نامہ الاصلاح کے منتخب قرآنی مضامین) 247
۲۷۔ مردود اقوام (ڈاکٹر ابوالحیات اشرف) 249
۲۸۔ المصادر من القرآن الکریم (مولانا عزیز الحق کوثر ندوی) 252
۲۹۔ مفتاح القرآن۔ تفسیر سورۂ انعام (مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی) 253
۳۰۔ مولانا امین احسن اصلاحی نمبر (ششماہی علوم القرآن علی گڑھ کی خصوصی اشاعت) 255
۳۱۔ نباتات قرآن۔ ایک سائنسی جائزہ (ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی) 259
۳۲۔ ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات (وزیر حسن) 263

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

قرآن کریم کے بارے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں اپنی طالب علمی کے زمانے میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی زبان سے بارہا اس طرح کا جملہ سننے کا موقع ملا: اِنَّ القرآن نزل فی العرب و قُرِیٔ فی مصر وفُهم فی الهند ''قرآن عرب میں نازل ہوا، مصر میں اس کی قرأت کی گئی اور ہندوستان میں اسے سمجھا گیا۔'' بلاشبہ ہندوستان میں قرآن کریم کی تفسیر وتشریح، فہم اور قرآنی تعلیمات کی اشاعت کے سلسلہ میں جو قابل قدر کوششیں ہوئی ہیں وہ زرّیں حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ خاص طور پر گزشتہ دو صدیوں میں اس میدان میں کمیّت اور کیفیت دونوں اعتبار سے مثالی کام ہوا ہے مختلف زبانوں میں اور خاص طور پر اردو زبان میں بہت سی تفسیریں لکھی گئی ہیں اور قرآنی موضوعات پر بے شمار کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے علماء ہیں جنہوں نے اگرچہ تفسیریں تو نہیں لکھی ہیں، لیکن دینی موضوعات پر ان کی تصانیف درحقیقت قرآنی تعلیمات ہی کی توضیح و تشریح کرتی ہیں۔

زیر نظر کتاب درحقیقت چند مقالات کا مجموعہ ہے جن میں تفسیر اور قرآن فہمی کے میدان میں ماضی قریب کے بعض علمائے ہند کی کاوشوں کا جائزہ و مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو چند ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بابِ اول میں سرسید احمد خاں کی تفسیر القرآن اور مابعد تفاسیر پر اس کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ باب دوم میں دو مقالات ہیں۔ ایک مقالہ میں بیسویں صدی میں عربی زبان میں تفسیر وعلوم قرآنی کے میدان میں ہونے والے کام کا تعارف کرایا گیا ہے، جب کہ دوسرے مقالے میں بیسویں صدی میں لکھی جانے والی تفاسیر میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حروف مقطعات کے مباحث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باب سوم میں چند مشہور علماء کرام: مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی خدمات تفسیر کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چوتھے اور آخری باب میں قرآنی موضوعات پر گزشتہ دو دہائیوں میں شائع ہونے والی بعض اہم تصانیف کا جائزہ لیا گیا ہے۔

امید ہے ان مقالات کے ذریعے برصغیر ہند میں تفسیر و علوم قرآنی کے میدان میں ہونے والے کاموں کا کچھ تعارف ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا فائدہ عام کرے اور اس کے اجر سے نوازے۔ آمین

محمد رضی الاسلام ندوی

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ / ۱۳ر ستمبر ۲۰۰۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اول

سرسید کی 'تفسیر القرآن'
اور مابعد تفاسیر پر اس کے اثرات

سرسید احمد خاں علیہ الرحمہ (۱۸۱۷ء—۱۸۹۸ء) کی مذہبی خدمات میں جو چیز سب سے زیادہ تنقید اور مخالفت کا نشانہ بنی وہ ان کی تفسیرِ قرآن ہے۔ اپنی تفسیر میں انھوں نے بعض ایسے خیالات ظاہر کیے ہیں جن کے سلسلے میں وہ امت کی پوری تاریخ میں منفرد ہیں۔ ان خیالات کی وجہ سے لوگوں نے انھیں ملحد، زندیق، نیچری اور دیگر القاب سے نوازا۔ ان کی تفسیر کے رد میں بعض تفسیریں بھی لکھی گئیں۔ لیکن بعض پہلوؤں سے دیکھا جائے تو یہ تفسیر سرسید کی مذہبی خدمات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے اور یہ ان کا ایک قابل قدر علمی کارنامہ ہے۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ جہاں ان کی غلطیوں اور لغزشوں پر بے لاگ تنقید کی جائے وہیں ان کی وقیع تحقیقات کو سراہا جائے۔ ان کے سوانح نگار مولانا الطاف حسین حالی کا یہ تبصرہ متوازن ہے:

> "اگرچہ سرسید نے اس تفسیر میں جابجا ٹھوکریں کھائی ہیں اور بعض بعض مقامات پر ان سے نہایت رکیک لغزشیں ہوئی ہیں بااین ہمہ اس تفسیر کو ہم ان کی مذہبی خدمات میں ایک نہایت جلیل القدر خدمت سمجھتے ہیں جس سے اسلام کی محبت اور ہمدردی کے علاوہ ان کی لٹریری لیاقت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ ظاہر ہوتا ہے۔" (۱)

اس سے آگے بڑھ کر اگر یہ کہا جائے کہ سرسید کی یہ تفسیر مخالفین اسلام کے اعتراضات و شبہات کا رد اور اسلامی عقائد و تعلیمات کا پرزور دفاع کرنے کے سلسلے میں ایک نمائندہ تفسیر ہے، اس میدان میں اسے جدید تفاسیر میں سبقت حاصل ہے اور مابعد مفسرین محسوس یا غیر محسوس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طریقے پر اس سے متاثر ہوئے ہیں تو اسے شاید بہت سے لوگ ایک بے بنیاد دعویٰ قرار دیں گے اور اس بات کی تصدیق سے انکار کریں گے۔ پیشِ نظر مقالہ میں اسی پہلو سے بحث کی گئی ہے۔

تالیف کا پس منظر

انیسویں صدی عیسوی کا زمانہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بڑا آشوب و پرفتن تھا۔ وہ سیاسی زوال و انحطاط کا شکار تھے۔ ملک کی زمامِ اقتدار ان کے ہاتھوں سے چھن رہی تھی اور اس پر انگریز قابض ہو رہے تھے۔ انگریز مسلمانوں کو اپنا اولین حریف سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے ان کی سرکوبی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ۱۸۵۷ء میں جدوجہد آزادی کی ناکامی کے بعد مسلمانوں کو اس کا زبردست خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ان کی جان، مال اور جائیداد کی بری طرح پامالی ہوئی۔ وہ زندگی کے تمام میدانوں میں پیچھے ہو گئے۔ سیاسی محکومی اپنے جلو میں فکری محکومی لائی اور وہ تہذیب و ثقافت کے معاملے میں مرعوبیت اور شکست خوردگی کا شکار ہو گئے۔

ملک کی باگ ڈور انگریزوں کے ہاتھوں میں چلے جانے کے بعد ان کی سرپرستی میں عیسائی مشنریاں بہت زیادہ سرگرم ہو گئیں اور عیسائیت کی تبلیغ کے لیے پیہم کوشش کرنے لگیں۔ اسلام ان کی راہ میں مزاحم بنتا تھا اس لیے انھوں نے اسلامی عقائد، مصادر اور اساسیات پر حملے شروع کر دیئے اور عیسائی پادری مسلم علماء کو مناظروں کا چیلنج دینے لگے۔ اس صورتِ حال میں مسلمان دفاعی پوزیشن میں آ گئے۔ دوسری طرف جدید سائنس کی ترقی کے نتیجے میں ہر چیز کو مشاہدہ اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنے کا رجحان ابھرا اور ہر اس چیز کا انکار کیا جانے لگا جو انسانی عقل کے دائرہ میں نہ آتی ہو۔ نتیجتاً اسلامی غیبیات کے بارے میں شبہات ظاہر کیے جانے لگے اور یہ بات کہی جانے لگی کہ چوں کہ اسلام غیبی حقائق پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے اس لیے وہ سائنس کا مخالف ہے۔ عام مسلمان ان باتوں سے متاثر ہو رہے تھے اور اسلامی عقائد پر ان کا ایمان متزلزل ہو رہا تھا۔

ان نازک حالات میں سرسید کی غیرت و حمیت نے انھیں مجبور کیا کہ وہ اسلام اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے دفاع کے لیے سرگرم ہوں۔ انھوں نے منصوبہ بنایا کہ ایک طرف دشمنانِ اسلام کے حملوں کا جواب دیا جائے تو دوسری طرف اسلامی عقائد واساسیات پر مسلم عوام اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کا ایمان بحال کیا جائے۔ تفسیرِ قرآن کی تالیف ان کی اسی منصوبہ کا ایک حصہ تھا۔ قرآن کی تفسیر کرکے وہ یہ دکھانا چاہتے تھے کہ قرآن علوم جدیدہ کا مخالف نہیں ہے اور اس کے بیانات فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کے ذریعے وہ عیسائی پادریوں اور دیگر معترضین کے ان اعتراضات کا جواب بھی دینا چاہتے تھے جو وہ قرآن میں مذکور بعض واقعات اور اس کی بعض تعلیمات پر کرتے تھے۔ اسی لیے سرسید نے اپنی تفسیر کو عوامی بنانے کی بھی کوشش نہیں کی، بلکہ وہ اسے صرف اسی طبقہ تک محدود رکھنے کے خواہش مند تھے جو درحقیقت ان کے مخاطب تھے۔ ایک موقع پر انھوں نے اپنی تفسیر کے سلسلہ میں یہ اظہار خیال کیا:

> ''اگر زمانے کی ضرورت مجھ کو مجبور نہ کرتی تو میں کبھی اپنے ان خیالات کو ظاہر نہ کرتا، بلکہ لکھ کر اور ایک لوہے کے صندوق میں بند کرکے چھوڑ جاتا اور لکھ جاتا کہ جب تک ایسا اور ایسا زمانہ نہ آوے اس کو کوئی کھول کر نہ دیکھے اور اب بھی میں اس کو کم چھپواتا ہوں اور گراں بیچتا ہوں، تاکہ صرف خاص خاص لوگ اس کو دیکھ سکیں۔ سردست عام لوگوں میں اس کا شائع ہونا اچھا نہیں ہے۔'' (۲)

اس مناسبت سے ایک واقعہ کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ''ایک دفعہ ایک مولوی نہایت معقول اور ذی استعداد ان کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ کی تفسیر دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ اگر آپ مستعار دیں تو میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ سرسید نے ان سے کہا کہ آپ کو خدا کی وحدانیت اور رسولِ خدا ﷺ کی رسالت پر تو ضرور یقین ہوگا؟ انھوں نے کہا: الحمدللہ۔ پھر کہا کہ آپ حشر ونشر اور عذاب وثواب اور بہشت ودوزخ پر اور جو کچھ قرآن میں قیامت کی نسبت بیان ہوا ہے سب پر یقین رکھتے ہوں گے؟ انھوں نے کہا: الحمدللہ۔ سرسید نے کہا: بس تو میری تفسیر آپ کے لیے نہیں ہے۔ وہ صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو مذکورہ بالا عقائد پر پختہ یقین نہیں رکھتے، یا ان پر معترض یا ان میں متردد ہیں۔'' (۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر اور اصول تفسیر

ابتدا میں سرسید نے تہذیب الاخلاق میں مختلف آیتوں کی تفسیر پر مشتمل مضامین شائع کیے۔(۴) ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء سے انھوں نے مصحف کی ترتیب سے تفسیر لکھنی شروع کی۔ یہ کام آخرِ عمر (۱۸۹۸ء) تک جاری رہا، مگر مکمل نہ ہوسکا۔ وہ اگرچہ سورۂ کہف اور سورۂ مریم کی تفسیر اور سورۂ طٰہٰ کا ترجمہ بھی کر چکے تھے، مگر ان کی زندگی میں یہ تفسیر صرف سورۂ بنی اسرائیل تک چھ حصوں میں شائع ہوسکی تھی۔ مولانا حالی نے تالیفِ تفسیر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''اول اول جب تک کہ تہذیب الاخلاق جاری رہا، کبھی کبھی بلالحاظ ترتیب کے وہ متفرق آیتوں کی تفسیر بطور آرٹیکل کے تہذیب الاخلاق میں چھاپتے رہے، مگر جب تہذیب الاخلاق کا پرچہ پہلی دفعہ بند ہوگیا اور سرسید سرکاری خدمات سے سبک دوش ہوکر بنارس سے علی گڑھ چلے آئے تو انھوں نے ابتدا سے قرآن مجید کی تفسیر ترتیب وار لکھنی شروع کی اور اس وقت سے آخر دم تک، جب بھی ان کو اور کاموں سے فرصت ملتی، برابر اس کے لکھنے میں مصروف رہے۔'' (۵)

دوسری جگہ مزید وضاحت کی ہے:

> ''تفسیر کی پہلی جلد ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں چھپ کر شائع ہوئی اور اس کے بعد وقتاً فوقتاً اس کی جلدیں شائع ہوتی رہیں، مگر افسوس ہے کہ وہ نصفِ قرآن سے کچھ ہی زیادہ کی تفسیر لکھنے پائے تھے کہ پیغامِ اجل آپہنچا اور چھ جلدیں چھپی ہوئی آخر سورۂ بنی اسرائیل تک اور ایک جلد بن چھپی سورۂ انبیاء تک اور چند چھوٹے چھوٹے رسالے مثل تفسیر السماوات، ابطال غلامی، ازالۃ الغین فی قصہ ذی القرنین، ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف والرقیم وغیرہ وغیرہ کے، جن کو تفسیر کے اجزا سمجھنا چاہیے، سرسید سے یادگار رہ گئے۔'' (۶)

تفسیر کی جلدیں منظر عام پر آئیں تو مختلف حلقوں سے سرسید اور ان کی تفسیر کی شدید مخالفت ہونے لگی۔ اس ماحول میں سرسید نے سوچا کہ وہ اصول بیان کر دیے جائیں جو انھوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر کی تالیف میں پیش نظر رکھے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے ایک رسالہ 'تحریر فی اصول التفسیر' تالیف کیا۔ اس وقت وہ سورۂ نحل تک کی تفسیر لکھ چکے تھے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ:

> ''میرا ارادہ تھا کہ جب میری تفسیر پوری ہو جاوے گی اور اول سے آخر تک قرآن بنظر غائر تمام ہو جاوے گا اس وقت میں دیباچہ تفسیر کا لکھوں گا اور اس میں وہ تمام اصول بیان کروں گا جو تفسیر لکھنے میں میں نے اختیار کیے ہیں، مگر چوں کہ اس کو زمانۂ دراز درکار تھا اس لیے میں نے خیال کیا کہ مقدم اصولوں کو جو میں نے تفسیر لکھنے میں اختیار کیے ہیں لکھ دوں اور باقی اصول اس وقت پر منحصر رکھوں جب کہ تفسیر عام ہو جاوے اور خدا کی مرضی ان کے لکھنے پر ہو۔'' (۷)

تفسیر کی اہم خصوصیات

اس تفسیر کی چند اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ تقابلی مطالعہ

گزشتہ قوموں کے حالات و کوائف بائبل میں تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ قرآن نے بھی ان پر روشنی ڈالی ہے، لیکن اس میں بائبل جیسی تفصیل موجود نہیں۔ وہ عبرت و نصیحت کے لیے ان کی طرف اجمالی اشارے کرتا ہے۔ بہت سے مقامات پر اس کے بیانات بائبل کے بیانات سے مطابقت رکھتے ہیں۔ بعض جگہوں پر وہ صراحت سے یہود و نصاریٰ کے مزعومات کی تردید کرتا ہے۔ کہیں وہ صراحۃً تردید کرنے کے بجائے واقعہ کی صحیح نوعیت پیش کر دیتا ہے۔ کسی واقعہ کے ضمن میں وہ بعض ایسی باتیں بھی بیان کرتا ہے جن کا بائبل میں ذکر نہیں ہے۔ قرآن کے طالب علم کے لیے اس حیثیت سے بائبل اور قرآن کا تقابلی مطالعہ دلچسپی کا باعث ہے کہ اس سے قرآن کے اجمال کو کھولا جا سکتا ہے، اس کے اور بائبل کے درمیان مطابقت و عدم مطابقت کے پہلوؤں کی وضاحت کی جا سکتی ہے اور بائبل کی تحریفات کی نشان دہی کی جا سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متقدین کی تفسیروں میں اگر چہ کہیں کہیں بائبل کے حوالے ملتے ہیں، لیکن ان میں اس پہلو سے بہت کم اعتنا کیا گیا ہے۔ سرسید غالباً پہلے مفسر ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر میں بائبل کو بحیثیت ایک ماخذ کے استعمال کیا ہے۔ انھوں نے قرآن میں مذکور واقعات کی تشریح و تفصیل میں بائبل کے حوالے دیئے ہیں۔ قرآن اور بائبل کے درمیان تطبیق کی ہے یا عدمِ مطابقت کی وجہ بیان کی ہے۔ قرآن میں مذکور جن واقعات کی طرف بائبل میں کوئی اشارہ نہیں ملتا ان کو قرآن پر اعتراضات کرنے والے بے بنیاد اور من گھڑت قرار دیتے ہیں۔ سرسید نے بدلائل ان کا اثبات کیا ہے۔ یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے:

''سورۂ بقرہ کی آیات ۲۴۶-۲۵۱ میں طالوت کی سپہ سالاری میں بنو اسرائیل کے اپنے دشمنوں سے جنگ کا واقعہ تفصیل سے مذکور ہے۔ یہ واقعہ بائبل کی کتاب سموئیل میں بھی آیا ہے، مگر دو باتوں میں قرآن اور بائبل کے بیانات میں اختلاف ہے۔ قرآن میں تابوتِ سکینہ کے، جو بنی اسرائیل سے چھن گیا تھا، طالوت کے عہد میں واپس ملنے کا ذکر ہے، جب کہ کتابِ سموئیل میں اس کی واپسی طالوت کے عہد سے پہلے بیان کی گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس واقعہ کے ضمن میں قرآن نے بیان کیا ہے کہ ''جب وہ ایک دریا کے پاس پہنچے تو طالوت نے اپنے فوجیوں سے کہا کہ کوئی اس دریا کے پانی سے اپنی پیاس نہ بجھائے۔ ہاں ایک دو چلو پی سکتا ہے، مگر چند لوگوں کے سوا سب نے اس کی حکم عدولی کی۔'' (آیت نمبر ۲۴۹) واقعہ کا یہ جز کتابِ سموئیل میں مذکور نہیں۔ البتہ یہ مضمون کتابِ قضاۃ بابِ ہفتم میں آیا ہے، جہاں جدعون کی مدیانیوں پر لشکر کشی کا ذکر ہے۔ دونوں واقعات بالکل جدا جدا ہیں اور مختلف زمانوں میں مختلف مقامات پر واقع ہوئے ہیں۔ عیسائی مورخوں نے اعتراض کیا ہے کہ قرآن نے تابوتِ سکینہ کے ضمن میں غلطی سے ماقبل کے واقعہ کو مابعد کے واقعہ میں شامل کر دیا ہے اور غلطی سے جدعون کے لشکر کے (دریا کا پانی پینے کے) واقعہ کو طالوت کے لشکر کے واقعہ سے ملا دیا ہے۔

سرسید نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے معترضین پر جوابی حملہ کیا ہے۔ انھوں نے خود بائبل کی کتابِ سموئیل کے استناد کو چیلنج کیا ہے۔ انھوں نے مثالوں کے ذریعے اس کے مضامین میں باہم تضاد اور اختلاف دکھایا ہے اور مسیحی علما کے اعترافات پیش کیے ہیں کہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض ابواب کے متعدد ورژن صحیح نہیں ہیں اور الحاقی اور نامعتبر ہیں۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ اس کتاب کے مولفین اور زمانہ تالیف کے سلسلہ میں یہودی اور عیسائی علما میں اختلاف ہے۔ بعض تین نبیوں کی اور بعض یرمیاہ نبی کی لکھی ہوئی بتاتے ہیں اور بعض کی رائے ہے کہ سموئیل نبی کے بہت مدت بعد لکھی گئی ہے۔ اس وجہ سے یہ عین ممکن ہے کہ بعض واقعات الٹ پلٹ گئے ہوں، یا تحریر میں نہ آسکے ہوں۔ اس کے بعد سرسید نے قرآن کے دونوں بیانات پر عقلی استدلال کیا ہے اور تاریخ اور جغرافیہ کی شہادتیں پیش کی ہیں۔ (۸)

۲۔ اسلام پر اعتراضات کا رد

اس تفسیر کی دوسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ان تمام اعتراضات کا بھرپور جواب دیا گیا ہے جو اسلام کے مختلف پہلوؤں، تعلیمات اور عقائد پر کیے گئے ہیں۔ سرسید کے زمانے میں ایک طرف عیسائی مشنریاں قرآن، حدیث اور رسالتِ محمدی وغیرہ پر مختلف طرح کے اعتراضات کر رہی تھیں۔ دوسری طرف یورپ کے مستشرقین اسلام پر فکری یلغار کر رہے تھے۔ اس زمانے میں اسلام کے جن پہلوؤں پر زبردست تنقیدیں ہو رہی تھیں، ان میں جہاد، غلامی، پردہ، تعددِ ازدواج، طلاق، حج، سود، معراج، جنت و دوزخ وغیرہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ سرسید نے ان موضوعات پر اپنی تفسیر میں مفصل بحث کی ہے۔ انھوں نے اعتراضات کا مسکت جواب دیا ہے اور اسلام کی تصویر صحیح کر کے پیش کی ہے۔

مثال کے طور پر سب سے زیادہ تنقید اسلام کے تصور جہاد پر کی گئی ہے۔ کہا گیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور لوگوں کو جبراً مسلمان بنایا گیا ہے۔ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ میل جول رکھنے سے منع کرتا ہے اور انھیں زندہ رہنے کا بھی حق نہیں دیتا۔ سرسید نے اس موضوع پر اپنی متعدد تصنیفات میں بحث کی ہے اور اپنی تفسیر میں بھی متعدد مقامات پر اس موضوع پر اظہار خیال کیا ہے۔ انھوں نے سورۂ بقرہ کی آیت ۱۸۶ وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ کے ضمن میں اسلام کے تصور جہاد پر مختصر روشنی ڈالی ہے، انجیل کی تعلیم سے قرآن کی تعلیم کا موازنہ کر کے موخر الذکر کو مطابقِ فطرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ثابت کیا ہے اور اسلام کی عفو و درگزر کی تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے تلوار اٹھانے کی ضرورت اور اس کے حدود بیان کیے ہیں۔(۹)

تفسیر کی چوتھی جلد میں سورۂ انفال اور سورۂ براءۃ کی تفسیر میں سرسید نے اس موضوع پر نہایت اہتمام سے مفصل بحث کی ہے۔ انھوں نے پہلے بطور الزامی جواب کے عہد نبوی میں ہونے والے غزوات و سرایا کا مقابلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہونے والے جنگ و جدال سے کیا ہے اور دکھایا ہے کہ آں حضرت ﷺ کے غزوات اس کے مقابلے میں رحمت تھے۔ اس کے بعد انھوں نے یہ بحث کی ہے کہ ان غزوات کا مقصد طاقت کے زور سے لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں تھا، بلکہ ان کا مقصد امن و امان قائم رکھنا، دشمنوں کے شر سے اسلام اور مسلمانوں کو بچانا اور مذہبی آزادی کے موانع کو دور کرنا تھا۔ انھوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ قرآن میں ایک آیت بھی ایسی نہیں جس میں لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کا حکم ہو۔ اور جہاں تک مذہبی آزادی برقرار رکھنے کے لیے دین کے دشمنوں سے لڑنے اور ان کے ظلم و تعدی کا انتقام لینے کا قرآن میں حکم دیا گیا ہے تو یہ فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے۔ انھوں نے ثابت کیا ہے کہ ان کفار و مشرکین کے سوا، جو مسلمانوں سے محض دین کی وجہ سے لڑیں، ان کو جلاوطن کریں اور ان کے خلاف دوسروں کی مدد کریں، کسی مشرک یا کسی کافر سے میل جول رکھنا اسلام کی رُو سے منع نہیں ہے۔ اسلام کے تصور جہاد پر سرسید کی یہ بحث قابل قدر ہے۔

دوسری مثال طلاق کی ہے۔ مخالفین اسلام نے اس مسئلہ کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان کا الزام یہ ہے کہ طلاق عورت کے ساتھ رحم و محبت اور ہمدردی کے منافی ہے۔ سرسید نے اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

> "طلاق کے معاملے میں یہودی شریعت میں افراط تھی تو بت پرستوں اور حال کے عیسائیوں کے یہاں تفریط ہے اور دونوں فطرتِ انسانی کے برخلاف ہیں۔ یہودی شریعت میں بغیر کسی سبب قوی کے مرد کو طلاق دینا جائز قرار دیا گیا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی گناہ یا الزام مرد پر عائد نہیں کیا گیا ہے، جب کہ یہ چیز رحم و محبت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور حسنِ معاشرت و تمدن کے برخلاف ہے۔ ایسی شریعت سے نکاح کی وقعت گھٹ جاتی ہے اور مرد کی محبت کا عورت کے ساتھ اور عورت کی وفاداری کا مرد کے ساتھ اعتبار نہیں رہتا۔ دوسری طرف اگر کسی سبب و حالت سے ایسی خرابیاں مرد و عورت میں پیدا ہو جاویں جو کسی طرح اصلاح کے قابل نہ ہوں تو ان کا بھی کچھ علاج ہونا چاہیے اور وہ علاج طلاق ہے۔ پس کچھ شک نہیں کہ ایسی حالت میں بھی طلاق کا جائز نہ ہونا حسنِ معاشرت اور انسانی فطرت کے برخلاف ہے۔" (۱۰)

پھر اسلامی شریعت کے بارے میں لکھا ہے:

"اس شریعت حقہ نے اس خوبی اور اس اعتدال سے اس مسئلہ کو قرار دیا ہے جس سے زیادہ عمدہ نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے زیادہ تمدن اور حسنِ معاشرت کی حفاظت انسانی فطرت کے مطابق ہو سکتی ہے۔ شریعت محمدیہ نے طلاق کو ایسی حالت میں جائز قرار دیا ہے جب کہ زن و شوہر میں مرض ناموافقت و عدم محبت کا ایسے درجہ پر پہنچ جاوے جو علاج کے قابل نہ ہو، یا یوں کہو کہ بجز طلاق کے دوسرا کوئی علاج اس کا نہ ہو۔" (۱۱)

آخر میں اسلام کے نظام طلاق پر روشنی ڈالی ہے اور اس کا فطرتِ انسانی کے مطابق ہونا واضح کیا ہے۔ (۱۲)

۳۔ غیبیات اور معجزات کی عقلی توجیہ

اس تفسیر کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ ان شبہات کو دفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو جدید علوم کے حاملین کے دلوں میں قرآن کریم کے بعض بیانات کے سلسلے میں پیدا ہوتے تھے۔ گزشتہ صدی میں سائنس کے غلبے کے نتیجے میں ہر چیز کو عقل اور تجربہ و مشاہدہ کی کسوٹی پر جانچنے کا رجحان پیدا ہوا۔ اس کے نتیجے میں غیبی حقائق کا انکار کیا جانے لگا اور ایسے واقعات جو بظاہر اسباب و مسببات کے دائرے میں نہ آتے ہوں انھیں ناممکن الوقوع قرار دیا جانے لگا۔ اس صورتِ حال میں سرسید نے سوچا کہ قرآن کے ان حقائق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی، جو از قبیل غیبیات ہیں، ایسی توجیہ کی جائے جو ان روشن خیال لوگوں کے نزدیک قابل قبول ہو اور اس کے ان بیانات و واقعات کو جو از قسم معجزات ہیں، اس انداز سے پیش کیا جائے کہ انسانی عقل بآسانی انھیں قبول کر سکے۔ اس کے لیے انھیں بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ انھوں نے آیاتِ قرآنی کی دوراز کار تاویلیں کیں۔ مثال کے طور پر انھوں نے ملائکہ اور شیاطین کے مادی وجود سے انکار کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مختلف قسم کے قوی پیدا کیے ہیں۔ ان میں سے قوائے ملکوتی کو ملائکہ سے اور قوائے بہیمی کو شیاطین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (۱۳) جبرئیل امین سے مراد ملکۂ نبوت ہے (۱۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے نہیں پیدا ہوئے تھے، بلکہ ان کی تخلیق اسی طرح ہوئی تھی جس طرح عام بچوں کی ہوتی ہے (۱۵) حضرت عیسیٰ کا تکلم فرمانا پیدائش کے فوراً بعد نہیں، بلکہ اسی عمر میں ہوا تھا جس میں بچے عموماً بولنے لگتے ہیں (۱۶) حضرت عیسیٰ مٹی سے جو پرندے بناتے تھے ان میں جان نہیں پڑ جاتی تھیں، بلکہ یہ ان کے بچپن کا واقعہ ہے، جب وہ دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے مٹی سے پرندوں جیسی چیزیں بناتے تھے (۱۷) فرعون موسیٰ کی غرقابی دریا میں جوار بھاٹا کے سبب ہوئی تھی۔ دریا میں پار کرنے کے لیے راستہ بن جانے میں 'ضربِ عصا' کا کوئی کردار نہیں تھا (۱۸) معراج جسمانی نہیں، بلکہ روحانی ہوئی تھی۔ (۱۹)

اس طرح کی بہ کثرت مثالیں ہیں جن میں سرسید آیاتِ قرآنی کے ظاہری معانی قبول نہیں کرتے، بلکہ علمائے سلف سے ہٹ کر ان کی ایسی تاویلیں کرتے ہیں جنھیں عام انسانی عقل قبول کر سکے۔ ان تمام تاویلات کا مرجع سرسید کا اصول 'قانونِ فطرت' ہے۔ اس اصول پر انھوں نے اپنے رفیق نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی خاں کے نام ایک خط میں روشنی ڈالی ہے۔ انھوں نے اپنی تفسیر کے چار اصول بیان کیے ہیں۔ دوسرا اور تیسرا اصول یہ ہے:

> "دوسرا اصول یہ ہے کہ اب ہمارے سامنے دو چیزیں موجود ہیں: (۱) ورک آف گاڈ، یعنی خدا کا کام۔ (۲) ورڈ آف گاڈ، یعنی خدا کا کلام، یعنی قرآن۔ اور ورک آف گاڈ اور ورڈ آف گاڈ کبھی مختلف نہیں ہو سکتا۔ اگر مختلف ہو تو ورک آف گاڈ تو موجود ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا اور اس لیے ورلڈ آف گاڈ جسے کہا جاتا ہے اس کا جھوٹا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا لازم آتا ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ اس لیے ضروری ہے کہ دونوں متحد ہوں۔
تیسرا اصول ورک آف گاڈ یعنی قانونِ قدرت ایک عملی عہد خدا کا ہے اور وعدہ اور وعید یہ قولی معاہدہ ہے اور ان دونوں میں سے کوئی بھی خلاف نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس سے یہ سمجھنا کہ اس کی تسلیم سے خدا کی قدرتِ مطلق میں نقصان آتا ہے، جیسا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارا خیال ہے، محض غلط اور وہم اور نا سمجھی ہے۔ اس راز کے سمجھانے کو چند سطریں کافی نہیں۔" (۲۰)

بعد میں سرسید نے اصولِ تفسیر پر اپنے رسالے میں مزید تفصیل سے اپنا نقطۂ نظر واضح کیا۔ اس میں انھوں نے پندرہ اصولوں پر بحث کی ہے۔ آٹھواں اصول انھوں نے یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کچھ وعدے کیے ہیں۔ ان میں اور:

"قانونِ فطرت، جس پر اس نے کائنات کو بنایا ہے، اس میں جب تک کہ وہ قانونِ فطرت قائم ہے، تخلف محال ہے اور اگر وہ ہو تو ذاتِ باری کی صفاتِ کاملہ میں نقصان لازم آتا ہے۔" (۲۱)

اس کے بعد چند آیتیں پیش کی ہیں، مثلاً: وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ ... (التوبة: ۷۲) وَعَدَ اللّٰه الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ (التوبة: ۶۹) فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَق (مومن: ۵۷)، پھر لکھا ہے:

"ان آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور تخلف وعدہ نہیں ہونے کا اور باوجود ان وعدوں اور ان کے عدمِ تخلف کے جابجا اپنے تئیں قادرِ مطلق اور "فعال لما یرید" بیان کیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وعدہ اور عدمِ تخلف وعدہ اس کے قادرِ مطلق ہونے اور اس کی صفات کے مطلق عن القیود ہونے کے منافی نہیں ہے۔

یہی حال قانونِ فطرت کا ہے جس پر یہ کائنات بنائی ہے۔ پہلا قولی وعدہ ہے اور قانونِ فطرت عملی وعدہ۔ اس قانونِ فطرت میں بہت کچھ خدا نے ہم کو بتایا ہے اور بہت کچھ انسان نے دریافت کیا ہے، گو کہ انسان کو ابھی بہت کچھ دریافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ ہوا ہو، اور کیا عجب ہے کہ بہت کچھ دریافت نہ ہو، مگر جس قدر دریافت ہوا ہے وہ بلاشبہ خدا کا عملی وعدہ ہے جس سے تخلف قولی وعدہ کے تخلف کے مساوی ہے، جو کبھی نہیں ہوسکتا۔" (۲۳)

پھر چند مثالیں دی ہیں، مثلاً خدا نے فرمایا ہے: إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَهُ بِقَدَرٍ (قمر:۴۹) پس جس اندازہ پر خدا نے چیزوں کو پیدا کیا ہے اس سے تخلف نہیں ہوسکتا۔ پھر خدا نے فرمایا ہے: فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ (الروم:۳۵) پس جس فطرت پر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے اس کی تبدیلی نہیں ہوسکتی:

"یہ تو عام ہدایتیں نسبت قانونِ فطرت کے تھیں، مگر خدا نے ہم کو خاص خاص قانونِ فطرت بھی بتائے ہیں اور فرمایا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ (المومنون:۱۲) دوسری جگہ فرماتا ہے کہ: فَإِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن تُرَابٍ ثُمَّ مِن نُّطْفَةٍ (الحج:۵) ہم کو قانونِ فطرت نے یہ بتایا ہے کہ جوڑے سے یعنی مرد و زن سے اور نطفہ کے ایک مدت معین تک مقرر جگہ میں رہنے سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ پس اس قانونِ فطرت کے برخلاف اسی طرح نہیں ہوسکتا جس طرح کہ قولی وعدہ کے برخلاف نہیں ہوسکتا۔ ایک جگہ ابراہیم کے قصے میں فرمایا ہے: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ (عنکبوت:۲۴) فَأَنجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ سے ثابت ہوتا ہے کہ احراق خاصہ نار ہے۔" (۲۳)

اس کے بعد فرماتے ہیں:

"جو کچھ ہم نے قرآن مجید کی آیتوں سے قانونِ فطرت بتایا ہے، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قانونِ فطرت عام نہیں ہے، بلکہ اس میں مستثنیات بھی ہیں، لیکن اس کے ذمہ ان مستثنیات کا قرآن مجید سے ثابت کرنا لازم ہوگا، مگر ہمارا دعویٰ ہے کہ قرآن مجید سے اس قانونِ فطرت میں مستثنیٰ ہونا ثابت نہیں ہوتا" (۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نویں اصول میں سرسید نے بیان کیا ہے:

"قرآن مجید میں کوئی امر ایسا نہیں ہے جو قانونِ فطرت کے برخلاف ہو" (۲۵)

درج بالا طویل اقتباسات نقل کرنے کی ضرورت اس لیے پڑی تا کہ سرسید کا اصول 'قانونِ فطرت' کے الفاظ میں اچھی طرح واضح ہو جائے۔

مابعد تفسیر پر اثرات:

تفسیر القرآن کی اس تیسری خصوصیت (یعنی غیبیات اور معجزات کی عقلی توجیہ) جو اس کی انفرادیت بھی ہے، کی بنا پر سرسید کو زبردست مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا، لیکن بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اس تفسیر کے مابعد تفاسیر پر اثرات مرتب ہوئے اور اہلِ علم نے اس کے اسلوب اور اندازِ تحقیق کو اپنایا۔

قرآن کی تفسیر میں تورات اور انجیل کے حوالوں کا اہتمام یوں تو زمانہ قدیم سے ہے، لیکن ان کی بنیاد روایات پر رہی ہے۔ ان کے براہِ راست حوالے کتب اور ابواب کی صراحت کے ساتھ قدیم مفسرین کے یہاں نہیں ملتے۔ پھر جو حوالے ملتے ہیں وہ زیادہ تر تائیدی ہیں۔ رہا قرآن اور تورات وانجیل کے بیانات نقل کر کے ان کا تقابلی مطالعہ کرنا، ان کے درمیان مطابقت وعدمِ مطابقت کے پہلوؤں کو اجاگر کرنا، قرآن میں مذکور ایسے واقعات، جن کا تذکرہ تورات وانجیل میں نہیں ہے، ان کی تائید وتوثیق میں دیگر یہودی ومسیحی مراجع سے استدلال کرنا، تو ان چیزوں کا اہتمام غالباً سب سے پہلے سرسید نے کیا اور ان کے بعد یہ ایک علمی روایت بن گئی۔

اسی طرح اسلام پر اعتراضات میں شدت اس وقت آئی جب عیسائی مشنریوں کا ہندوستان میں فروغ ہوا اور جدید سائنس کے غلبے کے نتیجے میں 'روشن خیالی' آئی۔ غالباً سرسید سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے قرآن کی تفسیر میں ان اعتراضات کا رد کیا اور اسلام کے تابناک چہرے سے غبار ہٹانے کی کوشش کی۔ بعد کی تفسیروں میں ہمیں ان دونوں چیزوں کا اہتمام ملتا ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ترجمان القرآن ہو یا مولانا عبدالماجد دریابادی کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیرِ قرآن (تفسیر ماجدی)، مولانا حمید الدین فراہی کی تفسیر نظام القرآن اور ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی کی تدبر قرآن ہو یا مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تفہیم القرآن، ان سب میں یہ دونوں پہلو ابھرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ممکن ہے ان مفسرین کے سامنے سرسید کی تفسیر القرآن پیش نظر نہ رہی ہو اور انھوں نے براہ راست اس سے استفادہ نہ کیا ہو، لیکن یہ عصری اسلوب اور یہ انداز تفسیر سرسید کی دین ہے۔

رہا غیبیات اور معجزات کی سراسر عقلی توجیہ کا معاملہ تو اس میں سرسید کی تائید نہیں کی جاسکتی، لیکن اسے قدیم مفسرین کی عجوبہ پسندی کا ردِّعمل قرار دیا جاسکتا ہے۔ قدیم مفسرین کی عجوبہ پسندی کا یہ حال تھا کہ وہ ایسے واقعات کو بھی، جن کی مناسب عقلی توجیہ ممکن ہے، معجزات قرار دیتے تھے۔ اس کے مقابلے میں سرسید نے تمام واقعات حتیٰ کہ معجزات تک کی عقلی توجیہ کی اور قوانین فطرت کو اس طور پر پیش کیا کہ ان میں کسی بھی صورت میں تخلف ممکن نہیں۔ معجزات کے سلسلے میں سرسید کا نقطۂ نظر تو قبولیت حاصل نہ کرسکا، لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ عجوبہ پسندی کی شدت میں کمی آئی اور بعض قرآنی واقعات پر اس حیثیت سے بھی غور ہونے لگا کہ ان کی عقلی توجیہ کرکے انھیں غیر معجزانہ واقعات کی حیثیت سے پیش کیا جائے۔ اسے بھی تفسیر سرسید کا ایک قابلِ لحاظ اثر قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلے کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ بقرۃ میں ہے: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (آیت نمبر ۲۴۳) اس آیت میں بنواسرائیل کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے، جب وہ ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود موت کے ڈر سے اپنا وطن چھوڑ بھاگے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سزا میں ان پر موت طاری کردی، پھر کچھ مدت گزرنے کے بعد اپنے فضل سے انھیں حیات بخش دی۔

قدیم مفسرین اور بعض جدید مفسرین (۲۶) نے یہاں موت اور حیات کو حقیقی معنیٰ میں لیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں موت و حیات کی حقیقت کا مشاہدہ کرانے کے لیے بطور معجزہ ایسا کیا تھا۔ سرسید کو اس سے اختلاف ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"موت اور احیا کے حقیقی معنی بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے، کیوں کہ آیت میں کوئی اشارہ اس بات کا کہ یہ امر معجزہ سے ہوا تھا اور کیا محل معجزہ دکھانے کا تھا؟ اور کس پیغمبر نے دکھایا تھا؟ اور کس کو دکھایا تھا؟ مذکور نہیں ہے اور چوں کہ یہ الفاظ موقع جنگ میں واقع ہیں اس لیے موت سے ان لوگوں کی نامردی اور بزدلانہ پن مراد ہے جو لڑائی میں موت کے ڈر سے ملک چھوڑ گئے تھے۔ جیسے کہ عام محاوروں میں کہتے ہیں کہ اگر یہ بات نہیں کرتے تو اچھا مرو یعنی مصیبت میں پڑے رہو۔ خدا نے اور جگہ بھی موت کے لفظ کو انہی معنوں میں استعمال کیا ہے جہاں فرمایا ہے کہ: قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ یعنی اپنے غصہ میں مرو یعنی تباہ و خستہ دل رہو۔ اور احیا کے لفظ سے ان کے دل میں قوت آنا اور لڑنے پر آمادہ ہونا اور دشمن کو شکست دینے پر قادر ہونا مراد ہے۔ اور اسی تمثیل پر مسلمانوں کو دوسری آیت میں دشمنوں سے لڑنے اور دل کو مضبوط رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ پس موت و احیا سے حقیقی موت و زندگی سمجھنا اور تمام قصہ کو حزقیل نبی کے فرضی قصہ پر جو حزقیل کی کتاب میں ہے، محمول کرنا بڑی غلطی ہے۔" (۲۷)

سر سید کے بعد کے متعدد مفسرین نے ان آیات میں موت و حیات کا مجازی مفہوم مراد لیا ہے اور ان کی عقلی توجیہ کی ہے، مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد نے ان آیات کی ترجمانی یہ کی ہے:

"اللہ کا حکم ہوا (تم موت کے ڈر سے بھاگ رہے ہو تو دیکھو) اب تمہارے لیے موت ہی ہے (یعنی ان کی بزدلی کی وجہ سے دشمن ان پر غالب آگئے) پھر ایسا ہوا کہ اللہ نے انھیں زندہ کر دیا (یعنی عزم و ثبات کی ایسی روح ان میں پیدا ہوگئی کہ دشمنوں کے مقابلے پر آمادہ ہو گئے اور فتح مند ہوئے۔" (۲۸)

مولانا امین احسن اصلاحی نے لکھا ہے:

"جب انھوں نے خوف اور بزدلی کی زندگی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس ایمانی و اخلاقی موت کے حوالے کر دیا جس کی تعبیر مُوْتُوْا سے فرمائی ہے..... پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جب ان کے اندر تجدید و احیائے ملت کی دعوت اٹھی اور انھوں نے از سر نو ایمان و اسلام کی حیات تازہ اختیار کرنے کا عزم کر لیا تو اللہ نے ان کو از سر نو زندہ اور متحرک کر دیا۔ اسی چیز کو یہاں "ثُمَّ اَحْیَاکُمْ" کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔" (۲۹)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی اس آیت میں موت اور دوبارہ زندگی کو معنوی مفہوم میں لیا ہے۔ (۳۰) جدید عربی مفسرین میں علامہ محمد رشید رضا نے موت اور تجدید حیات کو محض معنوی اور مجازی قرار دیا ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے اس کا حوالہ دینے کے بعد لکھا ہے: بہرحال گنجائش اس تفسیر و تاویل کی بھی ہے گو بہ تکلف۔" (۳۱)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کے دامن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنو اسرائیل کے ستر سر برآوردہ افراد سے کتاب کی پابندی کا عہد لیا تھا۔ اس وقت کی منظر نگاری قرآن کی متعدد آیتوں میں کی گئی ہے۔ دو آیتیں درج ذیل ہیں:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ. (البقرۃ: ۶۳)

وَإِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظُلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ. (الاعراف: ۱۷۱)

قدیم مفسرین نے ان آیات کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل سے عہد لیتے وقت کوہ طور کو زمین سے اکھاڑ کر ان کے اوپر معلق کر دیا تھا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ (۳۲) سرسید نے اس کا انکار کیا ہے۔ ان کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہے:

"ان آیات میں چار لفظ ہیں جن کے معنیٰ حل ہونے سے مطلب سمجھ میں آوے گا: رفع، فوق، نتق، ظلۃ۔ رفع کے معنیٰ اونچا کرنے کے ہیں، مگر اس لفظ سے یہ بات کہ جو چیز اونچی کی گئی ہے وہ زمین سے بھی معلق ہوگئی ہو، لازم نہیں آتی۔ دیوار اونچا کرنے کو بھی 'رفعنا' کہہ سکتے ہیں، حالاں کہ وہ زمین سے معلق نہیں ہوتی۔ 'فوق' کے لفظ کو بھی اس شئے کا زمین سے معلق ہونا لازم نہیں ہے۔ 'نتقنا' کے معنیٰ ہلا دینے کے ہیں۔ یعنی ہم نے پہاڑ کو ہلا دیا اور الفاظ "وَظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ" زیادہ تر پہاڑ کے ہلا دینے کے، جس سے ان کو اس کے گر پڑنے کا گمان ہوا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مناسب ہیں۔ ظلۃ ' کے معنی سائبان کے بھی ہو سکتے ہیں، چھتری کے بھی ہو سکتے ہیں اور جو چیز کہ ہم پر سایہ ڈالے، اس کے بھی ہو سکتے ہیں اور اس چیز کا زمین سے معلق ہمارے سر پر ہونا ضروری نہیں ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ واقعہ کیا ہے؟ بنی اسرائیل، جو خدا کو دیکھنے گئے تھے، یا طورسینین کے نیچے کھڑے ہوئے تھے، پہاڑ ان کے سر پر نہایت اونچا اٹھا ہوا تھا۔ وہ اس کے سائے کے تلے تھے اور طور بہ سبب آتش فشانی کے شدید حرکت اور زلزلہ میں تھا، جس کے سبب وہ گمان کرتے تھے کہ ان کے اوپر گر پڑے گا۔ پس ان الفاظ میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو عجیب ہو یا مطابقِ واقع اور موافق قانونِ قدرت نہ ہو۔ ہاں مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اس واقع کو عجیب وغریب واقعہ بنا دیا ہے اور ہمارے مسلمان مفسرین (خدا ان پر رحمت کرے) عجائبات دوراز کار کا ہونا مذہب کا فخر اور اس کی عمدگی سمجھتے تھے، اس لیے انھوں نے تفسیروں میں لغو اور بے ہودہ عجائبات بھر دی ہیں۔'' (۳۴)

بعد کے بعض مفسرین نے بھی ان آیات کا ویسا ہی مفہوم بیان کیا ہے جو غیر معجزاتی ہ مثلاً مولانا ابوالکلام آزاد نے ان آیات کی ترجمانی یوں کی ہے:

''اور (پھر اپنی حیات کا وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے تم سے تمہارا عہد لیا تھا۔ (اور یہ وہ وقت تھا کہ تم نیچے کھڑے تھے) اور کوہ طور کی چوٹیاں تم پر بلند کردی گئی تھی۔ (البقرہ: ٦٣) اور جب ایسا ہوا تھا کہ ہم نے ان کے اوپر پہاڑ کو زلزلہ میں ڈالا تھا گویا ایک سائبان ہے (جو ہل رہا ہے) اور وہ (دہشت کے مارے) سمجھتے تھے کہ بس ان کے سروں پر آگرا۔'' (الاعراف: ١٧١)

مولانا امین احسن اصلاحی نے البقرہ: ٦٣ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے:

''یہ معاہدہ، قرآن مجید اور تورات دونوں میں تصریح ہے کہ، بنی اسرائیل کے سرداروں سے دامنِ کوہ میں لیا گیا اور اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک سخت زلزلہ نے پہاڑ کو ہلا دیا۔ اگر زلزلہ کے وقت آدمی اونچی دیوار کے زیرِ سایہ یا پہاڑ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے دامن میں بیٹھا ہو تو ایسا معلوم ہوگا کہ پہاڑ یا دیوار سائبان کی طرح سر پر لٹک رہے ہیں اور اوپر گرا چاہتے ہیں۔ اس حالت کو قرآن نے طور کو ان کے سروں پر اٹھا لینے سے تعبیر کیا ہے۔" (۳۴)

مولانا مودودی نے سورۂ اعراف ۱۷۱ کا ترجمہ یہ کیا ہے:

"انھیں وہ وقت بھی کچھ یاد ہے جب کہ ہم نے پہاڑ کو ہلا کر ان پر اس طرح چھا دیا تھا کہ گویا وہ چھتری ہے اور یہ گمان کر رہے تھے کہ وہ ان پر آپڑے گا۔"

ور تفسیر میں لکھا ہے:

"اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے کتاب کی پابندی کا عہد لیا اور عہد لیتے ہوئے خارج میں ان پر ایسا ماحول طاری کر دیا جس سے انھیں خدا کے جلال اور اس کی عظمت و برتری اور اس کے عہد کی اہمیت کا پورا پورا احساس ہو اور وہ اس شہنشاہِ کائنات کے ساتھ میثاق استوار کرنے کو کوئی معمولی سی بات نہ سمجھیں۔" (۳۵)

ں پر ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا:

"کوہِ طور کے اٹھائے جانے میں جناب نے محققین مفسرین سے کیوں اختلاف فرمایا ہے۔ اس قول میں کیا قباحت ہے؟ "اذ نتقنا الجبل فوقهم كانة ظلة لفظ نتق کس طرف اشارہ کر رہا ہے؟ پھر ظلة کیسے آپ کی تفسیر پر صادق آتا ہے۔ اسی طرح لفظ رفعنا پر فوقكم کا صریح مفہوم بھی آپ کی تفسیر کا انکار کر رہا ہے۔ نیز اگر حقیقتِ رفع مقصود نہ تھی اور صرف تخیلِ رفع مقصود تھا تو اس کی تصریح سے کون سا امر مانع تھا، جب کہ قرآن کی عادتِ مستمرہ ایسی ہے کہ ایسے مقام پر صاف تصریح کر دیتا ہے۔" (۳۶)

ں کے جواب میں مولانا مودودی نے لکھا:

"رفع طور کے بارے میں جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کو پھر غور سے پڑھیے۔ اس میں کہیں بھی پہاڑ کے اٹھائے جانے کی تفصیلی کیفیت متعین کرنا مشکل ہے۔ پہاڑ کے اٹھائے جانے کی ایک صورت یہ ہے کہ پورا پہاڑ زمین سے نکال کر اوپر اٹھا لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پہاڑ کی جڑ اکھاڑ کر اسے ایک جانب اس طرح جھکا دیا جائے کہ وہ اپنے دامن میں کھڑے ہوئے لوگوں پر چھا جائے اور انھیں یوں محسوس ہو کہ گویا اب وہ ان پر اوندھا جائے گا۔ سورۂ بقرہ کے الفاظ رفعنا فوقکم سے پہلا مفہوم ذہن میں متبادر ہوتا ہے اور سورۂ اعراف کے الفاظ: نتقنا الجبل فوقھم کانہ ظلۃ وظنوا انہ واقع بھم دوسرے مفہوم کی طرف ذہن کو لے جاتے ہیں...... اسی بنا پر میرا خیال یہ ہے کہ واقعہ کی ان دونوں ممکن صورتوں میں سے کسی ایک کی تعیین جزم کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔'' (۳۷)

بعض مفسرین ایسے بھی ہیں جو سرسید کے مثل معجزات کا بالکلیہ انکار تو نہیں کرتے اور وہ معجزات و خوارق کے قائل تو ہیں، لیکن انھیں نظام علل و اسباب سے الگ بھی نہیں مانتے۔ ان کے نزدیک ضروری نہیں کہ معجزات اسباب کے بغیر ظہور پذیر ہوں۔ ان کا خیال ہے کہ معجزات کے ظہور میں مادی اسباب کا پردہ کسی نہ کسی طرح باقی رہتا ہے اور اسباب وعلل کا رشتہ منقطع نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر مولانا حمید الدین فراہی کہ انھوں نے قوموں کی تباہی کے سلسلہ میں جو توجیہات کی ہیں وہ اسی نقطۂ نظر کی حامل ہیں۔ سطور ذیل میں اس سلسلے کی دو مثالیں سرسید اور مولانا فراہی کے افکار کے تقابلی مطالعہ کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنو اسرائیل کی نجات اور فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی کو جمہور مفسرین معجزہ قرار دیتے ہیں۔ ان کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر اس ارادے سے نکلے کہ سمندر کے کنارے کنارے چل کر دور نکل جائیں۔ فرعون کو اس کی خبر لگ گئی تو وہ ان کے تعاقب میں نکلا۔ یہاں تک کہ جب بنو اسرائیل کا قافلہ لشکر فرعون اور سمندر کے درمیان گھر گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت موسیٰ نے اپنا عصا سمندر پر مارا جس سے سمندر پھٹ گیا اور درمیان میں خشک راستہ نکل آیا۔ پیچھے سے فرعون اور اس کا لشکر بھی سمندر میں داخل ہو گیا تو پانی مل گیا اور پورا لشکر غرق ہو گیا۔

سرسید کو اس سے اختلاف ہے، وہ کہتے ہیں:

''اگر درحقیقت یہ واقعہ خلاف قانونِ قدرت واقع ہوا تھا تو خدا تعالیٰ سمندر کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانی ہی کو ایسا سخت کر دیتا کہ مثل زمین کے اس پر سے چلے جاتے۔ خشک راستہ نکالنے ہی سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ واقعہ یا معجزہ، جو اس کو تعبیر کرو، مطابق قانون قدرت کے واقع ہوا تھا۔(۳۸)

وہ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کے ساتھ بحر احمر کی بڑی شاخ کے بالکل کنارے سے پار اترے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بہ سبب جوار بھاٹا کے، جو سمندر میں آتا رہتا ہے، اس مقام پر کہیں خشک زمین نکل آئی تھی اور کہیں پایاب رہ جاتی تھیں۔ بنی اسرائیل پایاب و خشک راستہ سے راتوں رات باامن اتر گئے۔ صبح ہوتے فرعون نے جو دیکھا کہ بنی اسرائیل پار اتر گئے اس نے بھی ان کا تعاقب کیا اور لڑائی کی گاڑیاں اور سوار و پیادے غلط راستے پر سب دریا میں ڈال دیئے اور وہ وقت پانی کے بڑھنے کا تھا۔ لمحہ لمحہ میں پانی بڑھ گیا جیسے کہ اپنی عادت کے موافق بڑھتا ہے اور ڈباؤ ہو گیا جس میں فرعون اور اس کا لشکر ڈوب گیا۔''(۳۹)

مولانا فراہی بنو اسرائیل کی نجات اور فرعونیوں کی غرقابی کا سبب جوار بھاٹا تو نہیں قرار دیتے، لیکن وہ ایک دوسری عقلی توجیہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک دیگر قوموں کی طرح قوم فرعون کی تباہی بھی ہوا کے تصرفات کے سبب ہوئی۔ فرماتے ہیں:

''پوربی آندھی رات بھر چلتی رہی اور صبح کو تھم گئی۔ ہوا کے زور نے سمندر کا پانی مغرب کی طرف خلیج سویز میں ڈال دیا اور مشرقی خلیج عقبہ کو بالکل خشک چھوڑ دیا۔ پھر جب آندھی تھم گئی تو پانی اپنی جگہ پھیل گیا اور موسیٰ کا تعاقب کرنے والی جماعت غرق ہو گئی۔ خلاصہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تند ہوا کے ذریعہ سے نجات بخشی اور فرعون اور اس کی فوجوں کو نرم ہوا کے ذریعے سے ہلاک کر دیا۔ یعنی رحمت اور عذاب دونوں کے کرشمے ہوا ہی کے عجیب و غریب تصرفات کے ذریعے سے ظاہر ہوئے۔''(۴۰)

ان توجیہات کو قبول کرنے میں ایک امر مانع یہ ہے کہ سورۃ الشعراء میں سمندر پھٹنے کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'ضربِ عصا' سے متعلق کیا گیا ہے: فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ۭ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ (الشعراء:٦٣) سرسید نے تو یہ رکاوٹ "اضرب بعصاک البحر" کا ترجمہ "اپنی لاٹھی کے سہارے سے سمندر میں چل" کر کے دور کر لی۔ لیکن مولانا فراہی نے اس کی کیا توجیہ کی اس کا علم نہیں ہو سکا۔ (۴۱)

(۲) سرسید نے اپنے ایک مضمون (۴۲) میں سورۂ فیل کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصحاب الفیل کی ہلاکت پرندوں کے ذریعے پھینکی گئی کنکریوں سے نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ عموماً مفسرین نے لکھا ہے، بلکہ چیچک کی وبا سے ہوئی تھی جو دفعتاً زمانۂ محاصرہ مکہ میں پھیل گئی تھی، جس سے اصحاب الفیل ہلاک ہو گئے اور سارا لشکر تباہ ہو گیا تھا۔ انھوں نے 'طیر' کو وبال کے معنیٰ میں لیا ہے اور 'حجارہ' کو محاورہ قرار دیتے ہوئے اس کے معنیٰ آفت قرار دیے ہیں۔ سورۂ فیل کی آیات ۳-۴ کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے: اور بھیجے ان پر وبالوں کے غول، جو ان پر پتھر (یعنی آفت) ڈالتے تھے جو ان کے لیے لکھے ہوئے تھے۔"

مولانا فراہی 'طیر' سے مراد پرندے ہی لیتے ہیں، لیکن ان کے نزدیک پرندے کنکریاں لے کر اصحاب فیل پر ان کی بارش کرنے کے لیے نہیں، بلکہ ان کی ہلاکت کے بعد ان کے لاشوں کو کھانے کے لیے آئے تھے۔ اصحاب فیل پر پتھر خود اہل مکہ نے پھینکے تھے اور ان کے پردے میں اللہ تعالیٰ نے بھی تیز ہواؤں کے ذریعے ان پر پتھروں کی بارش کی تھی۔ (۴۳)

حاصل یہ کہ مولانا فراہی نے الفاظِ قرآن کے ساتھ اتنی کھینچ تان تو نہیں کی ہے جتنی سرسید نے کی تھی، لیکن دونوں نے اصحاب الفیل کی ہلاکت کو اسباب و علل سے جوڑ کر غیر معجزاتی بنا کر پیش کیا ہے۔

سرسید کے کچھ اور خیالات کی بازگشت بعد کے بعض مفسرین کے یہاں سنائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر شانِ نزول کے سلسلے میں سرسید کا خیال ہے کہ اس کی تلاش و تحقیق کے لیے روایت کو بنیاد نہیں بنانا چاہیے، بلکہ اس کے لیے خود قرآن کے اسلوب اور نظم کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اصول تفسیر پر اپنے رسالے میں اصول ۱۳ کے تحت لکھتے ہیں:

"قرآن مجید دفعۃً واحدۃً نازل نہیں ہوا ہے، بلکہ نجماً نجماً نازل ہوا ہے...... اسی بنا پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علمائے اسلام نے آیات کی شانِ نزول تفتیش کرنے پر توجہ کی ہے، جس کی بنیاد صرف روایاتِ ضعیف پر ہے اور اس لیے زیادہ پرامن طریقہ یہ ہے کہ جہاں اس کی ضرورت ہو حتی المقدر صرف قرآن مجید کے سباق و سیاق کلام سے اور اس کی طرز ادائے کلام سے اس کو تلاش کیا جاوے اور جو اصول کہ قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں ان کو ہر ایسے مقام پر ملحوظ رکھا جاوے۔" (۴۴)

ٹھیک یہی نقطۂ نظر مولانا فراہی کا بھی ہے۔ انھوں نے مقدمہ تفسیر نظام القرآن میں پہلے مقدمہ کے تحت لکھا ہے:

"اگر تم کو شانِ نزول معلوم کرنی ہو تو اس کو خود سورہ سے معلوم کرو، کیوں کہ کلام کا اپنے موقع و محل کے مناسب ہونا ضروری ہے۔ جس طرح ایک ماہر طبیب دوا کے نسخے سے اس شخص کی بیماری معلوم کرسکتا ہے جس کے لیے نسخہ لکھا گیا ہے اسی طرح تم ہر سورہ سے اس سورہ کی شانِ نزول معلوم کر سکتے ہو۔ اگر کلام میں کوئی خاص موضوع پیش نظر ہے تو اس کلام اور اس موضوع میں وہی مناسبت ہوگی جو مناسبت لباس اور جسم میں بلکہ جلد اور بدن میں ہوتی ہے۔ اور یہ قطعی ہے کہ کلام کے تمام اجزاء باہم دگر مربوط و متصل ہوں گے اور یہ جو روایتوں میں آتا ہے کہ فلاں فلاں آیتیں فلاں فلاں معاملات کے بارہ میں نازل ہوئیں تو اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ سورہ کے نزول کے وقت یہ احوال و مسائل درپیش تھے، تاکہ معلوم ہوسکے کہ سورہ کے نزول کے لیے کیا محرکات اور اسباب موجود تھے۔" (۴۵)

مزید فرماتے ہیں:

"پس اگر تم طمانیت اور یقین کے طالب ہو تو شانِ نزول کی تلاش میں سررشتہ نظم کو ہرگز ہاتھ سے نہ چھوڑنا، ورنہ تمہاری مثال صحرا کے اس مسافر کی ہوجائے گی جو اندھیری رات میں ایک چوراہے پر پہنچ گیا ہے اور نہیں جانتا کہ کدھر جائے۔ شانِ نزول خود قرآن کے اندر سے اخذ کرنی چاہیے اور احادیث و روایات کے ذخیرہ میں سے صرف وہ چیزیں لینی چاہئیں جو نظمِ قرآن کی تائید کریں، نہ کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے تمام نظام کو درہم برہم کردیں۔ پھر سب سے زیادہ لائق اہتمام وہ شانِ نزول ہے جو خود نظام قرآن سے مترشح ہورہی ہے۔ اس کی پوری مضبوطی سے پکڑو۔" (۴۶)

گزشتہ تفصیل سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ تفسیرِ سرسید کی بہت سی غلطیوں رلغزشوں کے باوجود بعض پہلوؤں سے مابعد تفاسیر پر اس کے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور نسرین نے ان کا اثر قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد برحق ہے:

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ. (الرعد: ۱۷)

"جو جھاگ ہے وہ اڑ جایا کرتا ہے اور جو چیز انسانوں کے لیے نافع ہے وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ اس طرح اللہ مثالوں سے اپنی بات سمجھاتا ہے۔"

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ الطاف حسین حالی، حیات جاوید، ترقی اردو بیورو، نئی دہلی ۱۹۸۲ء، طبع دوم ص ۲۲۲

۲۔ حالی، حوالہ سابق، ص ۷۷۸

۳۔ حالی، حوالہ سابق، ص ۷۷۷-۷۷۸

۴۔ یہ مضامین مولانا محمد اسماعیل پانی پتی نے مقالات سرسید حصہ دوم میں جمع کر دیے ہیں اور وہ ہیں: (۱) تفسیر السماوات، (۲) اصحاب الفیل کا واقعہ (سورۂ فیل کی تشریح)، (۳) کافر اگلے زمانے میں بھی گزرے ہیں، (۴) سورۂ جن کی تفسیر (۵) جنوں کی حقیقت (الجن والجان علی مافی القرآن)، (٦) قرآن مجید کی تفسیر کے اصول۔ شائع کردہ مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۸۴ء، طبع دوم

۵۔ حالی، حوالہ سابق، ص ۲۱۹

٦۔ حالی، حوالہ سابق، ص ۴۸۷

۷۔ سرسید احمد خاں، تحریر فی اصول التفسیر، ص ۲۔ یہ رسالہ تفسیر القرآن، جلد اول کے شروع میں شامل ہے۔

۸۔ سرسید احمد خاں، تفسیر القرآن وہو الہدی والفرقان عکسی ایڈیشن خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، طبع ۱۹۹۵ء، جلد اول ۲۱۸-۲۲۷

۹۔ سرسید، تفسیر القرآن ۱/۱۹۱-۱۹۹

۱۰۔ تفسیر القرآن ۱/۲۱۳

۱۱۔ تفسیر القرآن ۱/۲۱۳-۲۱۴

۱۲۔ تفسیر القرآن ۱/۲۱۴-۲۱۷

۱۳۔ تفسیر القرآن ۱/۴۲

۱۴۔ تحریر فی اصول التفسیر، ص ۳

۱۵ تفسیر القرآن ۲/۱۴-۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ تفسیر القرآن ۲/۳۰-۳۱

۱۷۔ تفسیر القرآن ۲/۱۵۰-۱۵۶

۱۸۔ تفسیر القرآن ۱/۶۲-۸۶

۱۹۔ تفسیر القرآن، جلد ششم (سورۂ بنی اسرائیل) مکمل

۲۰۔ مقالات سرسید، حصہ دوم، ص ۲۰۶

۲۱۔ سرسید، تحریر فی اصول التفسیر، ص ۵

۲۲۔ تحریر، ص ۶

۲۳۔ تحریر، ص ۶-۹

۲۴۔ تحریر، ص ۹

۲۵۔ تحریر، ص ۹

۲۶۔ قدیم مفسرین میں طبری، ابن کثیر اور جدید مفسرین میں مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا اشرف علی تھانوی قابل ذکر ہیں۔ ملاحظہ کیجیے ان کی تفاسیر میں آیتِ زیر بحث کی تفسیر

۲۷۔ تفسیر القرآن، ۱/۲۱۷

۲۸۔ ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ساہتیہ اکادمی دہلی ۱۹۶۶ء، طبع اول، ۲/۲۱۴-۲۱۵

۲۹۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، تاج کمپنی دہلی، ۱/۵۲۱-۵۲۲

۳۰۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، ۱/۱۸۴-۱۸۵

۳۱۔ عبدالماجد دریابادی، تفسیر ماجدی، صدق جدید بک ایجنسی لکھنؤ، ۱/۴۵۲

۳۲۔ ملاحظہ کیجیے تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر اور دیگر تفسیریں

۳۳۔ تفسیر القرآن ۱/۹۷-۹۸

۳۴۔ امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ۱/۲۴۳

۳۵۔ ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ۲/۹۵

۳۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی، رسائل و مسائل، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، طبع ۱۹۸۹ء، ۳/۴۷

۳۷۔ رسائل و مسائل، حوالہ سابق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۸۔ تفسیر القرآن، ۶۴/۱

۳۹۔ تفسیر القرآن، ۸۲/۱-۸۳

۴۰۔ حمید الدین فراہی، تفسیر نظام القرآن، دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، طبع ۱۹۹۶ء، (تفسیر سورۂ ذاریات) ص ۱۲۹-۱۳۰

۴۱۔ فرعونیوں کی غرقابی کے بارے میں مولانا فراہی نے اپنا نقطۂ نظر سورۂ ذاریات میں پیش کیا ہے۔ وہاں انھوں نے دوسری جگہ اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کا تذکرہ کیا ہے، لیکن مولانا امین احسن اصلاحی نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ''مجھے یہ بحث نہ تو مولانا کی مطبوعہ تصنیفات ہی میں کہیں ملی اور نہ ان کے غیر مطبوعہ اوراق ہی میں کہیں نظر سے گزری'' تفسیر نظام القرآن ص ۱۳۰

۴۲۔ بعنوان 'اصحاب الفیل کا واقعہ' مشمولہ مقالاتِ سرسید، حصہ دوم (تفسیری مضامین) ص ۱۱۶-۱۲۷

۴۳۔ مولانا فراہی کے نقطۂ نظر کو تفصیل سے سمجھنے کے لیے ملاحظہ کیجیے: تفسیر نظام القرآن (تفسیر سورۂ فیل) ص ۳۸۷-۳۹۶

۴۴۔ تحریری فی اصول التفسیر، ص ۱۴

۴۵۔ تفسیر نظام القرآن (مقدمہ) ص ۳۵

۴۶۔ تفسیر نظام القرآن، ص ۳۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

بیسویں صدی عیسوی میں علمائے ہند کی تفسیری خدمات

(عربی زبان میں)

قرآن کے فہم و تفہیم کی کوشش ایک ایسی سعادت ہے جس سے بڑھ کر کسی دوسری سعادت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی علماء نے ہر زمانے میں قرآن کریم سے شغف رکھا ہے، اس کی تفسیر، ترجمہ اور تحشیہ کی خدمت انجام دی ہے اور علوم قرآنی میں قابل قدر علمی سرمایہ فراہم کیا ہے۔ یہ کام مختلف زبانوں میں ہوا ہے۔ ماضی قریب تک عربی اور فارسی کو علمی زبانوں کی حیثیت حاصل تھی، اہلِ علم مختلف علوم وفنون میں انہی کو وسیلۂ اظہار بناتے تھے، لیکن جب اردو زبان کو فروغ ہوا تو اہلِ علم بھی اس میں اپنی علمی وفکری کاوشیں پیش کرنے لگے۔ بیسویں صدی عیسوی میں قرآنیات پر سب سے زیادہ کام اردو زبان میں ہوا ہے، اس میں بہت سی قابل قدر تفسیریں اور علوم قرآنی پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں، قرآنیات کے میدان میں عربی زبان میں گزشتہ صدیوں کے مقابلہ میں اس صدی میں نسبتاً کم کام ہوا ہے، لیکن جو کچھ ہوا ہے وہ گوناگوں پہلوؤں سے امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ سطور ذیل میں اس کا تعارف اور مختصر جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

الف۔ تفاسیر وحواشیِ قرآن

بیسویں صدی میں عربی زبان میں واحد مکمل تفسیر لکھنے کا شرف مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ (۱۸۶۸ـ۱۹۴۸ء) کو حاصل ہے۔ مولانا بے مثال خطیب، عظیم صحافی اور کامیاب مناظر تھے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملکی سیاست اور ملی کاموں میں بھی سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، اپنی ان گوناگوں خدمات کے ساتھ انھوں نے بیش بہا علمی و دینی خدمات بھی انجام دی ہیں۔ مولانا نے مختلف انداز سے قرآن کی پانچ تفسیریں کی ہیں، تین اردو میں اور دو عربی میں (۱) اردو تفسیر 'تفسیر ثنائی' کو (جو آٹھ جلدوں میں شائع ہوئی ہیں) عوام و خواص دونوں میں قبول عام حاصل ہوا ہے۔

'تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن' عربی زبان میں مولانا امرتسری کی مکمل تفسیر ہے، اس کا بیش تر حصہ انیسویں صدی میں لکھا گیا، مگر اسے مکمل کرنے کی سعادت انھیں بیسویں صدی کے اوائل میں حاصل ہوئی اور اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۰۳ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ (۲) اس تفسیر کو علمی حلقوں میں بہت سراہا گیا، اس کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں قرآن کی تفسیر خود قرآنی آیات ہی کی روشنی میں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فاضل مفسر نے اپنے طریقۂ تفسیر کا تعارف یوں کیا ہے:

> ''علماء نے قرآن مجید کی مختلف انداز پر تفسیریں لکھی ہیں، بعض نے احادیث و آثار سے استفادہ کیا ہے اور بعض نے اپنی عقل کا سہارا لیا ہے، حالاں کہ بھی حضرات اس پر متفق ہیں کہ بہتر طریقہ کلام اللہ کی تفسیر خود آیات ربانی سے کرنا ہے، چناں چہ میں نے اسی طرز کو اپنانے کی کوشش کی ہے۔'' (۳)

'تفسیر القرآن بالقرآن' کا اصول نظری حیثیت سے تمام اہلِ علم کے درمیان مسلّم رہا ہے، لیکن پورے قرآن میں عملاً اسے برت کر دکھانا بہت مشکل ہے۔ یہ دشواری مولانا امرتسری کے ساتھ بھی پیش آئی ہے، چناں چہ ایسے تمام مقامات پر، جہاں تفسیر کے لیے دیگر ہم معنیٰ آیات نہیں ملی ہیں، انھوں نے حاشیہ میں احادیث، تفاسیر اور دیگر کتب کے حوالے سے مسائل کی توضیح کی ہے، جگہ جگہ اختلافی مسائل کی نشان دہی بھی حاشیہ میں کی ہے۔ اس تفسیر کی دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں جلالین کی طرح اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۴ء) نے لکھا ہے:

> ''عربی مدرسوں میں اگر جلالین کی جگہ اس تفسیر کو رواج دیا جائے تو آج کل کی ضرورت کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔'' (۴)

عربی زبان میں مولانا امرتسری کی دوسری تفسیر بیان الفرقان علی علم البیان ہے، جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نامکمل رہ گئی۔ اس کی صرف ایک جلد، جو سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کی تفسیر پر مشتمل ہے، ۱۹۳۴ء میں ثنائی پریس امرتسر سے شائع ہوئی تھی۔ اسے مولانا نے عربی ادب ولغت، صرف ونحو، معانی، بیان کے اصول پر لکھا ہے۔ ضرورت کے وقت احادیث وآثار وغیرہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کہیں کہیں معاصرین کی تفسیروں پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے۔ شروع میں علم معانی، بیان اور بدیع کے ۱۷۲ قواعد کا ذکر کر کے حواشی میں ان کی مثالیں قرآن سے پیش کی ہیں۔ سورہ کے شروع میں ذکر کیا ہے کہ اس سورہ میں کون کون سے مضامین بیان کیے گئے ہیں، یا کن مسائل اور باتوں کی طرف اشارہ ہے؟ اس سے پڑھنے والے کے ذہن میں مختصر طور پر سورہ کے تمام مضامین آجاتے ہیں۔ اکثر مقامات پر عربی اشعار سے بھی استشہاد کیا ہے۔(۵)

تفسیر القرآن بالقرآن کی ایک کوشش مولانا عنایت علی وزیر آبادی کی طرف سے بھی ہوئی ہے۔ ان کی تفسیر آیـات لـلسـائلین ۱۳۴۸ھ/۱۹۳۰ء میں مطبع کریمی لاہور سے طبع ہوئی ہے۔ یہ تفسیر صرف سورۂ نساء تک ہے۔ اس میں آیات قرآنی کی تفسیر اسی مضمون کی دوسری آیات سے کی گئی ہے۔ فاضل مفسر نے اپنے الفاظ میں تشریح بہت کم کی ہے، البتہ حسب ضرورت حاشیہ پر لمبے لمبے نوٹ لگائے ہیں، مثلاً آیات میں مذکور انبیاء اور دیگر اشخاص کے تعارف اور واقعات کی تشریح حاشیہ میں تفصیل سے کی ہے۔(۶)

عربی تفسیر کے میدان میں ایک بہت اہم اور نمایاں نام مولانا حمید الدین فراہی (۱۸۶۳۔۱۹۳۰ء) کا ہے۔ مولانا نے قرآن میں غور وتدبر کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا۔ یوں تو اس کا آغاز علی گڑھ کے دورِ طالب علمی (۱۸۹۱۔۱۸۹۷ء) ہی سے ہوگیا تھا، جس میں مدرسۃ الاسلام کراچی کے زمانۂ تدریس (۱۸۹۷ھ/۱۹۰۷ء) میور کالج الٰہ آباد کے زمانۂ تدریس (۱۹۰۸۔۱۹۱۴ء) اور دارالعلوم حیدرآباد کی پرنسپل شپ (۱۹۱۴۔۱۹۱۹ء) کے دوران بتدریج اضافہ ہوتا گیا، لیکن اس کا نقطۂ عروج مدرسۃ الاصلاح میں آپ کے قیام کا زمانہ (۱۹۱۹۔۱۹۳۰ء) ہے، جہاں آپ نے اپنی زندگی کی آخری دہائی گزاری۔ مولانا کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف کا مرکز ومحور قرآن ہے، وہ کسی نہ کسی پہلو سے قرآن کی خدمت کرتی ہیں۔ دوسری چیز یہ کہ انھوں نے صرف عربی زبان کو ہی اپنے خیالات کے اظہار کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ بنایا، اسی لیے ان کی تمام تصانیف عربی زبان میں ہیں (سوائے تفسیر سورۂ اخلاص کے، جسے مولانا نے اپنے ایک دوست کی فرمائش پر اردو زبان میں تحریر فرمایا تھا۔ (۷)

نظمِ قرآن کا تصور یوں تو بعض قدیم مفسرین کے یہاں بھی ملتا ہے، لیکن جس جامعیت، زورِ بیان، اور قوت استدلال کے ساتھ اس تصور کو مولانا فراہی نے پیش کیا ہے اور اس کے حق میں جتنے محکم دلائل دیئے ہیں اس میں ان کا کوئی ہم سر نہیں۔ مولانا نے نظم قرآن کو نہ صرف نظری حیثیت سے پیش کیا ہے، بلکہ متعدد چھوٹی سورتوں میں اس کا انطباق کر کے بھی دکھایا ہے۔ آخر عمر میں انھوں نے نظریۂ نظم قرآن کے تحت قرآن کی تفسیر ابتداء سے لکھنی شروع کی تھی، لیکن ابھی سورۂ بقرہ کی چند آیات (۸) ہی کی تفسیر لکھ سکے تھے کہ وقتِ موعود آ گیا اور یہ عظیم الشان کام نامکمل رہ گیا۔ تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان کے تحت صرف تیرہ سورتوں کی تفسیریں طبع ہو سکی ہیں اور وہ یہ ہیں: ۱۔ سورۂ فاتحہ (۱۹۳۷ء)، ۲۔ سورۂ ذاریات، ۳۔ سورۂ تحریم (۱۹۰۸ء)، ۴۔ سورۂ قیامہ (۱۹۰۶ء)، ۵۔ سورۂ مرسلات، ۶۔ سورۂ عبس، ۷۔ سورۂ شمس (۱۹۰۸ء)، ۸۔ سورۂ تین، ۹۔ سورۂ عصر (۱۹۰۸ء)، ۱۰۔ سورۂ فیل (۱۹۳۵ء)، ۱۱۔ سورۂ کوثر (ماقبل ۱۹۳۱ء)، ۱۲۔ سورۂ کافرون (۱۹۰۸ء)، ۱۳۔ سورۂ ابی لہب (۱۹۰۸ء)، (۹) ان اجزائے تفسیر میں مولانا نے جابجا سورۂ فتح، سورۂ ق، سورۂ طلاق، سورۂ نبا، سورۂ دہر، سورۂ نوح، سورۂ ماعون اور سورۂ تکاثر کے حوالے دیئے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس کے سلسلے میں یہ وضاحت کی ہے کہ مولانا ان سورتوں کی تفسیر کی تکمیل نہ فرما سکے تھے۔ (۱۰) اس سے اشارہ ملتا ہے کہ مولانا فراہی نے ان سورتوں کی تفسیر کا کچھ حصہ لکھ لیا تھا۔ غیر مطبوعہ سرمایہ میں ایک ناتمام تفسیر سورۂ اعلیٰ کی بھی ہے۔ (۱۱) یہی نہیں، بلکہ مولانا بدرالدین اصلاحیؒ نے ایک جگہ مولانا فراہی کے غیر مطبوعہ سرمایہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ "مولانا فراہی نے اپنی تفسیر نظام القرآن و تاویل الفرقان بالفرقان میں تمام سورتوں کے مطالب کی تلخیص کی ہے اور ان سب کا نظم بیان کر دیا ہے۔ (۱۲) مولانا نے اپنی اس تفسیر کا مقدمہ بھی تحریر فرمایا تھا جس میں اصولی باتوں کی وضاحت کی ہے۔ یہ فاتحہ تفسیر نظام القرآن (۱۹۳۷ء) کے نام سے شائع ہوا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا فراہی کے چھوڑے ہوئے کام کو ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی نے آگے بڑھایا اور نظم قرآن کے تصور پر مبنی پورے قرآن کی تفسیر 'تدبر قرآن' کے نام سے کی، لیکن یہ تفسیر اردو زبان میں ہے جو ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ عربی زبان میں مولانا فراہی کے کام کو آگے بڑھانے کا سہرا مولانا محمد عنایت اللہ سبحانی کے سر جاتا ہے۔ انھوں نے البرہان فی نظام القرآن کے نام سے سورۂ فاتحہ، بقرہ اور آل عمران کی تفسیر لکھی ہے۔ یہ مولانا کا وہ تحقیقی مقالہ ہے جس پر انھیں جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے۔ (۱۳)

مولانا فراہی کے غیر مطبوعہ سرمایہ میں ایک نہایت قیمتی چیز ان کے تفسیری حواشی ہیں۔ یہ مولانا کے تقریباً چالیس سالہ غور و تدبر کا حاصل ہیں۔ مولانا نے اپنے مصحف کی جلد بندی اس طور پر کروائی تھی کہ مصحف کے ہر ورق کے بعد ایک سادہ ورق رکھا تھا۔ مطالعہ کے دوران جو باتیں ذہن میں آتیں انھیں یادداشت کے طور پر انہی اوراق پر لکھتے جاتے تھے۔ اس طرح کے دو نسخے دائرہ حمیدیہ میں محفوظ ہیں۔ ان سے نقلیں تیار کرنے والے بعض لوگوں نے دونوں نسخوں کے حواشی کو ایک دوسرے سے ممتاز رکھا، لیکن بعض نے اپنے سہولت کے لیے حواشی کو اس طرح مرتب کیا کہ ایک آیت کے بارے میں دونوں نسخوں میں جو کچھ لکھا تھا اسے یکجا کر دیا (۱۴) مولانا امین احسن اصلاحی نے تدبر قرآن میں ان حواشی سے جابجا استفادہ کیا ہے، اگرچہ انھوں نے کہیں بہ صراحت ان کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی نے اپنے مقالے میں ایسی متعدد مثالیں دی ہیں کہ آیات کی تفسیر میں مولانا اصلاحی نے جس رائے کو اختیار کیا ہے، یا اسے ترجیح دی ہے، وہ وہی ہے جو ان حواشی میں موجود ہے۔ (۱۵)

قرآن پر عربی زبان میں لکھا جانے والا دوسرا قابل ذکر حاشیہ مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ/ ۱۸۶۴-۱۹۴۳ء) ہے۔ اردو زبان میں مولانا تھانوی کی تفسیر بیان القرآن عصر حاضر کی مشہور تفسیروں میں سے ہے۔ یہ تفسیر مولانا نے عوام کو پیش نظر رکھ کر لکھی تھی۔ خواص اور اہل علم کے استفادہ کے لیے انھوں نے الگ سے ایک حاشیہ عربی زبان میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ حاشیہ مکمل بیان القرآن تاج پبلشرز دہلی کے ایڈیشن میں ہر صفحہ کے آخر میں درج ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطبۂ تفسیر میں مولانا تھانوی نے اس حاشیہ کا تعارف یوں کرایا ہے:

''چونکہ نفعِ عوام کے ساتھ افادۂ خواص کا بھی خیال آگیا، اس لیے ان کے واسطے ایک حاشیہ بڑھایا ہے، جس میں مکّیت و مدنیت سور و آیات، و غیر مشہور لغات، و ضروری وجوہ بلاغت، و متعلق ترکیب و خفی الاستنباط فقہیات و کلامیات و اسباب نزول و روایات و اختلاف قرأت مغیرہ ترکیب یا حکم و توجیہ ترجمہ و تفسیر ایجاز کے ساتھ مذکور ہیں، جس کو متوسط درجے کا طالب علم بے تکلف سمجھ سکتا ہے۔ یہ حاشیہ درس و تدریس کے وقت بہت کام آسکتا ہے۔ اس حاشیہ کی عبارت عربی اس لیے تجویز کی ہے کہ عوام اس کے دیکھنے کی ہوس ہی نہ کریں، ورنہ جب زبان سمجھتے اور اور مضامین نہ سمجھتے، بہت پریشان ہوتے۔'' (۱۶)

ب۔ علوم قرآنی پر تصانیف

بیسویں صدی میں علمائے ہند نے عربی زبان میں تفسیر کے علاوہ علوم قرآنی کے میدان میں بھی قابل قدر خدمات انجام دی ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ منصوبہ بند طریقے پر ہونے والا کام مولانا فراہیؒ کا ہے۔ انھوں نے قرآنیات پر بنیادی لٹریچر فراہم کرنے کے لیے ایک عظیم الشان تصنیفی منصوبہ تیار کیا تھا۔ یہ منصوبہ بارہ کتابوں پر مشتمل تھا۔ پانچ ظاہرِ قرآن پر، یعنی قرآن مجید کے الفاظ، اسالیب، اصول تاویل، جمع و تدوین اور دلائل نظم پر۔ اِن پر تاریخ القرآن کے سوا باقی چار کتابیں مفردات القرآن (۱۹۳۹ء)، اسالیب القرآن (۱۹۶۹ء)، التکمیل فی اصول التاویل (۱۹۶۸ء) اور دلائل النظام (۱۹۶۸ء) شائع ہوچکی ہیں، دوسری سات کتابیں، جن میں مولانا قرآن مجید کے علوم و معارف اور اس کے اسرار و حِکَم پر بحث کرنا چاہتے تھے، ان کی ترتیب کے مطابق یہ ہیں، (۱) حکمت القرآن، (۲) حجج القرآن، (۳) القائد الی عیون العقائد، (۴) الرائع فی اصول الشرائع، (۵) إحکام الاصول باحکام الرسول، (۶) اسباب النزول، (۷) الرسوخ فی معرفۃ الناسخ والمنسوخ۔ ان کتابوں میں سے اب تک صرف ایک کتاب القائد الی عیون العقائد (۱۹۷۵ء) زیورِ طبع سے آراستہ ہوسکی ہے۔ (۱۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علوم قرآنی پر مولانا فراہی کی دیگر تصانیف میں امعان فی اقسام القرآن (۱۹۰۶ء)، الرای الصحیح فیمن ھو الذبیح (۱۹۱۹ء) اور فی ملکوت اللہ (۱۹۷۱ء) قابل ذکر ہیں۔ یہ اصلاً مقدمۂ تفسیر کے اجزاء ہیں جنھیں ان کی اہمیت کے پیش نظر الگ سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ قرآنیات پر مولانا کی غیر مطبوعہ تصانیف میں اوصاف القرآن اور فقہ القرآن کا بھی نام ملتا ہے، مگر ان کا بہت کم حصہ وہ لکھ پائے تھے۔(۱۸)

مولانا فراہی کی بہت سی تصانیف کے ناتمام رہ جانے کی وجہ ان کا مخصوص انداز تحریر ہے۔ وہ بہ یک وقت مختلف مباحث و مسائل پر غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ ان سارے مسائل کو الگ الگ عنوان بحث و تحقیق قرار دے لیتے اور ان کے متعلق اپنے نتائج فکر جمع کرتے جاتے اور انھیں یادداشتوں کی شکل میں تحریر کر لیتے اور اسی وقت یہ بھی نوٹ کر دیتے کہ یہ کس کتاب سے متعلق ہے۔ یہ یادداشتیں گویا اس کتاب کی فصلیں ہوتیں، اس طرح جب کسی کتاب کی تمام فصلیں ان کے ذہنی خاکہ کے مطابق پوری ہو جاتیں تو ان یادداشتوں کو کچھ کم و بیش کر کے مرتب کر دیتے اور کتاب تیار ہو جاتی۔ مولانا کے اس مخصوص طریقۂ تصنیف کے سبب سے بہ یک وقت ان کے زیر قلم یا صحیح تر الفاظ میں ان کے زیر فکر متعدد تصنیفات رہتی تھیں، جن میں سے بعض تکمیل کو پہنچ جاتی تھیں، بعض چلتی رہتی تھیں اور بعض آخر تک ایک آدھ فصلوں سے آگے نہ بڑھ سکیں۔(۱۹)

علوم قرآنی پر عربی زبان میں مولانا اشرف علی تھانوی کی بھی کئی تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک مسائل السلوک من کلام ملک الملوک، اس میں بہ قول مصنف سلوک کے مسائل پر آیات قرآنیہ سے نصاً یا استنباطاً استدلال کیا گیا ہے(۲۰) دوسرا رسالہ وجوہ المثانی فی توجیہ الکلامات والمعانی ہے۔ اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے مولانا تھانوی نے لکھا ہے:

> "ہندوستان میں فن قرأت پر کوئی درسی کتاب نہیں تھی، اس لیے میں نے ارادہ کیا کہ ایک ایسا مختصر رسالہ تحریر کروں جس میں قرأت سبعہ متواترہ کو ان کے معانی کی توجیہات اور اعراب کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔"(۲۱)

اس کا انداز تالیف یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کا لفظ یا عبارت لکھتے ہیں، پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختلاف بیان کرتے ہیں۔ ساتھ ہی راوی یا شیخ کا تذکرہ کرتے ہیں، اس کے بعد صرفی ونحوی باتوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں، کتاب کے آخر میں فن قرأت کے کچھ اصول بھی بیان کیے ہیں۔ یہ دونوں رسالے بیان القرآن کے تاج پبلشرز کے ایڈیشن میں شامل ہیں۔ اول الذکر رسالہ کو بیان القرآن کے حاشیہ پر شائع کیا گیا ہے اور مؤخرالذکر رسالہ کے کچھ کچھ حصے بیان القرآن کی ہر جلد کے آخر میں شامل کیے گئے ہیں۔

مولانا تھانوی کا تیسرا رسالہ سبق الغایات فی نسق الآیات ہے۔ یہ مطبع مجتبائی دہلی سے ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں سورتوں کے مطالب اختصار کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں اور سورتوں اور آیات کا باہمی ربط واضح کیا گیا ہے۔ شانِ نزول سے بھی بحث کی گئی ہے۔ (۲۲)

علوم قرآنی پر ایک اہم کتاب مولانا انور شاہ کشمیریؒ (۱۲۹۲-۱۳۵۲ھ/ ۱۸۷۵-۱۹۳۲ء) کی مشکلات القرآن ہے۔ اس میں قرآن کی منتخب آیات کی توضیح وتشریح کی گئی ہے۔ یہ توضیحات بیش تر عربی میں اور چند جگہوں پر فارسی میں ہیں۔ مصنف نے احادیث وآثار اور کتب سیر وتاریخ سے بھی مدد لی ہے اور اہم تفسیروں سے بھی اقوال نقل کیے ہیں۔ اسے مولانا محمد یوسف بنوریؒ (م ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء) نے مرتب کیا ہے، ساتھ ہی اس پر انھوں نے ایک مبسوط مقدمہ یتیمۃ البیان فی علوم القرآن کے عنوان سے لکھا ہے، جس میں تفسیر قرآن کی اہمیت، اس کے اصول ومبادی، تفسیر ماثور اور تفسیر بالرائے کا فرق اور بعض دیگر متعلقہ مسائل سے بحث کی ہے، نیز ہندوستان میں لکھی جانے والی تفسیروں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے متعلق اپنی رائے دی ہے (۲۳) یہ کتاب مجلس علمی ڈابھیل سے شائع ہوئی ہے۔

علوم قرآنی پر ایک قابل ذکر کتاب کنز المتشابہات ہے۔ اسے حافظ محمد محبوب علی انجینئر نے تصنیف کیا ہے۔ یہ ۱۳۴۲ھ/ ۱۹۲۴ء میں دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ایسی آیات جمع کی گئی ہیں جو ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ایسی آیات دو طرح کی ہیں: ایک تو وہ جن کا توارد الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ ہوا ہے اور دوسری وہ آیات ہیں جو بعینہٖ ایک سے زائد مقام پر آئی ہیں۔ کتاب کے شروع میں ایک مقدمہ (عربی اور اردو دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زبانوں میں) ہے جس میں مصنف نے وجہ تصنیف بیان کی ہے اور آیات متشابہات کو اخذ کرنے میں انھوں نے اپنے طریقہ کی وضاحت کی ہے۔ شروع میں مصنف کو تقریباً آٹھ سو آیات متشابہ ملی تھیں، کتاب کے مطبع میں جانے کے بعد دو سو ساٹھ مزید آیتوں کا علم ہوا، جن کا بعد میں اضافہ کر دیا گیا۔ (۲۴)

اس صدی کے اوائل میں ہندوستان میں ایک کتاب المعجم المفهرس کے طرز پر بھی لکھی گئی ہے اور وہ ہے الفاظ القرآن مسمیٰ بنجوم الفرقان جدید لتخریج آیات القرآن ۔ اس کے مصنف مولانا اہل اللہ فقیر اللہ ہیں۔ یہ کتاب دراصل مصطفیٰ بن سعید مقرب خاں کی نجوم الفرقان کی مہذب شکل ہے۔ مصطفیٰ بن سعید کی کتاب میں آیات کی نشان دہی حروف ابجد کے حساب سے کی گئی ہے، جس کی وجہ سے الفاظ کی تلاش میں دشواری ہوتی ہے۔ مولانا اہل اللہ نے اسے ابجد کے بجائے حروف تہجی کے حساب سے مرتب کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب زیادہ مفید ہوگئی ہے۔ یہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۲۵)

اس صدی کی بعض کتابیں ایسی بھی ہیں جن میں قرآن کی کچھ آیات منتخب کر کے ان کی تفسیر کی گئی ہے، یا تعلیمات قرآنی کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک کتاب مولانا محمد ریاست علی شاہ جہاں پوری (م ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء) کی جواہر التنزیل ہے، جو ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں شیاما پریس شاہ جہان پور سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں مصنف نے بعض منتخب قرآنی آیات کی تفسیر کی ہے اور انھیں مصحف ہی کی ترتیب پر رکھا ہے اور ۱۲۲ عناوین قائم کیے ہیں۔ ہر عنوان کے تحت آیات، احادیث، کتب تفسیر و فقہ و عقائد و تصوف کی روشنی میں متعلقہ مباحث کی تشریح کی ہے۔ چند عناوین یہ ہیں:

افضل الایمان، ماذون للشفاعة فی الدنیا، فی فضیلة الصدقة، فی التوبة، فی المعراج واسراره، فی فضیلة ذکر الله، فی فضیلة الصلوٰة، لاثواب للکفار فی الآخرة. وغیره (۲۶)

رواں صدی میں ہندوستان میں عربی زبان میں لکھی جانے والی تفسیروں میں ایک شیعی تفسیر کا سراغ ملتا ہے۔ یہ سید محمد ہارون زنگی پوری (م ۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۹ء) کی ملخص التفاسیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، جو شائع نہیں ہو سکی ہے۔ اس کا قلمی نسخہ بہ خطِ مصنف مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں موجود ہے۔ مصنف کے پیش نظر پورے قرآن کی تفسیر کرنا تھی، مگر انھیں اس کا موقع نہ مل سکا۔ اس نسخے میں بس چند آیات کی تفسیر ہے، البتہ کتاب کے تمہیدی مباحث علوم قرآنی کے نقطۂ نظر سے اہمیت رکھتے ہیں۔ ہر بحث کو مصنف نے مقدمہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور آٹھ مقدمے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:

أسامي القرآن و او صافه، جامعية القرآن، اعجاز القرآن، تلاوة القرآن، و آدابه

ایک مقدمہ میں یہ بحث کی ہے کہ قرآن میں کسی بھی قسم کی کمی وزیادتی یا تحریف و تبدیلی نہیں ہے، وہ نبی ہی کے زمانے میں مؤلف ہو چکا تھا اور اس کی تلاوت مسلسل ہوا کرتی تھی۔ ایک مقدمہ میں یہ بحث کی ہے کہ قرآن کریم کا مکمل علم اہل بیت کو دیا گیا تھا اور آں حضرت ﷺ نے قرآن کے ساتھ آل محمد کی اقتداء کا حکم دیا ہے۔ یہ مقدمہ شیعی نقطۂ نظر سے اہمیت کا حامل ہے۔ (۲۷)

ج۔ تحقیق و تدوین، شرح و تحشیہ اور طباعت

بیسویں صدی میں عربی زبان میں قرآنیات پر ہونے والے کام کا جائزہ نامکمل رہے گا اگر اس زمانے میں قدیم کتب تفسیر اور علوم قرآنی پر ہونے والی تحقیق و تدوین، شرح و تحشیہ اور طباعت و اشاعت کے میدان میں ہونے والے کام کا مختصر تعارف نہ کرایا جائے۔

اس صدی میں تحقیق و تدوین کے میدان میں دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن کی قابل قدر خدمات ہیں۔ اس ادارہ نے مختلف علوم وفنون کے قدیم مصادر و مراجع کو تحقیق و تدوین کے ساتھ شائع کر کے انھیں سہل الحصول بنا دیا ہے۔ قرآنیات کے میدان میں بھی متعدد اہم مصادر کی تحقیق و اشاعت کا سہرا اس کے سر ہے۔ وہ کتابیں درج ذیل ہے:

۱۔ **نظم الدرر في تناسب الآيات والسور**: یہ علامہ برہان الدین ابوالحسن ابراہیم بن عمر البقاعی (م۸۸۵ھ/۱۴۸۰ء) کی مشہور تصنیف ہے۔ اس میں انھوں نے آیتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سورتوں کے باہمی ربط پر خوب داد تحقیق دی ہے۔ علم مناسبات آیات و سور پر یہ بہت اہم مرجع ہے۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف سے ۱۹۶۹ء۔ ۱۹۸۴ء کے دوران ۲۲ جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

۲۔ **نزهة الاعین النواظر فی علم الوجوه والنظائر**: یہ علامہ عبدالرحمٰن ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ/ ۱۲۰۱ء) کی تصنیف ہے۔ اس میں مفردات قرآنی کی تشریح کی گئی ہے۔ قرآن کا ایک لفظ کتنے معانی میں مستعمل ہوا ہے؟ اس کی وضاحت کے ساتھ قرآن سے مثالیں دی گئی ہیں۔ اس کی تصحیح و تعلیق کا کام ڈاکٹر مہرالنساء نے ڈاکٹر عبدالمعید خاں صدر شعبۂ عربی، جامعہ عثمانیہ کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے انجام دیا تھا۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف سے ۱۹۷۴ء/ ۱۳۹۴ھ) میں شائع ہوئی ہے۔

۳۔ **اعجاز البیان فی تاویل ام القرآن**: یہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے جو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے شاگرد، پروردہ اور خلیفہ ابوالمعانی محمد بن اسحاق صدرالدین قونوی رومی (م ۶۷۳ھ/ ۱۲۷۴ء) نے کی ہے۔ اس پر صوفیانہ رنگ غالب ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن انیسویں صدی کے اواخر (۱۳۰۱ھ/ ۱۸۹۳ء) اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۴۹ء/ ۱۳۶۸ھ میں شائع ہوا تھا۔

۴۔ **اعراب ثلاثین سورة من القرآن**: یہ کتاب لغت و ادب کے امام ابوعبداللہ الحسین بن احمد معروف بہ ابن خالویہ (م ۳۷۰ھ/ ۹۸۰ء) کی تصنیف ہے۔ اس میں قرآن کی تیس سورتوں کے اعراب سے بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب دائرۃ المعارف کی طرف سے مطبعۃ دارالکتب المصریہ سے ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کی تحقیق ڈاکٹر سالم کرنکوی نے کی ہے اور دائرۃ المعارف کے رفیق شیخ عبدالرحمٰن بن یحیٰی الیمانی نے اس پر نظر ثانی کی ہے اور آخر میں دارالکتب المصریہ کے رفیق عبدالرحیم محمود نے دارالکتب المصریہ میں محفوظ مزید ایک نسخہ سے اس کا موازنہ کیا ہے۔

۵۔ **الکهف والرقیم فی شرح بسم الله الرحمن الرحیم** از عبدالکریم الجیلی (م ۷۶۷۔ ۸۲۶ھ/ ۱۳۶۶۔ ۱۴۲۴ء) یہ ایک صوفیانہ تفسیر ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۱۸ء/ ۱۳۳۶ھ) میں شائع ہوا تھا، اس کی جو اشاعت مطبعۃ السعادۃ مصر سے ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء میں ہوئی تھی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دائرۃ المعارف کے نسخہ پر مبنی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دائرۃ المعارف سے اس کی اولین اشاعت ۱۹۰۸ء سے قبل ہوئی تھی۔

کسی ادارہ کے زیر سرپرستی ہونے والے ان کاموں کے علاوہ قدیم مصادر کی تصحیح و تحقیق کے بعض انفرادی کام بھی اس دور میں ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر تفسیرات احمدیہ شیخ احمد بن سعید معروف بہ ملا جیون جون پوری (۱۶۳۷-۱۸۱۸ء) کی مشہور تفسیر ہے۔ اس میں انھوں نے قرآن کی صرف ان آیتوں کی تشریح و توضیح کی جن سے کوئی فقہی حکم مستنبط ہوتا ہے، اس کی تصحیح و تنقیح کا کام مولانا عبداللطیف اور مولانا عبدالکریم نے انجام دیا ہے اور وہ ۱۳۴۹ھ/ ۱۹۳۰ء میں جید برقی پریس دہلی سے شائع ہوئی ہے۔

مولانا سعید انصاری نے مشہور معتزلی مفسر ابو مسلم اصفہانی کی مفقود اور نادر الوجود عقلی تفسیر کے اجزاء، جو امام رازی کی تفسیر کبیر میں موجود تھے، انھیں نہایت دیدہ ریزی سے مصحف کی ترتیب پر جمع کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۱ء میں تفسیر ابو مسلم اصفہانی کے نام سے البلاغ پریس کلکتہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۲۸) تحقیق کے میدان میں ایک اہم کام مشہور محقق مولانا امتیاز علی خاں عرشی کا ہے۔ انھوں نے رضا لائبریری رام پور میں محفوظ حضرت سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ/ ۷۷۷ء) کی تفسیر کے واحد نسخے کی انتہائی دیدہ ریزی کے ساتھ تصحیح، تحشیہ، تعلیق اور ترتیب کی خدمت انجام دی ہے۔ یہ کتاب ہندوستان پرنٹنگ ورکس رام پور سے ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء میں طبع ہوئی ہے۔ اسی کو دیکھ کر مشہور مستشرق منٹگمری واٹ نے کہا تھا کہ انگریز اس محنت و کاوش کو دیکھ کر دہشت میں رہ جائیں گے۔ (۲۹)

اس صدی میں ہمیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ/ ۱۳۲۸ء) اور ان کے شاگرد ابن قیم (م ۷۵۱ھ/ ۱۳۵۰ء) کی تفسیری کاوشوں کے جمع و تحقیق کا بھی رجحان نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں اوّلیت کا شرف مشہور عالم دین مولانا عبدالصمد شرف الدین (م ۱۹۹۶ء/ ۱۴۱۶ھ) کو حاصل ہے۔ انھوں نے قرآن کی چھ مختصر سورتوں: الاعلیٰ، الشمس، اللیل، العلق، البینۃ، الکافرون کی ابن تیمیہ کی تفسیر کے مخطوطے حاصل کر کے ان کی تصحیح و تعلیق کی اور ۱۹۵۴ء میں اپنے ادارہ الدار القیمۃ بمبئی سے مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام کے نام سے شائع کیا۔ مولانا اقبال احمد اعظمی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن تیمیہ کی کتابوں سے آیات قرآنی کی تفسیر و تشریح سے متعلق ان کی تحریریں جمع کی ہیں اور انھیں مصحف کی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۷۱ء میں مطبع علمی مالیگاؤں سے شائع ہوا ہے۔(۳۰) ابن تیمیہ کی تفسیر سورۃ الاخلاص، تفسیر آیت کریمہ لا الہ الا انت سبحانک (سورۃ الانبیاء، آیت ۸۷) اور تفسیر سورۂ نور کی تصحیح و تخریج کا کام ڈاکٹر عبدالعلی عبدالحمید ازہری نے انجام دیا ہے۔ یہ کتابیں الدار السلفیہ بمبئی سے بالترتیب ۱۹۸۶ء/۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۷ء/۱۴۰۷ھ اور ۱۹۸۸ء/ ۱۴۰۸ھ میں شائع ہوئی ہیں، امام ابن قیم کی مختلف کتابوں سے ان کے تفسیری اقوال جمع کرنے کی اہم خدمت مولانا محمد اویس نگرامی ندوی (م۱۹۷۶ء) نے انجام دی ہے۔ یہ کتاب محمد حامد الفقی رئیس جماعۃ انصار السنۃ المحمدیۃ مکہ مکرمہ کی تحقیق و تالیف کے ساتھ ۱۹۴۹ء/ ۱۳۶۸ھ میں مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ سے شائع ہوئی ہے۔(۳۱)

اس صدی میں اصول تفسیر پر شاہ ولی اللہ دہلوی (م۱۱۷۶ھ/۱۷۶۲ء) کی مشہور کتاب الفوز الکبیر پر متعدد اہل علم نے کام کیا ہے۔ یہ کتاب شاہ صاحب نے اصلاً فارسی زبان میں لکھی تھی، اس کا عربی ترجمہ مولانا محمد منیر دمشقی ازہری نے کیا تھا۔ (حروف مقطعات کی بحث کا ترجمہ مولانا اعزاز علی امروہوی (م۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء) نے کیا تھا)، اس کے بہت سے ایڈیشن دیوبند سے شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کا دوسرا شستہ اور سلیس ترجمہ مولانا سید سلمان حسینی ندوی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے کیا ہے۔ ساتھ ہی ذیلی عناوین کے اضافے سے اس کی افادیت میں اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا ہے۔ الفوز الکبیر کی ایک شرح مولانا سعید احمد پالن پوری استاد دارالعلوم دیوبند نے العون الکبیر فی حل الفوز الکبیر کے نام سے کی ہے یہ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ ایک دوسری شرح مولانا محمد اویس نگرامی ندوی کی ہے جس کا نام الخیر الکثیر فی شرح الفوز الکبیر ہے۔ یہ غیر مطبوعہ ہے(۳۲) اس پر اہل حدیث عالم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی (۱۹۰۹ـ ۱۹۸۷ء) کے ایک حاشیہ کا بھی سراغ ملتا ہے، لیکن اس کے شائع ہونے کی اب تک نوبت نہیں آسکی ہے۔(۳۳)

اس صدی کے بعض علماء نے علوم قرآنی پر علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ـ ۹۱۱ھ/ ۱۴۴۵ـ ۱۵۰۵ء) کی کتاب الاتقان فی علوم القرآن سے دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً اس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد رضا خاں قادریؒ (۱۲۷۳-۱۳۴۰ھ/ ۱۸۵۶-۱۹۲۱ء) نے ایک حاشیہ تحریر کیا ہے، (انھوں نے تفسیر کی دیگر کتابوں، مثلاً تفسیر بیضاوی، تفسیر بغوی، الدرالمنثور، تفسیر خازن اور عنایت القاضی پر بھی حاشیے لکھے ہیں) (۳۴) الاتقان پر مولانا حمیدالدین فراہی کے بھی مفید حواشی ہیں۔ یہ بھی قلمی صورت میں ہیں، البتہ ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی نے اپنے مقالے میں شائع کر کے انھیں قابل استفادہ بنا دیا ہے (۳۵) ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری استاد جامعہ سلفیہ بنارس و مدیر صوت الامۃ نے فتح المنان بتسہیل الاتقان کے نام سے اتقان کی تلخیص کی ہے۔ اس میں علوم القرآن پر ایک دوسری کتاب مناہل العرفان سے بعض مفید مباحث کا اضافہ کیا ہے۔ اس پر مولانا عزیز الرحمٰن سلفی کے قلم سے حواشی ہیں۔ (۳۶) علامہ سیوطی اور علامہ جلال الدین محلی کی تفسیر جلالین پر بھی کام ہوا ہے۔ اس سلسلے میں ایک قابل ذکر نام محمد سعداللہ بن غلام حضرت قندھاری کا ہے، جن کی شرح کشف المحجوبین عن خدی تفسیر الجلالین ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۳۱ء میں مطبع محمدی بمبئی سے شائع ہوئی ہے۔

ایک قدیم تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل نسفی (م۷۰۱ھ/۱۳۰۲ء) پر بھی اس صدی میں ہندوستان میں کام ہوا ہے۔ اس پر ایک ضخیم شرح شیخ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی (م۱۳۳۳ھ/ ۱۹۱۵ء) نے الاکلیل علی مدارک التنزیل کے نام سے سات ضخیم جلدوں میں کی ہے۔ یہ شرح بڑے سائز کے تقریباً ڈھائی ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں مطبع اکلیل المطابع بہرائچ، اترپردیش سے ہوئی تھی۔ (۳۷) تفسیر مدارک پر ایک حاشیہ مولانا عبدالہادی بھوپالی نے لکھا تھا۔ اس کا نام ہدایۃ المسالک فی حل تفسیر المدارک ہے۔ اس میں فاضل محشی نے ان باتوں کی تشریح کی ہے جن کا اصل تفسیر میں صرف حوالہ موجود ہے، یا اس میں اختصار ملحوظ رکھا گیا ہے۔ (۳۸)

اعجاز قرآن کے موضوع پر بعض قدیم کتابوں کی تحقیق و تصحیح کی خدمت پروفیسر عبدالعلیم (۱۹۰۶-۱۹۷۶ء) سابق وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے انجام دی ہے۔ انھوں نے عقیدہ اعجاز قرآن کی تاریخ کے موضوع پر برلن یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔ اپنے ریسرچ ورک کے دوران انھیں بعض اہم کتابیں مخطوطات کی شکل میں ملیں، انھیں بعد میں اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیق کے ساتھ شائع کروایا۔ چناں چہ رمانی (م ۳۸۴ھ/۹۹۴ء) کی کتاب النکت فی اعجاز القرآن ۱۹۳۴ء میں مکتبہ جامعہ دہلی سے اور خطابی (۳۱۹-۳۸۸ھ/۹۳۱-۹۹۸ء) کی البیان فی اعجاز القرآن ۱۹۵۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس سے شائع ہوئیں۔ نیز ایک مقالہ رأی الشریف المرتضٰی فی اعجاز القرآن کے عنوان سے مسلم یونیورسٹی جرنل، جلد ۲، شمارہ ۳، میں شائع ہوا۔ (۳۹)

سطور بالا میں بیسویں صدی میں تفسیر و علوم قرآنی کے میدان میں ہندوستان میں جو کام ہوا ہے اس کا مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔ اس میں مکمل و نامکمل تفاسیر، حواشی، قرآن اور علوم قرآنی سے متعلق طبع زاد تصانیف کے علاوہ قدیم تفاسیر و کتب کی تحقیق و تدوین، شرح و تحشیہ اور طباعت کے میدان میں ہونے والے کام کا بھی تذکرہ ہے۔ عین ممکن ہے کہ بہت سی کتابیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئی ہوں، لیکن اس مختصر اور ناقص تعارف سے بھی اس عہد میں ہونے والے کام کی اہمیت اور قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

○○○

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ عبدالمبین ندوی، مقالہ 'مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیری خدمات' در مجموعہ 'قرآن مجید کی تفسیریں چودہ سو برس میں'، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۹۵ء، ۳۰۱ - ۳۱۵ (آئندہ اس کا حوالہ 'ندوی' سے دیا جائے گا)

۲۔ اس کا دوسرا ایڈیشن مولانا امرتسری ہی کی حیات میں ۱۹۲۹ء میں آفتاب برقی پریس امرتسر سے شائع ہوا تھا۔ تیسرا ایڈیشن ادارہ احیاء السنۃ لاہور سے شائع ہوا ہے۔ سنہ طباعت غیر موجود۔

۳۔ ثناء اللہ امرتسری، تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، طبع لاہور، ص ۸

۴۔ ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ، اکتوبر ۱۹۲۹ء، ص ۳۱۵

۵۔ محمد سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، طبع اول ۱۹۷۳ء، ص ۳۰۲ (آئندہ حوالے قدوائی) محمد مستقیم سلفی، جماعت اہل حدیث کی تصنیفی خدمات، ادارۃ البحوث الاسلامیہ والدعوۃ والافتاء، الجامعۃ السلفیہ بنارس، طبع دوم ۱۹۹۲ء، ص ۱۹

۶۔ قدوائی، ص ۱۴۰-۱۴۱، سلفی، ص ۳۱

۷۔ ظفر الاسلام، کتابیات فراہی، ادارہ علوم القرآن، علی گڑھ ۱۹۹۱ء، ص ۳۶

۸۔ مولانا فراہیؒ کے غیر مطبوعہ سرمایہ میں سورۂ آل عمران کی چند آیات کی تفسیر بھی ملتی ہے، لیکن ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی کی تحقیق یہ ہے کہ یہ مولانا مرحوم کی ابتدائی تحریروں میں سے ہے، دیکھیے مقالہ 'تصانیف فراہی کا غیر مطبوعہ سرمایہ' در مجموعہ مقالات فراہی سمینار بعنوان 'علامہ حمید الدین فراہی حیات و افکار' دائرہ حمیدیہ سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء، ص ۶۱۔ (آئندہ حوالے: اجمل اصلاحی)

۹۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام نے کتابیات کی بعض کتابوں کی مدد سے اس فہرست میں تین مطبوعہ اجزاء تفسیر کا اضافہ کیا ہے: تفسیر سورۂ حشر، تفسیر سورۂ فلق اور تفسیر سورۂ ناس، دیکھیے کتابیات فراہی، ص ۳۹-۳۴۔ واضح رہے کہ ان اجزائے تفسیر کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۔ دیکھئے تفسیر نظام القرآن، امام حمید الدین فراہی، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر، اعظم گڑھ، طبع ۱۹۹۶ء، حواشی بر صفحات ۷۹، ۹۲، ۱۷۷، ۲۰۰، ۲۱۰، ۲۹۷، ۳۴۵، ۳۵۵، ۳۹۶، ۴۸۸۔

۱۱۔ سورۂ اعلیٰ سے متعلق افادات فراہی کا اردو ترجمہ مولانا محمد فاروق خاں کے قلم سے ششماہی مجلہ علوم القرآن، ج ۴، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۱۹۸۹ء، میں شائع ہوا۔

۱۲۔ رسائل الامام الفراہی فی علوم القرآن، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر اعظم گڑھ، طبع دوم، ۱۹۹۱ء، حاشیہ از جامع، ص ۱۷۷

۱۳۔ شائع شدہ از دار الکتب پشاور، پاکستان، ۱۹۹۴ء

۱۴۔ اجمل اصلاحی، ص ۶۱-۶۲

۱۵۔ سلطان احمد اصلاحی: مقالہ 'مولانا حمید الدین فراہی کے غیر مطبوعہ قرآنی حواشی'، ششماہی مجلہ علوم القرآن ج ۵، شمارہ ۱، جنوری تا جون ۱۹۹۰، ص ۶۷

۱۶۔ اشرف علی تھانوی، مکمل بیان القرآن، تاج پبلشرز دہلی، ۱۹۷۸ء، طبع دوم، ص ج-و (آئندہ حوالے: تھانوی)

۱۷۔ اجمل اصلاحی، حوالہ سابق، ص ۵۹-۶۰، ابھی کچھ عرصہ قبل حکمت قرآن کا اردو ترجمہ دائرہ حمیدیہ سے شائع ہو گیا ہے، مزید ملاحظہ کیجیے اول الذکر پانچ کتابوں کے موضوعات اور ان کی ضرورت و اہمیت پر مفردات القرآن، مطبوعہ دائرہ حمیدیہ سرائے میر ۱۳۵۸ھ کے شروع میں روابط الکتب الخمسۃ کے زیر عنوان اور موخر الذکر سات کتابوں کے بارے میں حکمۃ القرآن کی ابتداء میں 'روابط الکتب السبعۃ' کے زیر عنوان مولانا فراہی کی تحریریں۔

۱۸۔ اجمل اصلاحی، حوالہ سابق، ص ۶۰

۱۹۔ تفسیر نظام القرآن، مصنف کے مختصر حالات زندگی از مولانا امین احسن اصلاحی، ص ۲۱

۲۰۔ تھانوی، اول، ص الف

۲۱۔ تھانوی، اول، ص ۶۰-۱۸۲

۲۲۔ قدوائی، ص ۲۹۰-۲۹۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۳۔ قدوائی، ص ۲۹۹

۲۴۔ قدوائی، ص ۳۰۵-۳۰۶

۲۵۔ قدوائی، ص ۲۹۲-۲۹۳

۲۶۔ قدوائی، ص ۲۸۴-۲۸۷

۲۷۔ قدوائی، ص ۲۴۹-۲۹۸

۲۸۔ ڈاکٹر محمد یونس نگرامی ندوی، ہندوستان میں عربی علوم و فنون کے ممتاز علما اور ان کی علمی خدمات (۱۸۵۷-۱۹۷۴ء) طبع لکھنؤ ۱۹۷۹ء، ص ۸۰، (آئندہ، نگرامی)

۲۹۔ نگرامی، ص ۸۶

۳۰۔ نگرامی، ص ۸۷

۳۱۔ امام ابن القیم، التفسیر القیم، جمعہ الشیخ محمد اویس الندوی، تحقیق و تعلیق محمد حامد الفقی، مطبعۃ السنۃ المحمدیہ مکہ المکرمہ، ۱۹۴۹ء، مقدمہ الجامع، ص ۶

۳۲۔ نگرامی، ص ۸۴-۸۵

۳۳۔ سلفی، ص ۳۳

۳۴۔ حاشیہ الاتقان ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶ء میں ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی سے اور حاشیہ تفسیر بغوی ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں مرکزی مجلس رضا لاہور سے شائع ہو گئے ہیں، بقیہ حواشی قلمی صورت میں ہیں۔ دیکھیے محمود حسن کا تحقیقی مقالہ برائے ایم فل 'مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان و ادب میں خدمات' (غیر مطبوعہ) پیش کردہ شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۱۹۹۰ء

۳۵۔ شائع شدہ ششماہی مجلہ علوم القرآن، علی گڑھ، ج ۱، ش ۱، جولائی دسمبر ۱۹۸۵ء

۳۶۔ سلفی، ص ۳۴

۳۷۔ قدوائی، ۲۰۹-۲۱۴

۳۸۔ قدوائی، ص ۲۱۵-۲۱۶

۳۹۔ رئیس فاطمہ، مقالہ 'پروفیسر عبدالعلیم - ایک عہد ساز شخصیت' در کتاب 'علیم صاحب' از پروفیسر محمد سالم قدوائی، ادارہ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ طبع اول ۱۹۹۵ء، ص ۱۳۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی میں
حروفِ مقطعات کے مباحث

قرآن کریم کی انتیس سورتوں کے آغاز میں مفرد یا مرکب حروف آئے ہیں۔ ان حروف کو ملا کر لکھا جاتا ہے، لیکن انھیں پڑھا الگ الگ جاتا ہے۔ اسی لیے انھیں 'حروف مقطعات' کہا جاتا ہے۔ سورتوں کے آغاز میں ہونے کی وجہ سے انھیں فواتح السور کا بھی نام دیا گیا ہے۔ قدیم سے قدیم یا جدید سے جدید، ہر کتابِ تفسیر میں حروف مقطعات پر بحث ملتی ہے۔ ترتیبِ مصحف میں سورۂ بقرہ وہ پہلی سورت ہے جس کا آغاز حروف مقطعات (الــــم) سے ہوا ہے۔ ہر مفسر نے عموماً اس سورہ کی تفسیر میں حروف مقطعات پر بحث کرنا اپنی ذمہ داری سمجھی ہے۔ بعض مفسرین نے حروفِ مقطعات والی انتیسوں سورتوں کے آغاز میں ان پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ علوم قرآن، اعجاز قرآن اور علومِ بلاغت کے موضوع پر کتابوں میں بھی ان پر مبسوط بحثیں ملتی ہیں۔ کچھ مقالات بھی لکھے گئے ہیں اور راقم کی معلومات کی حد تک کم از کم دو مستقل کتابیں اس موضوع پر تصنیف کی گئی ہیں۔ (۱)

راقم السطور نے اپنے مطالعے کو بیسویں صدی کی چند مشہور اور متداول تفسیروں تک محدود رکھا ہے۔ یہ مطالعہ ناقص ہے۔ اس کے دائرے کو وسعت دینے سے بحث وتحقیق کے کچھ نئے باب وا ہو سکتے اور قطعی نتائج مستنبط کیے جا سکتے ہیں۔ حاصلِ مطالعہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ گیارہ سو سال قبل امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) نے حروفِ مقطعات سے متعلق سلف کے جتنے اقوال جمع کر دیے ہیں، بعد کے مفسرین ان پر کوئی قابلِ ذکر اضافہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکے ہیں۔ بلکہ انھوں نے ان میں سے کسی قول کو ترجیح دے کر زیادہ تفصیل اور وضاحت سے بیان کردیا ہے۔ بیسویں صدی کی کتب تفسیر کا بھی اس معاملے میں استثناء نہیں ہے۔

اسرارِ الٰہی؟

حروف مقطعات کے سلسلے میں ایک بحث قدیم سے یہ اٹھتی رہی ہے کہ یہ اسرارِ الٰہی میں سے ہیں، جن تک بندوں کی رسائی ممکن نہیں، یا ان سے معانی کا استنباط کیا جاسکتا ہے؟ خلفائے اربعہؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، شعبیؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ کی جانب ان کے اسرارِ الٰہی ہونے کا قول منسوب ہے۔ بعض قدیم مفسرین مثلاً ابو حیانؒ اور سیوطیؒ (۲) نے انھیں 'متشابہات' قرار دیا ہے، جن کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ بیسویں صدی کے متعدد مفسرین نے یہ نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے سورۃ البقرہ کے شروع میں حروف مقطعات 'الـم' کے ذیل میں لکھا ہے:

> ''ان حروف کے معانی سے عام لوگوں کو اطلاع نہیں دی گئی۔ شاید رسول اللہ ﷺ کو بتلا دیا گیا ہو، کیوں کہ اللہ و رسول نے اہتمام کے ساتھ وہی باتیں بتلائی ہیں جن کے نہ جاننے سے کوئی حرج دین میں واقع ہوتا ہو اور ان کے نہ جاننے سے کوئی حرج نہ تھا، اس لیے ہم کو بھی ایسے امور کی تفتیش نہ کرنی چاہیے۔'' (۳)

بقیہ سورتوں کے حروف مقطعات پر تقریباً ہر جگہ مولانا تھانویؒ نے قوسین میں اس طرح کا جملہ لکھا ہے: ''اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں۔''

مفتی محمد شفیعؒ سورۂ بقرہ کے شروع میں لکھتے ہیں:

> ''جمہور صحابہ و تابعین اور علمائے امت کے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ حروف رموز و اسرار ہیں جس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کو نہیں، اور ہوسکتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو اس کا علم بطور ایک راز کے دیا گیا ہے جس کی تبلیغ امت کے لیے روک دی گئی ہے۔ اسی لیے آں حضرت ﷺ سے ان حروف کی تفسیر و تشریح میں کچھ منقول نہیں۔'' (۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورۂ آل عمران میں لکھتے ہیں:

''الم تو متشابہات قرآنیہ میں سے ہے جس کے معنیٰ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے۔''(۵)

سورۃ الاعراف کے حروف مقطعات (المص) پر لکھتے ہیں:

''اس کے معنیٰ تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ایک راز ہے جس پر امت کو اطلاع نہیں دی گئی، بلکہ اس کی جستجو کو بھی منع کیا گیا ہے۔''(٦)

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے اپنے تفسیری حواشی میں صرف سورۃ البقرۃ کے ذیل میں چند جملے لکھے ہیں:

''ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں۔ ان کے اصلی معنیٰ تک اوروں کی رسائی نہیں، بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور اس کے رسول کے درمیان، جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا، اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اس سے صرف تمثیل وتنبیہ وتسہیل مقصود ہے، یہ نہیں کہ مرادِ حق تعالیٰ یہ ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر تغلیط کرنا محض شخصی رائے ہے جو تحقیقِ علماء کے بالکل خلاف ہے۔''(۷)

پیر محمد کرم شاہ سجادہ نشین بھیرہ شریف نے بھی صرف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں حروف مقطعات کے بارے میں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''الف. لام. میم. مفسرین کرام نے ان حروف کی تشریح کرتے ہوئے متعدد اقوال تحریر فرمائے ہیں۔ میرے نزدیک احسن قول یہ ہے کہ الم اور دیگر حروف مقطعات سرّ بین اللہ ورسولہ، یہ وہ راز ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان ہیں۔''(۸)

مولانا سید احمد حسنؒ (م ۱۳۳۸ھ) فرماتے ہیں:

''حروف مقطعات کی تفسیر میں خلفائے اربعہ اور علمائے سلف کا یہی قول ہے کہ مثل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

آیات متشابہات کے ہیں۔ ان کے معنیٰ اور نازل فرمانے کا مقصد خدا ہی کو خوب معلوم ہے۔"(۹)

مولانا محمد لقمان سلفی نے تفسیر سورۂ بقرہ میں حروف مقطعات کے معنیٰ و مفہوم کے بارے میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں، جن میں "پہلا مذہب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے۔ اس کا معنیٰ کسی کو معلوم نہیں۔"(۱۰)

مولانا سلفی نے بعض حروف مقطعات کے ذیل میں مفسرین کے اقوال ذکر کیے ہیں، لیکن بیش تر مقامات پر یہی لکھا ہے کہ "ان کا مقصودِ اصلی صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔"(۱۱)

مولانا صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

"انھیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف۔ ان کے معنیٰ کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ واللہ اعلم بمرادہ۔"(۱۲)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے یہ نقطۂ نظر پیش کیا ہے کہ حروف مقطعات کے حقیقی معنیٰ متعین کرنے کا ہمارے پاس کوئی قطعی ذریعہ نہیں ہے، لہٰذا ان کی تحقیق میں سرگرداں ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

"جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس دور کے اسالیبِ بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور سے معروف تھا...... بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بنا پر مفسرین کے لیے ان کے معانی متعین کرنا مشکل ہو گیا، لیکن یہ ظاہر ہے کہ نہ تو ان حروف کا مفہوم سمجھنے پر قرآن سے ہدایت حاصل کرنے کا انحصار ہے اور نہ یہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص ان کا معنیٰ نہ جانے گا تو اس کے راہِ راست پانے میں کوئی نقص رہ جائے گا۔ لہٰذا ایک عام ناظر کے لیے کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ ان کی تحقیق میں سرگرداں ہو۔"(۱۳)

اس نقطۂ نظر پر بعض حضرات کی جانب سے اعتراض کیا گیا تو مولانا نے اس کی یہ وضاحت کی:

"یہ حروف چوں کہ خطیبانہ بلاغت کی شان رکھتے ہیں اور ان میں کوئی خاص حکم یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی خاص تعلیم ارشاد نہیں ہوئی ہے، اس لیے اگر آدمی ان کا مطلب نہ سمجھ سکے تو اس کا یہ نقصان نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو جاننے سے یا کسی تعلیم کا فائدہ اٹھانے سے محروم رہ گیا۔ لہٰذا جب ان کے معنی متعین کرنے کے لیے کوئی اصول ہاتھ نہیں آتا اور کوئی مستند تشریح بھی نہیں ملتی تو خواہ مخواہ تکلف سے معنی پیدا کرنے اور تیر تکّے لڑانے کی ضرورت نہیں۔ ان کی صحیح مراد خدا پر چھوڑ دیجیے اور کتاب کی ان آیات پر تدبر شروع کر دیجیے جنھیں سمجھنے کے ذرائع ہمارے پاس ہیں۔" (۱۴)

ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اب یہ سوال کہ اتنے کثیر مقامات پر قرآن مجید میں ایسے حروف کا استعمال، جن کے معنی اب ٹھیک ٹھیک متعین نہیں ہو سکتے، اس کتاب کے عربی مبین ہونے میں قادح تو نہیں ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے معنی معلوم نہ ہونے سے اس ہدایت میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا جو انسان کو قرآن میں دی گئی ہے۔ اگر اس میں کوئی ادنیٰ سا خلل بھی واقع ہونا ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود ان کی تشریح فرما دیتا یا رسول اللہ ﷺ یہ فریضہ انجام دیتے۔" (۱۵)

اس اشکال کی وضاحت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے یوں کی ہے:

"یہ اعتراض کہ قرآن کے مخاطب جب ہم ہیں تو ان حروف کو بھی ہمارے لیے قابل فہم ہونا لازمی ہے، کچھ زیادہ باوقعت وباوزن نہیں۔ قرآن مجید کے اندر اور جتنے مضامین و مطالب ہیں کیا وہ سب ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آگئے ہیں؟ یا کائناتِ خارجی میں جو کچھ موجود ہے کیا ان موجودات میں سے سب کا مصرف بڑے سے بڑے فاضلوں اور محققوں کی بھی سمجھ میں آگیا ہے؟" (۱۶)

حروف مقطعات کے معانی؟

دوسری طرف بہت سے مفسرین نے حروف مقطعات سے معانی کا استنباط کیا ہے۔ قدیم کتبِ تفسیر میں یہ معانی صحابیٔ رسول حضرت ابن عباسؓ کی جانب منسوب ہیں۔ بیسویں صدی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مفسرین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی اردو تفسیر "تفسیر ثنائی" (۱۷) میں ان معانی کو ترجمۂ قرآن میں شامل کیا ہے۔ مثلاً:

(الم) میں ہوں اللہ بڑے علم والا

(الر) میں ہوں دیکھتا

(طٰہٰ) اے بندۂ خدا

(طسم) میں ہوں بڑی پاکی والا، سلامتی والا، مالک

انھوں نے اپنی عربی تفسیر "تفسیر القرآن بکلام الرحمن" (۱۸) میں بھی تمام حروف مقطعات کے ذیل میں ان کے معانی بیان کیے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر احمد کا ایک ترجمۂ قرآن نظر سے گزرا ہے۔ اس میں ان حروف مقطعات کے معانی ترجمۂ قرآن میں شامل کیے گئے ہیں۔ (۱۹)

ان مفسرین نے بیش تر حروف مقطعات کا اطلاق ذات باری پر کیا ہے۔ ایک صاحب (۲۰) تو بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔ ان کے نزدیک جملہ حروف مقطعات آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب گرامی ہیں جن کے ذریعے خداوند عالم آپؐ کو مخاطب کرتا تھا۔ مثلاً:

(الم) امین، لَیِّن القلب، مرسل

(طس) طاہر، سید

(حم) حامل قرآن، محمد و رحمہ کیا ہوا

(یٰس) یا سید

اسمائے سور

مفسرین کا ایک طبقہ حروف مقطعات کو اسمائے سور قرار دیتا ہے۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ "یہ اکثر متکلمین اور خلیل و سیبویہ کا قول ہے۔" (۲۱) قاضی عبدالجبار معتزلیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (۲۲) متاخرین میں سر سیدؒ (۲۳) اور محمد عبدہؒ (۲۴) نے بھی یہی نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ بیسویں صدی کے مفسرین میں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا امین اصلاحیؒ بھی انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سورتوں کے نام قرار دیتے ہیں۔ مولانا آزاد نے حروف مقطعات کے بارے میں اپنی ناتمام تفسیر میں صرف سورۂ بقرہ کی تفسیر میں یہ جملہ لکھا ہے:

''ان حروف کو ان سورتوں کا نام یا عنوان سمجھنا چاہیے جن میں ان کے مطالب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔''(۲۵)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

''یہ جس سورہ میں بھی آئے ہیں، بالکل شروع میں اس طرح آئے ہیں جس طرح کتابوں، فصلوں اور ابواب کے شروع میں ان کے نام آیا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان سورتوں کے نام ہیں۔ قرآن نے جگہ جگہ ذلک اور تــلک کے ذریعہ ان کی طرف اشارہ کرکے ان کے نام ہونے کو اور واضح کردیا ہے۔ حدیثوں سے بھی ان کا نام ہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔''(۲٦)

یہاں مولانا نے ان حدیثوں کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے جن سے حروف مقطعات کا اسمائے سور ہونا ثابت ہوتا ہے۔

جہاں تک ان ناموں کے معانی کا تعلق ہے، مولانا اصلاحیؒ کے نزدیک ''ان کے بارے میں کوئی قطعی بات کہنا بڑا مشکل ہے...... بہرحال اہل عرب اس طرح کے ناموں سے نامانوس نہیں تھے...... ان میں یہ اہتمام بھی ضروری نہیں تھا کہ اسم اور مسمّیٰ میں کوئی معنوی مناسبت پہلے سے موجود ہو، بلکہ یہ نام ہی بتاتا تھا کہ یہ نام اس مسمّیٰ کے لیے وضع ہوا ہے۔''(۲۷)

مولانا اصلاحی مزید فرماتے ہیں:

''جب ایک شے کے متعلق یہ معلوم ہوگیا کہ یہ نام ہے تو پھر اس کے معنی کا سوال سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا، کیوں کہ نام سے اصل مقصود مسمّیٰ کا اس نام کے ساتھ خاص ہوجاتا ہے نہ کہ اس کے معنی۔ کم از کم فہم قرآن کے نقطۂ نظر سے ان ناموں کے معانی کی تحقیق کی تو کوئی خاص اہمیت ہے نہیں۔ بس اتنی بات ہے کہ چوں کہ یہ نام اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے ہیں اس وجہ سے آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ ضرور یہ کسی نہ کسی مناسبت کی بنا پر رکھے گئے ہوں گے۔''(۲۸)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا فراہیؒ کا نقطۂ نظر

حروف مقطعات کے سلسلے میں مولانا اصلاحیؒ کے نقطۂ نظر کے تسلسل میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے 'استاذ امام' مولانا حمید الدین فراہیؒ کا نقطۂ نظر بھی بیان کر دیا جائے۔

مولانا فراہیؒ کا نظریہ یہ ہے کہ عربی زبان کے حروف عبرانی سے لیے گئے ہیں اور عبرانی کے یہ حروف ان حروف سے ماخوذ ہیں جو عرب قدیم میں رائج تھے۔ یہ حروف آواز کے ساتھ معانی اور اشیاء پر بھی دلیل ہوتے تھے اور جن معانی یا اشیاء پر وہ دلیل ہوتے تھے عموماً انہی کی صورت و ہیئت پر لکھے بھی جاتے تھے۔ ان حروف کے معانی کا علم اب اگرچہ مٹ چکا ہے، تاہم بعض حروف کے معنی اب بھی معلوم ہیں اور ان کے لکھنے کے ڈھنگ میں بھی ان کی قدیم شکل کی کچھ نہ کچھ جھلک پائی جاتی ہے، مثلاً 'الف' کے متعلق معلوم ہے کہ وہ گائے کے معنی بتاتا تھا اور گائے کے سر کی صورت ہی پر لکھا جاتا تھا۔ 'ط' سانپ کے معنی میں آتا تھا اور لکھا بھی کچھ سانپ ہی کی شکل پر جاتا تھا۔ 'م' پانی کی لہر پر دلیل ہوتا تھا اور اس کی شکل بھی لہر سے ملتی جلتی بنائی جاتی تھی۔ مولانا نے اپنے نظریے کی تائید میں سورہ 'ن' کو پیش کیا ہے۔ حرف 'ن' اب بھی اپنے قدیم معنی میں بولا جاتا ہے۔ اس کے معنی مچھلی کے ہیں اور جو سورہ اس نام سے موسوم ہوئی ہے اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر صاحب الحوت (مچھلی والے) کے نام سے آیا ہے۔ مولانا اس نام کو پیش کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے ذہن قدرتی طور پر اس طرف جاتا ہے کہ اس سورہ کا نام 'نون' (ن) اسی وجہ سے رکھا گیا ہے کہ اس میں صاحب الحوت (یونس علیہ السلام) کا واقعہ بیان ہوا ہے، جن کو مچھلی نے نگل لیا تھا۔ پھر کیا عجب کہ بعض دوسری سورتوں کے شروع میں جو حروف آئے ہیں وہ بھی اپنے قدیم معانی اور سورتوں کے مضامین کے درمیان کسی مناسبت ہی کی بنا پر آئے ہوں۔ (۲۹)

مولانا فراہیؒ کا نظریہ پیش کرنے سے پہلے مولانا اصلاحیؒ نے لکھا ہے: "ان حروف پر ہمارے پچھلے علماء نے جو رائیں ظاہر کی ہیں ہمارے نزدیک وہ تو کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہیں ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ذکر کرنا کچھ مفید نہ ہوگا۔" (۳۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر مولانا فراہی کا نظریہ بیان کرنے کے بعد یہ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک اس کی حیثیت ابھی تک ایک نظریہ سے زیادہ نہیں ہے۔ جب تک تمام حروف کے معنیٰ کی تحقیق ہوکر ہر پہلو سے ان ناموں اور ان سے موسوم سورتوں کی مناسبت واضح نہ ہوجائے اس وقت تک اس پر ایک نظریہ سے زیادہ اعتماد کرلینا صحیح نہیں ہوگا۔'' (۳۱)

جب کسی مضبوط بنیاد پر مبنی نہ ہونے کی بنا پر متقدمین کی آراء کا تذکرہ کچھ مفید نہیں تو محض ایک نظریہ ہونے کے باوجود مولانا فراہی کی رائے کے ذکر میں افادیت کا کون سا پہلو نکل سکتا ہے؟

ادواتِ تنبیہ

علامہ رشید رضا مصریؒ نے حروفِ مقطعات کو 'ادوات تنبیہ' قرار دیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ اہلِ عرب سامعین کو مخاطب کے لیے 'الا' یا 'ھـــا' جیسے کلمات کا استعمال کرتے تھے۔ قرآن میں اس مقصد کے لیے حروف مقطعات آئے ہیں جو ان کلمات سے زیادہ قوی اور موثر ہیں۔ (۳۲) ان کے ذریعے مشرکین کو متنبہ اور چوکنا کیا گیا، تاکہ وہ اللہ کا کلام سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہوجائیں۔ حروف مقطعات والی تمام سورتیں مکی ہیں۔ سوائے البقرہ اور آل عمران کے کہ وہ مدنی ہیں، لیکن ان میں اہلِ کتاب کو دعوت دی گئی ہے۔ ان تمام سورتوں میں کتاب اللہ کا ذکر اور وحی و نبوت کا اثبات ہے۔ (۳۳)

متقدمین میں علامہ ابن جریر طبریؒ نے اس قول کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ (۳۴) علامہ ابن کثیرؒ نے اسے ان کے حوالے سے مختصر ذکر کرکے ضعیف قرار دیا ہے۔ (۳۵) شیخ رشید رضاؒ فرماتے ہیں کہ ''اس توجیہ کو میں نے جتنی اچھی طرح بیان کیا ہے اور جس طرح اس حکمت کی وضاحت کی ہے اگر اسے ابن کثیرؒ دیکھ لیتے تو اسے ضعیف نہ قرار دیتے۔'' (۳۶)

اعجازِ قرآن کی دلیل

قدیم اور جدید بہت سے مفسرین نے حروف مقطعات کو اعجاز قرآن سے مربوط کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فواتح سور ایک حرف، دو حروف، تین حروف، چار حروف اور پانچ حروف پر مشتمل ہیں۔ اسی طرح عربی زبان کے الفاظ بھی یک حرفی، دو حرفی، سہ حرفی، چہار حرفی اور پنج حرفی ہوتے ہیں۔ سورتوں کے شروع میں ان حروف سے قرآن کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے سامعین کی توجہ اس جانب مبذول کرنی مقصود ہے کہ ان کے سامنے تلاوت کیا جانے والا قرآن انہی حروف سے مرکب ہے جن سے وہ اپنا کلام بناتے ہیں۔ اس کے باوجود اس جیسا کلام پیش کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔

اس قول کو متقدمین میں طبریؒ، زمخشریؒ، بیضاویؒ، رازیؒ، ابن کثیرؒ، قرطبیؒ، ابن تیمیہؒ، مزیؒ، فراءؒ، قطربؒ اور مبردؒ وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

بیسویں صدی کے مفسرین میں سید قطب شہیدؒ نے اپنی تفسیر میں اس نقطۂ نظر کو پورے زور اور قوت سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے حروف مقطعات کی انتیس سورتوں میں یہ بات لکھی ہے۔ (۳۷)

محمد علی صابونیؒ نے اپنی کتابوں صفوة التفاسیر (۳۸) اور قبس من نور القرآن الکریم (۳۹) میں اس نقطۂ نظر کی حمایت کی ہے۔

ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطئؒ نے اپنی تصنیف الاعجاز البیانی للقرآن الکریم میں اس موضوع پر بہت مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ ان کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

۱- فواتح کا آغاز سورۂ قلم سے ہوا جو مکی عہد کی ابتدا میں نازل ہوئی تھی۔ پھر مکی عہد کے وسط میں نازل ہونے والی سورتوں میں کثرت سے فواتح آئے ہیں۔ اس وقت قرآن کے بارے میں مشرکین کا مجادلہ شدت اختیار کر گیا تھا۔ قرآن کی آیتیں انھیں چیلنج کرتی رہیں کہ اس کے مثل یا اس کی ایک سورت کے مثل لا کر دکھائیں، مگر وہ اس سے عاجز رہے، یہاں تک کہ مدنی عہد کے اوائل میں نازل ہونے والی سورتوں میں معجزۂ قرآن کی صداقت پر اتمام حجت کرنے کے بعد مجادلہ کو ختم کر دیا گیا۔

۲- قرآن کی جس سورت کا بھی آغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے اس میں قرآن کا اثبات اور اس کے اللہ کی جانب سے ہونے کا تذکرہ ہے اور مجادلہ کرنے والوں کے دعوؤں کا ابطال ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ فواتح سے شروع ہونے والی اکثر سورتیں اس مرحلہ میں نازل ہوئیں جب مشرکین کی سرکشی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی اور وہ وحی کو افتراء، سحر، شعر اور کہانت پر محمول کر رہے تھے۔ اس وقت قرآن نے انھیں چیلنج کیا کہ وہ سب یکجا ہو کر اور جنوں سے بھی مدد لے کر قرآن کے مثل ایک سورت یا دس سورتیں یا اس جیسا کلام گھڑ کر پیش کریں اگر ان کا دعویٰ ہے کہ محمد (ﷺ) نے انھیں گھڑ کر اور اپنی طرف سے بنا کر پیش کیا ہے۔ وہ سب لاجواب رہ گئے اور قرآن کے مثل ایک سورت بھی پیش نہ کر سکے، جب کہ قرآن عربی مبین میں تھا۔ اس کے الفاظ انہی کی زبان کے تھے، اس کے حروف انہی کی لغت کے حروف تھے، وہ حروف جنھیں تنہا یا مرکب ٹکڑے ٹکڑے کر کے پڑھا جائے تو کوئی معنی نہیں دیتے، لیکن جب قرآن میں اپنی متعین جگہ پہنچتے ہیں تو اس کے معجزانہ بیان کا راز آشکارا ہوتا ہے۔ (۴۰)

کیا حروفِ مقطعات کا اسلوب اور ان کے معانی معروف تھے؟

حروف مقطعات کے سلسلے میں ایک بحث یہ کی گئی ہے کہ کیا ان کے اسلوب اور معانی اہلِ عرب کے نزدیک معروف تھے؟ متقدمین میں قاضی ابوبکر ابن العربیؒ (۴۱) اور متاخرین میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ مولانا مودودی نے لکھا ہے:

> ''جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس دور کے اسالیبِ بیان میں اس طرح کے حروفِ مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ چناں چہ اب بھی کلامِ جاہلیت کے جو نمونے محفوظ ہیں ان میں اس کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ اس استعمالِ عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستاں نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو، بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے مراد کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی ﷺ کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ یہ بے معنیٰ حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں کی ابتداء میں بولتے ہو۔ اور یہی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ صحابۂ کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ سے ان کے معنیٰ پوچھے ہوں۔'' (۴۲)

''کلامِ جاہلیت میں محفوظ مثالوں'' کی نشان دہی کی درخواست کی گئی تو مولانا مودودیؒ نے دو اشعار درج کیے، مگر حروف مقطعات ان کے آغاز میں نہیں، بلکہ آخر میں ہیں۔ (۴۳)

مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں:

''جہاں تک ان حروف کا تعلق ہے، یہ اہل عرب کے لیے کوئی بے گانہ چیز نہ تھے...... اگر نام رکھنے کا یہ طریقہ کوئی ایسا طریقہ ہوتا جس سے اہلِ عرب بالکل ہی نامانوس ہوتے تو وہ اس پر ضرور ناک بھوں چڑھاتے اور ان حروف کی آڑ لے کر کہتے کہ جس کتاب کی سورتوں کے نام تک کسی کی سمجھ میں نہیں آسکتے اس کے ایک کتاب مبین ہونے کے دعوے کو کون تسلیم کرسکتا ہے۔ قرآن پر اہلِ عرب نے بہت سے اعتراضات کیے اور ان کے یہ سارے اعتراض قرآن نے نقل بھی کیے ہیں۔ لیکن ان کے اس طرح کے کسی اعتراض کا کوئی ذکر نہیں کیا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ناموں میں ان کے لیے کوئی اجنبیت نہیں تھی۔'' (۴۴)

لیکن شیخ محمد علی صابونیؒ کا کہنا ہے کہ یہ اسلوب اہلِ عرب کے نزدیک غیر معروف تھا۔ ں بات کو وہ اعجازِ قرآن سے جوڑتے ہیں۔ اپنی کتاب صفوۃ التفاسیر میں لکھتے ہیں:

"ابتداء السورة بالحروف المقطعة (الم) وتصديرها بهذه الحروف الهجائية يجذب أنظار المعرضين عن هذالقرآن، اذ يطرق اسماعهم لأول وهلة ألفاظ غير مألوفة في تخاطبهم، فينتبهوا الى ما يلقى اليهم من آيات بينات." (۴۵)

(اس سورت کا آغاز حروفِ مقطعات سے ہوا ہے۔ ان حروف تہجی سے سورت کا آغاز قرآن سے اعراض کرنے والوں کی نگاہوں کو متوجہ کرتا ہے۔ اس لیے کہ اول وہلہ میں ان کے کانوں سے ایسے الفاظ ٹکراتے ہیں جو ان کی بول چال میں معروف نہیں ہیں۔ اس طرح قرآن کی جو روشن آیات ان کے سامنے پیش کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہیں ان کی طرف وہ متوجہ ہو جاتے ہیں)

یہی بات شیخ صابونیؒ نے اپنی کتاب قبس من نور القرآن الکریم میں بھی لکھی ہے۔(۴۶)

حروف مقطعات اور مستشرقین

بیسویں صدی میں حروف مقطعات کے سلسلے میں ایک نظریہ مستشرقین نے پیش کیا تھا۔ نولدیکی Noldeke (۱۸۳۶-۱۹۳۰ء) اور شوالی Schwally (۱۸۶۳-۱۹۱۹ء) نے تاریخ القرآن میں اس نظریہ کا اظہار کیا کہ حروف مقطعات قرآن کا جز نہیں، بلکہ اس میں اضافہ ہیں۔ یہ ان صحابہ کے ناموں کے ابتدائی یا آخری حروف ہیں جن کے پاس خاص خاص قرآنی سورتوں کے نسخے تھے۔ مثلاً سعد بن عبادہ: س، مغیرہ: م، عثمان بن عفان: ن، ابو ہریرہ: ہ بعد میں ان مصنفین نے اس نظریہ سے رجوع کرلیا تھا۔ البتہ مستشرقین میں سے بہل Buhl (۱۸۵۰-۱۹۳۲ء) اور ہرشفیلڈ Hirschfeld (۱۸۵۴-۱۹۳۴ء) نے اس نقطۂ نظر کی پرزور حمایت کی۔ لیکن بلاشیر Blachere (ولادت ۱۹۱۰ء) لوتھ Loth اور بویر Bauer نے اس نظریہ کو بعید از عقل اور نا قابل تسلیم قرار دیا ہے۔(۴۷)

شیخ رشید رضا مصریؒ نے اس نظریہ کو بعض ملاحدۂ مصر کی جانب منسوب کیا ہے۔(۴۸)

بیسویں صدی کے حوالے سے حروف مقطعات کا یہ ایک ناقص مطالعہ ہے، جس میں عموماً اردو کتبِ تفسیر اور خاص طور پر چند عربی کتبِ تفسیر کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ انگریزی کتب تفسیر سے مطلق تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اس کے ذریعے حروف مقطعات کے سلسلے میں اہم رجحانات سے واقفیت حاصل کرنے میں کچھ مدد مل سکے گی۔ وما توفیقی الا باللہ

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ حروف مقطعات پر دستیاب کتب و مقالات کی تفصیل درج ذیل ہے:

کتب:

- رحیم بخش، حروف مقطعات کے اشارات و کنایات، لاہور (بدون تاریخ)
- اختیار حسین نیازی، مفتاح المقطعات، گیلانی پبلی کیشنز، کراچی ۱۹۹۳ء

مقالات:

- حروف مقطعات، بدر الدین اصلاحی، الاصلاح، دائرہ حمیدیہ، سرائے میر اعظم گڑھ اکتوبر ۱۹۳۷ء، ص ۳۵-۴۲
- حروف مقطعات، سید غلام احمد تسخیر، میثاق، لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۱-۳۶
- حروف مقطعات کی امتیازی خصوصیات، ابومسعود حسن علوی، المیزان، اسلام آباد شمارہ ۲، جنوری-مارچ ۱۹۹۸ء، ص ۶۹-۸۹

۲۔ جلال الدین السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، المطبعۃ الازہریۃ مصر، ۱۹۲۵ء، ۸/۲

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی، مکمل بیان القرآن، تاج پبلشرز دہلی، ۱۹۷۸ء، ۲/۱

۴۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۹۳ء، ۱/۷، مزید ملاحظہ کیجیے، ۴۹۹/۴ (سورۂ یونس)

۵۔ حوالہ سابق ۱۴/۲

۶۔ حوالہ سابق ۵۱۵/۳

۷۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس، مدینہ منورہ، ص ۳

۸۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۹ء، ۲۹/۱

۹۔ مولانا سید احمد حسن، احسن التفاسیر، مکتبہ فیض عام دہلی، سنہ طبع ندارد، ۷/۱

۱۰۔ مولانا محمد لقمان السلفی، تیسیر الرحمن لبیان القرآن، علامہ ابن باز اسلامک اسٹڈیز سینٹر، مشرقی چمپارن، بہار، ۲۰۰۱ء، ۱۶/۱

۱۱۔ حوالہ سابق، ۶۰۱/۱، ۶۶۸، ۷۰۴، ۷۲۱، ۷۳۸ وغیرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۲۔ تفسیر المنار، ۱۱/۱۴۲ (تفسیر سورۂ یونس)

۳۳۔ حوالہ سابق، ۸/۲۹۶ (تفسیر سورۃ الاعراف)

۳۴۔ محمد بن جریر طبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (تفسیر طبری) دارالمعارف مصر، ۱/۲۱۰

۳۵۔ اسماعیل بن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر)، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر ۱۹۳۷ء، ۱/۳۷

۳۶۔ تفسیر المنار، ۸/۳۰۳

۳۷۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، دارالشروق جدہ، ۱/۳۸، ۳۶۴، ۳/۲۵۴، ۱۷۵۹، ۴/۱۸۵۱، ۱۹۷۰، ۲۰۴۳، ۲۰۸۵، ۲۱۲۵، ۲۳۰۱، ۲۳۳۷، ۵/۲۵۸۴، ۲۶۲۶، ۲۶۷۵، ۲۷۱۹، ۲۷۵۶، ۲۷۸۳، ۲۸۰۴، ۲۹۵۸، ۳۰۰۶، ۳۰۶۸، ۳۱۰۷، ۳۱۳۹، ۳۱۷۶، ۳۲۰۷، ۳۲۲۱، ۶/۳۲۵۴، ۳۳۵۷، ۳۶۵۴

۳۸۔ شیخ محمد علی صابونی، صفوۃ التفاسیر، دارالقرآن الکریم، بیروت، ۱۴۰۲ھ، ۱/۳۲_۳۳، ۳۳۵، ۵۷۱ وغیرہ

۳۹۔ شیخ محمد علی صابونی، قبس من نور القرآن الکریم، دارالقلم دمشق، ۱۴۰۶ھ، ۱/۵/۱۰، ۱۰۱، ۲۲۶، ۶/۵۱، ۷/۷۰، ۱۱۸، ۹/۲۰۷، ۱۰/۵۵، ۱۱/۱۰، ۱۲/۷۹، ۹۹، ۱۵/۳۲

۴۰۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی، الاعجاز البیانی للقرآن الکریم، اردو ترجمہ بنام قرآن کریم کا اعجاز بیان، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۱۹۹۹ء، ص ۱۷۲، ۲۳۴

۴۱۔ بحوالہ اتقان، ۲/۱۱

۴۲۔ تفہیم القرآن، ۲/۴۹

۴۳۔ رسائل و مسائل، ۲/۶۹ — ۷۰

۴۴۔ تدبر قرآن، ۱/۸۲-۸۳

۴۵۔ صفوۃ التفاسیر، ۱/۳۱

۴۶۔ قبس من نور القرآن، ۱/

۴۷۔ صبحی صالح، علوم القرآن، اردو ترجمہ غلام احمد حریری، تاج کمپنی، دہلی، ۱۹۸۸ء، ص ۳۴۳-۳۴۵

۴۸۔ تفسیر المنار، ۱۱/۱۴۲ (تفسیر سورۂ اعراف)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مولانا سید سلیمان ندوی اور
مفرداتِ قرآنی کی لغوی تحقیق

علامہ سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء) کے علمی سرمایہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علوم اسلامیہ میں ان کی خدمات کا خصوصی میدان سیرت و سوانح اور تاریخ ہے۔ سیرت النبی کے نام سے ان کا سلسلۂ سیرت اپنے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے، جس کی دنیا کی کسی زبان میں نظیر نہیں ملتی۔ خطبات مدراس اور رحمتِ عالم بھی اسی زریں سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ سیرت عائشہ، حیات مالک، خیام اور حیات شبلی وغیرہ سوانحی ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاریخ ارض القرآن میں قرآن میں مذکور مقامات کا تاریخی جغرافیہ اور اقوام اور مذاہب کی مجمل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا موضوع بھی تاریخ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنیات میں ان کی خدمات سیرت اور تاریخ کے مقابلے میں کسی طرح بھی کم اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کا خاص میدان قرآنیات کا ہے۔

اپنے استاذ علامہ شبلی نعمانی (م۱۹۱۴ء) کی سرپرستی اور تربیت میں سید صاحب نے جب قلم سنبھالا اور الندوہ کے سبب ایڈیٹر کی حیثیت سے مضامین و مقالات لکھنے شروع کیے تو ان میں سے متعدد مقالات قرآنیات کے موضوع پر تھے۔ ان میں قضا و قدر اور قرآن، القرآن والفلسفۃ الجدیدہ، مسئلۂ ارتقاء، اور قرآن مجید، مکررات القرآن، اور اسماء القرآن خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد کچھ عرصہ سید صاحب نے الہلال میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ساتھ کام کیا۔ اس مدت میں انھوں نے دیگر موضوعات کے ساتھ قرآنیات پر بھی متعدد اہم مقالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مولانا سید سلیمان ندوی اور مفرداتِ قرآنی کی لغوی تحقیق

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) کے علمی سرمایہ پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ علوم اسلامیہ میں ان کی خدمات کا خصوصی میدان سیرت و سوانح اور تاریخ ہے۔ سیرت النبی کے نام سے ان کا سلسلۂ سیرت اپنے موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے، جس کی دنیا کی کسی زبان میں نظیر نہیں ملتی۔ خطبات مدراس اور رحمتِ عالم بھی اسی زریں سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ سیرتِ عائشہ، حیات مالک، خیام اور حیات شبلی وغیرہ سوانحی ادب سے تعلق رکھتی ہیں۔ تاریخ ارض القرآن میں قرآن میں مذکور مقامات کا تاریخی جغرافیہ اور اقوام اور مذاہب کی مجمل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کا موضوع بھی تاریخ ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآنیات میں ان کی خدمات سیرت اور تاریخ کے مقابلے میں کسی طرح بھی کم اہمیت کی حامل نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کہنا بھی بے جا نہ ہوگا کہ ان کا خاص میدان قرآنیات کا ہے۔

اپنے استاذ علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء) کی سرپرستی اور تربیت میں سید صاحب نے جب قلم سنبھالا اور الندوہ کے سبب ایڈیٹر کی حیثیت سے مضامین و مقالات لکھنے شروع کیے تو ان میں سے متعدد مقالات قرآنیات کے موضوع پر تھے۔ ان میں قضا و قدر اور قرآن، القرآن والفلسفۃ الجدیدہ، مسئلۂ ارتقاء، اور قرآن مجید، مکررات القرآن، اور اسماء القرآن خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد کچھ عرصہ سید صاحب نے الہلال میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ساتھ کام کیا۔ اس مدت میں انھوں نے دیگر موضوعات کے ساتھ قرآنیات پر بھی متعدد اہم مقالات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریر کیے۔ الہلال سے رابطہ منقطع ہو جانے کے بعد انھوں نے پونہ کالج میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ اس عرصہ میں اپنے استاد علامہ شبلی کے مشوروں اور ہدایات کی روشنی میں تاریخ ارض القرآن کے نام سے اپنی معرکہ آرا کتاب تالیف کی۔ علامہ شبلی کی جانشینی اختیار کرنے کے بعد سید صاحب نے اپنے آپ کو سیرت النبی کی تکمیل کے لیے وقف کر دیا تھا۔ سیرت النبی کا موضوع اگرچہ بظاہر سیرت ہے، لیکن اربابِ تحقیق جانتے ہیں کہ اس کا بڑا حصہ قرآنی تحقیقات پر مشتمل ہے۔ سید صاحب کے نزدیک سیرت نبوی عبارت ہے اس بات سے کہ نبی کون ہے؟ اور کیسا پیغام لایا ہے؟ سیرت النبی کی جلدوں میں انھوں نے انھی دونوں باتوں کی وضاحت کی ہے۔ دوسرے جزء کی توضیح و تشریح میں ان کا اہم مرجع قرآن کریم رہا ہے۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ سیرت النبی میں سید صاحب ایک سیرت نگار کے ساتھ ساتھ مفسر قرآن اور ماہر قرآنیات کی حیثیت سے بھی نظر آتے ہیں۔

قرآنیات کے سلسلہ میں سید صاحب کے کام کے متعدد پہلو ہیں۔ انھوں نے سیرت کے مختلف ادوار اور واقعات کی تحقیق میں قرآنی آیات سے استشہاد و استدلال کیا ہے، قرآن کی روشنی میں اسلام اور پیغمبر اسلام کی تعلیمات کی دل نشیں تشریح و توضیح کی ہے اور آیات قرآنی کی تفسیر و تاویل کی خدمت انجام دی ہے۔ اس ضمن میں ان کی ایک اور خدمت انتہائی اہم ہے اور وہ ہے قرآنی الفاظ و اصطلاحات کی لغوی تحقیق۔

مفردات قرآنی کی تحقیق کا کام نزول قرآن کے زمانے سے اب تک ہر دور میں ہوتا رہا ہے۔ محدثین کرام نے اپنی کتابوں میں جا بجا الفاظ قرآن کی لغوی تحقیق بیان کی ہے۔ صحیح بخاری اس کی بہترین مثال ہے، جس کے تراجم ابواب میں اس موضوع پر کافی مواد موجود ہے۔ پھر مفسرین کرام نے اس کا باضابطہ اہتمام کیا۔ مفردات قرآنی پر بہت سی مستقل تصانیف بھی لکھی گئی ہیں۔ ایسی کتابوں کا نام 'غریب القرآن' رکھا جاتا تھا۔ سید صاحب نے اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب تو تصنیف نہیں کی، لیکن ان کی تصانیف میں اس سلسلہ میں اتنا زیادہ مواد بکھرا ہوا ہے کہ انھیں اکٹھا کر دینے سے ایک ضخیم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

الفاظ ، خواہ وہ کسی زبان کے ہوں، ان کی لغوی تحقیق سید صاحب کا ایک پسندیدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع ہے۔ اردو زبان میں استعمال ہونے والے کتنے الفاظ ہیں جن کی سید صاحب نے اپنی تصانیف میں تحقیق کی ہے، ان کا ماخذ بتایا ہے، ان کے اشتقاق کی جانب اشارہ کیا ہے اور دوسری زبانوں میں ان کے ہم معنی الفاظ کی نشان دہی کی ہے۔ ڈاکٹر سید حامد حسین نے اردو الفاظ کی سلیمانی تحقیقات کو کتابی صورت میں مرتب کر کے سلیمانیات کے باب میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ اسی انداز سے عربی الفاظ کی تحقیقاتِ سلیمانی کو بھی مرتب کیا جا سکتا ہے۔

قرآنی الفاظ کی تحقیق کرتے وقت سید صاحب کے پیش نظر تمام متداول تفاسیر اور عربی کتبِ لغت رہتی تھیں۔ انھوں نے خاص طور پر تفاسیر میں تفسیر طبری، تفسیر کبیر اور روح المعانی اور عربی کتبِ لغت میں لسان العرب اور تاج العروس اور راغب اصفہانی کی مشہور کتاب المفردات فی غریب القرآن کے حوالے دیئے ہیں لیکن وہ محض مقلد اور نقال کبھی نہیں رہے، بلکہ ان میں تحقیقی شان نظر آتی ہے۔

آئندہ سطور میں مفردات قرآنی کی تحقیق سلیمانی کے چند پہلوؤں کی جانب اشارہ کیا جا رہا ہے۔

اعلام القرآن کی تحقیق

مفراوت قرآنی کے سلسلہ میں سید صاحب کا ایک قابل قدر کام قرآن پاک میں مذکور شخصیات، اقوام، قبائل، مذاہب اور اصنام وغیرہ کی لغوی تحقیق ہے۔ اس سلسلہ میں کافی مواد ان کی شاہکار تصنیف 'تاریخ ارض القرآن' میں موجود ہے۔ مثال کے طور پر ان میں عرب، عاد، ثمود، مدین، اصحاب الحجر، عدن، جرہم، حمیر، تبع، ابراہیم، اسمٰعیل، قریش، مجوس، صابی، حنیف، لات، عزیٰ، مناۃ، بعل، سواع، یعوق، یغوث، نسر اور دیگر بہت سے الفاظ کی تحقیق ملتی ہے۔ سید صاحب نے ان الفاظ کے غیر عربی ماخذ (Origin) کی جانب بھی اشارہ کیا ہے۔ الفاظ کس طرح ارتقا اور تبدیلی کے مراحل سے گزرتے ہوئے موجودہ صورت میں پہنچتے ہیں؟ اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے۔ مثال کے طر پر انھوں نے 'بعل' کے سلسلہ میں لکھا ہے:

"یہ دیوتا شام کا معبود تھا۔ قرآن مجید نے بھی اسی ضمن میں اس کا ذکر کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعل کے لغوی معنی قوت کے ہیں۔اسی سے مجازاً آقا کے معنیٰ اوراس کے بعد شوہر کے معنیٰ میں یہ لفظ مستعمل ہوا ہے۔ چناں چہ دوسرے معنیٰ میں یہ لفظ قرآن میں بہ کثرت آیا ہے۔عرب کا مشہور دیوتا ہبل، جو قریش کا خدائے اعظم تھا، اسی بعل کی تحریف ہے۔عبرانی میں ھ کلمہ تعریف ہے۔بعل کو وہ ھُبَـعَـل کہتے تھے۔ عمرو بن لحی شام کے دیوتاؤں کو جب عرب لے کر چلا تو مکہ پہنچتے پہنچتے ھُبَعَل کی صورت ھبل سے بدل گئی۔''(۱)

لفظ 'اسمٰعیل' کی یہ تحقیق پیش کی ہے:

''اسمٰعیل عبرانی میں شماع ایل ہے۔شماع (سماع) سننا اور ایل (اللہ)۔لفظی معنی خدا کا سننا۔خدا نے چوں کہ ابراہیم کی دعا اور ہاجرہ کی فریاد سنی اس لیے بچہ کا نام شماعیل پڑا۔''(۲)

اصطلاحات کی تحقیق

قرآن کریم میں ایسے بہت سے الفاظ ہیں جن کے معانی یوں تو لغت کے اعتبار سے کچھ اور ہیں، لیکن قرآن میں انھیں کسی قدر مختلف اور مخصوص معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔اس طرح انھیں اصطلاحات کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے۔مثلاً عبادت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، قنوت، خشوع، تبتّل، تضرّع، تسبیح، جہاد، توکل، صبر، شکر، احسان، فضل، وحی، تقویٰ وغیرہ۔سید صاحب نے ان تمام الفاظ کی تحقیق کی ہے اوران کے لغوی و اصلاحی معانی کی وضاحت کی ہے۔یہاں صرف ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔لفظ 'تقویٰ' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تقویٰ اصل میں وقویٰ ہے۔عربی زبان میں اس کے لغوی معنیٰ بچنے، پرہیز کرنے اور لحاظ کرنے کے ہیں، لیکن وحی محمدی کی اصطلاح میں یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ حاضر و ناضر ہونے کا یقین پیدا کرکے دل میں خیر و شر کی تمیز کی خلش اور خیر کی طرف ہمیشہ رغبت اور شر سے نفرت پیدا کردیتی ہے۔دوسرے لفظوں میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ضمیر کے اس احساس کا نام ہے جس کی بنا پر ہر کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں خدا کے حکم کے مطابق عمل کرنے کی شدید رغبت اور اس کی مخالفت سے شدید نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات کہ تقویٰ اصل میں دل کی اس کیفیت کا نام ہے، قرآن پاک کی اس آیت سے ظاہر ہے جو ارکان حج کے بیان کے موقع پر ہے:

وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ. (الحج: ۳۲)

اور جو شعائر الٰہی کی تعظیم کرتا ہے تو وہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ تقویٰ کا اصلی تعلق دل سے ہے اور وہ سلبی کیفیت (بچنا) کے بجائے ایجابی اور ثبوتی کیفیت اپنے اندر رکھتا ہے۔ وہ امور خیر کی طرف دلوں میں تحریک پیدا کرتا اور شعائر الٰہی کی تعظیم سے ان کو معمور کرتا ہے۔" (۳)

دیگر الفاظ کی تحقیق

اعلام اور اصطلاحات کے علاوہ دیگر بہت سے الفاظ کی بھی سید صاحب نے تحقیق پیش کی ہے۔ انھوں نے ہر لفظ کے لغوی معنی بیان کیے ہیں۔ نیز اس معنی کی نشان دہی کی ہے جس میں وہ قرآن میں استعمال ہوا ہے۔ اس طرح کی دو مثالیں یہاں بیان کی جاتی ہیں:

سورۂ انشراح کی آیت ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (آیت:۱) یہ تعبیر قرآن کریم میں دیگر مقامات پر بھی اختیار کی گئی ہے۔ شرح صدر کی وضاحت سید صاحب یوں فرماتے ہیں:

"شرح کے لغوی معنی عربی میں چیرنے پھاڑنے کے ہیں۔ اسی سے طب کی اصطلاح علم تشریح اور تشریح اجسام نکلی ہے۔ چوں کہ چیرنے اور پھاڑنے سے اندر کی چیز کھل کر نمایاں ہو جاتی ہے، اس لیے اس سے تشریح امر اور تشریح کلام، شرح بیان اور شرح کتاب وغیرہ مجازی معنی پیدا ہوتے ہیں۔ اسی سے ایک اور محاورہ شرح صدر کا پیدا ہوا ہے جس کے معنی سینہ کھول دینے کے ہیں اور کلام عرب میں اس سے مقصود بات کا سمجھا دینا اور اس کی حقیقت کا واضح کر دینا ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں یہ محاورہ بکثرت استعمال ہوا ہے۔" (۴)

سورۂ الفتح کی آخری آیت ۲۹ یہ ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اس میں "اشداء" کی تحقیق سید صاحب یوں پیش کرتے ہیں:

"أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ کا یہ ترجمہ کہ وہ کافروں پر سخت ہیں، اس معنی میں نہیں کہ وہ کافروں کے ساتھ سنگ دلی، بے رحمی اور بداخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں بلکہ اس معنی میں ہے کہ یہ مسلمان اپنی ہمت، استقلال، باہمی اتحاد اور شدت ایمان کے سبب سے ایسے سخت ہیں کہ کفار ان سے مرعوب ہیں اور مقابلہ میں مسلمان ان پر ایسے بھاری ہیں کہ کفار ان پر حملہ کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے...... علامہ زمخشری نے کشاف میں، ابن حیان اندلسی نے البحر المحیط میں، قاضی بیضاوی نے انوار التنزیل میں اس آیت کے وہی معنی قرار دیئے ہیں جو سورۂ مائدہ کی اس آیت کے ہیں: أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ (آیت: ۵۴)...... لسان العرب میں ہے: ورجل شديد، قوى، والجمع اشداء۔ قرآن پاک میں أَشَدُّ قُوَّةً، أَشَدُّ تَثْبِيتًا، أَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا وغیرہ متعدد آیتوں میں استعمال ہوا ہے اور ہر جگہ قوی اور مضبوط کے معنی میں آیا ہے۔" (۵)

غیر عربی زبانوں کے حوالے

مفردات قرآنی کی تحقیق میں سید صاحب نے غیر عربی زبانوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اگر کسی لفظ کا ماخذ غیر عربی ہے تو اس کی جانب اشارہ کیا ہے، جیسا کہ اوپر بعض مثالیں گزریں۔ اسی طرح اگر ایک لفظ یا اس سے ملتے جلتے الفاظ دیگر زبانوں میں پائے جاتے ہیں تو ان کی تفصیلات بھی بیان کی ہے۔ مثلاً لفظ 'جن' کی لغوی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مخلوقات الٰہی کی ایک صنف کا نام "جن" ہے۔ اہل لغت کہتے ہیں کہ عربی میں جن کا لفظ جِنٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی چھپنے اور چھپانے کے ہیں چونکہ یہ مخلوق انسانوں کی آنکھوں سے عموماً مستور رہتی ہے اس لیے اس کو جن کہتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ یہ لفظ اسی معنی میں یا اسی کے قریب قریب مختلف قوموں کی زبانوں میں پایا جاتا ہے۔ فرنچ میں جینی Genee اور انگریزی میں Genei

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی مفہوم میں ہے جس میں عربی میں جنی، دیو، بھوت، پریت ہے۔ لاطینی میں جینوس Geniws اور جینی Genii وہ مفہوم رکھتا ہے جو ہمارے یہاں ہم زاد کا ہے اور روح نوعی کے معنی میں بھی یہ لفظ رومی اساطیر (میتھالوجی) میں مستعمل ہوا ہے۔ فارسی میں 'جان' کے معنی مطلق روح کے ہیں۔ بہر حال دنیا کی قوموں میں یہ اعتقاد کسی نہ کسی حیثیت سے موجود رہا ہے کہ انسانوں کے سوا اس سطح ارضی پر ایک اور غیر مرئی مخلوق بھی موجود ہے۔" (۶)

اشعار سے استدلال

بسا اوقات سید صاحب نے کسی لفظ کے معنی کی تعیین و تحقیق کرتے ہوئے اشعار جاہلیت سے بھی استدلال کیا ہے اور اس طرح بعض ایسے نادر نکتے پیش کیے ہیں جن تک عموماً مفسرین کی نظر نہیں گئی۔ مثلاً سورۂ اسراء کی آیت ہے:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوداً. (آیت: ۷۸)

سید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ اس آیت میں نماز کے اوقاتِ پنج گانہ بیان کر دیے گئے ہیں۔ اس آیت میں ایک لفظ دُلوک ہے۔ مفسرین میں سے کچھ نے اس سے زوال کا وقت اور کچھ نے غروب کا وقت مراد لیا ہے۔ (۷) سید صاحب نے لکھا ہے کہ اس ایک لفظ دلوک سے نماز کے تین اوقات کا علم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

"دلوک کے اصلی معنی جھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ دُلُوكِ الشَّمْسِ یعنی آفتاب کے جھکنے سے کیا مراد ہے؟ اور اہل عرب اس کو کن معنوں میں بولتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ عربی میں اس لفظ کا اطلاق تین اوقات یا آفتاب کی تین حالتوں پر ہوتا ہے (۱) زوال پر (۲) مقابل نقطۂ نگاہ سے آفتاب کے ہٹ جانے پر (۳) اور غروب آفتاب پر۔ اور جب آیت مذکورہ میں یہ کہا گیا کہ آفتاب کے دلوک (جھکاؤ) پر نماز پڑھو تو ان تینوں 'دلوکات' یعنی آفتاب کے تینوں جھکاؤ پر ایک ایک نماز لازم آئی۔ غرض یہ ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوج کمال پر پہنچنے کے بعد جب آفتاب ڈھلنا شروع ہوتا ہے تو اس کے تین دلوک یا جھکاؤ ہوتے ہیں۔ ایک نقطۂ سمت الرأس سے، دوسرا نقطۂ مقابل سے اور تیسرا دارۂ افق سے۔ پہلا ظہر کا وقت ہے، دوسرا عصر کا اور تیسرا مغرب کا۔" (۸)

دلوک کے اس معنیٰ کی تائید میں انھوں نے درج ذیل دو اشعار پیش کیے ہیں:

ھذا مقام قدمی رباح ۔۔۔ ذبب حتی دلکت براح

"یہ وہ جگہ ہے جہاں لڑائی میں رباح کے دونوں قدم جمے تھے۔ اس نے دشمنوں سے اپنی عزت کی حفاظت کی، یہاں تک کہ سورج ہتھیلی سے جھک گیا۔"

والشمس قد کادت تکون دنفا ۔۔۔ ادفعھا بالراح کی تزحلفا

"اور آفتاب قریب تھا کہ بیمار ہو کر دبلا ہو جائے۔ میں اس کو ہتھیلی سے ہٹاتا تھا تاکہ وہ ہٹ جائے۔"

ان اشعار سے استدلال یہ کیا ہے کہ 'دلوک' کا لفظ آفتاب کے ہر جھکاؤ پر بولا جاتا ہے۔" (۹)

استقراء سے مدد

قرآنی الفاظ کے معانی کی تعیین میں سید صاحب نے استقراء سے بہت زیادہ مدد لی ہے۔ وہ ایک لفظ کے تمام مواقعِ استعمال اپنے پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کی روشنی میں اس لفظ کا صحیح مفہوم متعین کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کوشش کو تفسیر القرآن بالقرآن کا نام دیا جا سکتا ہے۔ مثلاً سورۂ معارج میں ہے: وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (آیت ۲۵) محروم کی تشریح میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے۔ بعض اس شخص کو محروم کہتے ہیں جس کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ کسی نے اس کے ظاہر معنیٰ لیے ہیں، یعنی وہ شخص جو دولت سے محروم ہو۔ کوئی اس کے معنیٰ متعفف کے لیتا ہے۔ (۱۰) لیکن سید صاحب فرماتے ہیں کہ "صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد وہ مصیبت زدہ ہے جس کی کمائی یا کھیتی پر کوئی آسمانی افتاد پڑ گئی ہو اور اب وہ دوسروں کی مدد کا محتاج ہو گیا ہو۔" مزید فرماتے ہیں: "اسی معنیٰ کی تائید اہلِ لغت اور بعض اہل تفسیر کے بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قرآن پاک سے ہوتی ہے۔'' پھر حاشیہ میں لکھتے ہیں: ''دیکھو لسان العرب، لفظ محروم و معارف اور تفسیر ابن جریر میں سورۂ ذاریات و معارج کی آیت مذکورہ اور سورۂ قلم میں اصحاب الجنہ کے قصے میں مَحْرُوْمُوْنَ اور سورہ واقعہ میں بل مَحْرُوْمُوْنَ کے معنی۔'' (۱۱)

دوسری مثال: لَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیلاً وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیلاً (فاطر: ۴۳) ایسی تمام آیات میں ''سُنَّۃَ اللّٰہِ'' کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ اس کی وضاحت سید صاحب یوں فرماتے ہیں:

''وہ فریق جو خرقِ عادت اور خلافِ اسباب و علل کے محال ہونے پر قرآن مجید کی ان آیتوں سے استدلال کرتا ہے جن میں سنت الٰہی کے عدم تبدیل کا ذکر ہے، درحقیقت دانستہ یا نادانستہ مفہومِ قرآن مجید کی تحریف کا مجرم ہے۔ قرآن مجید میں سنت الٰہی کا ایک خاص مفہوم ہے اور اسی اصطلاحِ خاص میں یہ لفظ کئی جگہ قرآن مجید میں مستعمل ہوا ہے۔ خیر و شر، حق و باطل، نور و ظلمت اور ظلم و انصاف جب باہم ٹکراتے ہیں تو بالآخر اللہ تعالیٰ خیر کو شر پر، حق کو باطل پر، نور کو ظلمت پر اور انصاف کو ظلم پر فتح اور کامیابی عطا کرتا ہے۔ گنہ گار اور مجرم قومیں جب حق کی دعوت قبول نہیں کرتیں اور پند و موعظت ان کے لیے موثر نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان قوموں پر اپنا عذاب نازل کرتا ہے اور وہ بالآخر بجلی کی کڑک، آسمان کی گرج، زلزلہ کی تھرتھراہٹ، آندھی کی گڑگڑاہٹ، دریا کے طوفان، پہاڑ کی آتش فشانی یا دشمن کی تلوار سے ہلاک و برباد ہو جاتی ہیں۔ یہ سنتِ الٰہی ہے جو ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی اور اس میں کبھی کوئی فرق پیدا نہ ہوگا۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے اسی مفہوم میں آیا ہے'' (۱۲)

سید صاحب نے آگے قرآن میں 'سُنَّۃَ اللّٰہِ' کے استعمالات دکھائے ہیں۔

یہ چند مثالیں اس بات کا ثبوت پیش کرنے کے لیے کافی ہیں کہ قرآنیات میں سید صاحب کی قابلِ قدر خدمات ہیں اور خاص طور پر ان کی مفرداتِ قرآنی کی تحقیقات انتہائی اہم ہیں اور ان سے فہمِ قرآن میں بہت مدد ملتی ہے۔

✪✪✪

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ سید سلیمان ندوی: ارض القرآن، مطبع معارف، ۱۹۵۶ء، جلد دوم، ص ۲۲۹-۲۳۰

۲۔ ارض القرآن، جلد دوم، ص ۴۳

۳۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، مطبع معارف، ۱۹۸۰ء، جلد پنجم، ص ۳۱۶

۴۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد سوم، ص ۴۹۹

۵۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد ششم، ۱۹۷۹ء، ص ۱۷۰-۱۷۱

۶۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد سوم، ۱۹۸۰ء، ص ۵۴۷

۷۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر ۱۹۳۷ء، ۳/۵۳-۵۴ اور دیگر تفسیریں

۸۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد پنجم، ص ۹۳

۹۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد پنجم، ص ۹۴-۹۶

۱۰۔ دیکھئے تفسیر ابن کثیر ۴/۲۳۴ اور دیگر تفسیریں

۱۱۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد ششم، ص ۳۰۲

۱۲۔ سید سلیمان ندوی: سیرت النبی، جلد سوم، ص ۲۷۷-۲۷۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر 'تدبر قرآن' میں کلام عرب سے استشہاد

قرآن کریم 'عربی مبین' میں نازل ہوا ہے۔ ارشادات الٰہی کی ترسیل و ابلاغ کے لیے عربی زبان، اس کے اسالیب، محاورے، تعبیرات، استعارات اور کنایات استعمال کیے گئے ہیں۔ اس لیے معانیٔ قرآن کے صحیح فہم کے لیے ان کی معرفت انتہائی ضروری ہے۔ صحابۂ کرام اہل زبان ہونے کی بنا پر فطری طور سے کتاب اللہ کا مفہوم عموماً بآسانی سمجھ لیتے تھے اور اگر وہ کسی بنا پر کسی آیت کو سمجھنے میں کچھ دشواری محسوس کرتے تھے تو شارح قرآن سے براہِ راست استفادہ ان کی مشکل کو آسان بنا دیتا تھا۔

کچھ عرصہ کے بعد جب دائرۂ اسلام میں غیر عرب بھی بڑی تعداد میں داخل ہوئے اور دوسری طرف عجمی اثرات سے عربی زبان بھی خالص نہیں رہ گئی تو فہم قرآن میں دشواریاں پیدا ہونے لگیں۔ قرآن کے بہت سے الفاظ غریب اور نامانوس ہو کر رہ گئے اور اس کے استعارات و تعبیرات کے ادبی محاسن پر پردہ پڑ گیا۔ اس وقت غریب القرآن کے صحیح معنیٰ کی وضاحت اور مشکلات القرآن کے حل کے لیے کلام عرب اور بالخصوص جاہلی شاعری کی طرف رجوع کی ضرورت اور زیادہ محسوس کی گئی۔

کلامِ عرب سے استشہاد کا رجحان ابتدائی صدیوں میں

آیاتِ قرآنی کی تشریح و توضیح میں کلام عرب سے استشہاد کا رجحان عہد صحابہ ہی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیدا ہوگیا تھا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کو کثرت سے اشعار یاد تھے اور وہ ان سے حسب موقع استدلال کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا:

یا ایھا الناس علیکم بدیوانکم شعر الجاھلیة فان فیه تفسیر کتابکم و معانی کلامکم. (۱)

''لوگو! جاہلیت کے اشعار یاد کیا کرو۔ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معانی ہیں۔''

حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کے کسی لفظ کا مفہوم دریافت کیا جاتا تو وہ اس کی وضاحت کے ساتھ تائید میں شعر بھی پیش کرتے تھے۔ (۲) ان کا قول ہے:

الشعر دیوان العرب، فاذا خفی علینا الحرف من القرآن الذی انزله الله بلغة العرب رجعنا الی دیوانھا، فالتمسنا معرفة ذلک منه. (۳)

''شاعری عربوں کا دیوان (علمی سرمایہ) ہے۔ قرآن جسے اللہ نے عربی زبان میں نازل کیا ہے اگر اس کا کوئی حرف ہم پر مخفی رہ جاتا ہے تو ہم عربی شاعری کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس کے واسطے سے اسے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔''

ان کے شاگرد حضرت عکرمہؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ انھوں نے فرمایا:

اذا سألتمونی عن غریب القرآن فالتمسوہ فی الشعر، فان الشعر دیوان العرب. (۴)

''تم لوگ غریب القرآن کے بارے میں مجھ سے دریافت کرتے ہو (اس کے بجائے) اسے اشعار کے ذریعے سمجھنے کی کوشش کرو، اس لیے کہ شاعری عربوں کا دیوان (علمی سرمایہ) ہے۔''

ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ سے نافع بن الازرق نے قرآن کے تقریباً دو سو الفاظ کے معنیٰ دریافت کیے۔ انھوں نے ان کی وضاحت کی اور بطور شواہد اشعار پیش کیے۔ یہ سوالات و جوابات 'مسائل ابن الازرق' کے نام سے مشہور ہیں۔ (۵)

آیات قرآنی کی تفسیر و تشریح میں کلام عرب سے استفادہ و استشہاد عہد صحابہؓ کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی جاری رہا۔ ابوبکر ابن الانباریؒ فرماتے ہیں:

قد جاء عن الصحابة والتابعين كثير الاحتجاج على غريب القرآن ومشكله بالشعر. (٦)

''صحابہ اور تابعین کے بارے میں مروی ہے کہ وہ قرآن کے غریب الفاظ اور مشکلات کو حل کرنے کے سلسلے میں اشعار سے بہت زیادہ استدلال کرتے تھے۔''

قدیم مفسرین نے بھی اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے اور ان کی تفاسیر میں، خواہ وہ تفسیر بالرای کی نمائندہ ہوں یا تفسیر ماثور کی، کلام عرب سے خوب استفادہ کیا گیا ہے۔ مثلاً طبریؒ (۲۲۴-۳۱۰ھ) زمخشریؒ (۴۶۷-۵۳۸ھ) رازیؒ (۵۴۴-۶۰۶ھ) اور قرطبیؒ (م۶۷۱ھ) وغیرہ نے سینکڑوں اشعار استشہاد میں نقل کیے ہیں۔

کلامِ عرب سے استشہاد اور مولانا فراہیؒ

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ متاخر مفسرین کے یہاں کلام عرب سے استفادہ میں کمی آگئی تھی۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے امام عصر مولانا حمیدالدین فراہیؒ (م۱۹۳۰ء) کو کہ انھوں نے اس پہلو پر خصوصی توجہ دی اور اسے اپنے مطالعہ کا خاص موضوع بنایا۔ انھوں نے قرآن کے غوامض و مشکلات اور غرائب کو حل کرنے کے لیے جہاں ایک طرف تفسیر القرآن بالقرآن اور نظم قرآن کے اصولوں کو بنیاد بنایا وہیں دوسری طرف کلام عرب سے نظائر تلاش کرکے اپنے نتائج تحقیق کو مدلل کیا۔ مولانا نے اپنے رسالہ مقدمہ تفسیر نظام القرآن میں تفسیر قرآن کے اہم اصول و مبادی پر مختصراً روشنی ڈالی ہے۔ اس میں ایک مقدمہ 'تفسیر کے لسانی مآخذ' کا قائم کیا ہے۔ اس کے تحت لکھتے ہیں:

''(اصطلاحات شرعیہ کے علاوہ) باقی رہے دوسرے الفاظ اور حقیقت و مجاز کے مختلف اسلوب تو اس باب میں ماخذ قدیم کلام عرب اور خود قرآن مجید ہے۔ لغت کی کتابیں ان چیزوں کی تحقیق میں کچھ زیادہ رہنمائی نہیں کرتیں۔ ان سے بالعموم نہ تو الفاظ کی پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے، نہ عربی خالص اور عربی مولد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درمیان کوئی امتیاز ہوتا ہے اور نہ لفظ کی جڑ ہی کا پتہ لگتا ہے کہ معلوم ہو سکے کہ کیا اصل ہے کیا فرع؟ اور کیا حقیقت ہے کیا مجاز؟ تو جو لوگ کلام عرب میں مہارت نہیں بہم پہنچاتے، بلکہ صرف لغت کی کتابوں پر قانع ہو جاتے ہیں وہ بسا اوقات قرآن مجید کے معانی سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ پھر قدیم کلام عرب کا جتنا حصہ ہم تک پہنچا ہے اس میں بہت کچھ ملاوٹ بھی ہے اور غریب و نامانوس الفاظ کی بھی اس میں آمیزش ہے، لیکن ایک ناقد ماہر کے لیے اصل و نقل میں امتیاز کر لینا کچھ مشکل نہیں۔" (۷)

مولانا نے اس اصول کو عملاً بھی برت کر دکھایا ہے۔ ان کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحیؒ نے اس کی گواہی دی ہے:

"استاذ امام مولانا حمید الدین فراہیؒ کا تمام تر اعتماد کلام عرب پر تھا۔ وہ جس لفظ یا جس اسلوب کے بارے میں متردد ہوتے اس کو صرف قرآن مجید اور کلام عرب میں ڈھونڈتے۔ بعض الفاظ و اسالیب کی تلاش میں انھوں نے مدتیں صرف کر دیں۔ ان کی کتاب الاسالیب اور مفردات میں اس سلسلے کے تمام معرکے ملیں گے۔" (۸)

مولانا کی تفسیر کے جو اجزاء شائع ہوئے ہیں وہ بھی اس پر شاہد عادل ہیں کہ انھوں نے قرآن کے مفردات و اسالیب کی تحقیق و تفہیم میں کلامِ عرب سے بھرپور استفادہ کیا ہے اور اس سے بعض ایسے نتائج حاصل کیے ہیں جن تک ان کے متقدمین نہیں پہنچ سکے تھے۔

کلام عرب سے استفادہ کی ضرورت مولانا اصلاحی کی نظر میں

مولانا امین احسن اصلاحی (۱۹۰۴-۱۹۹۷ء) نے اپنے 'استاذ امام' کی تحقیقات سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان کے نہج پر مزید کام کیا۔ انھوں نے اپنی کتاب 'مبادی تدبر قرآن' میں اس موضوع پر تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے اور تفسیر قرآن میں کلام عرب سے استفادہ کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''قرآن مجید کی زبان اور اس کے اسالیب کی مشکلات حل کرنے میں تین طرح کی چیزیں مدد دے سکتی ہیں:

۱۔ کتب لغت اور کلام عرب، ۲۔ کتب نحو، ۳۔ کتب بلاغت۔'' (۹)

آگے لکھتے ہیں:

''قابل اعتماد چیز اس باب میں دراصل کلام عرب ہی ہے۔ لفظ کے اصلی حقائق اسی سے کھلتے ہیں۔ پھر اسالیب کلام کا معاملہ تو سراسر اسی سے متعلق ہے۔ لغت سے اسالیبِ کلام کے بارے میں کوئی رہبری نہیں ہوتی۔ لیکن کلام عرب میں بھی اصلی اور نقلی دونوں ہیں۔ آدمی کو ایک عرصہ کی مشق کے بعد (اگر ذوق اچھا ہو) اصلی ونقلی کے مابین امتیاز ہوتا ہے اور یہ امتیاز نہایت ضروری ہے، ورنہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بالکل شاذ اور غیر معروف معنیٰ کو اختیار کر لیتا ہے اور معروف معنیٰ کو چھوڑ دیتا ہے۔ مثلاً بعض لوگوں نے صرف اصلی اور نقلی میں امتیاز نہ کر سکنے ہی کی وجہ سے 'تمنیٰ' کے معنی تلاوت کرنے کے اور 'نحر' کے معنیٰ سینے پر ہاتھ باندھنے کے لے لیے۔ اس کی مثال تفسیروں میں بہت ملتی ہے۔'' (۱۰)

پھر کتبِ نحو کی نارسائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''قرآن کے طلبہ کو چاہیے کہ نحوی مشکلات میں کلام عرب پر اعتماد کریں، تاکہ ایک طرف صحیح تاویل کی راہ کھل سکے اور دوسری طرف دنیا پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ درحقیقت قرآن ہی کا اسلوب اعلیٰ اور معروف اسلوب ہے۔'' (۱۱)

مولانا نے تفسیر کے قطعی اصول چار قرار دیئے ہیں۔ ان میں سے پہلے اصول پر وہ یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''پہلا اصول یہ ہے کہ تفسیر کا اوّل ماخذ اس زبان کو بنایا جائے جس زبان میں قرآن مجید اترا ہے۔ قرآن مجید جس عربی زبان میں اترا ہے اس کے لیے آپ کو امرالقیس، لبید، زہیر، عمرو بن کلثوم اور حارث بن حلزہ وغیرہ اور عرب کے خطبائے جاہلیت کے کلام کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور اس کلام کی آپ کو اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حد تک ممارست بہم پہنچانی پڑے گی کہ آپ اس کے اصلی و نقلی میں امتیاز کر سکیں۔ اس کے اسالیب و محاورات کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔ اس کے حسن و قبح کو معیّن کر سکیں۔ اس کے اندازِ ایجاز و اطناب کو معلوم کر سکیں۔ اس کی تلمیحات و اشارات سے محظوظ ہو سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ کام ہے بہت مشکل، لیکن جو لوگ قرآن مجید کو سمجھنا چاہتے ہیں وہ جب تک اس مشکل کو اپنے لیے آسان نہیں بنائیں گے وہ قرآن مجید کے فہم میں تفسیروں اور ترجموں کی خوشہ چینی سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔" (۱۲)

اس موضوع پر مولانا نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بھی مفصل بحث کی ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

"جو شخص قرآن کی زبان کے ایجاز و اعجاز کا اندازہ کرنا چاہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دورِ جاہلیت کے شعراء و ادباء کے کلام کے محاسن و معایب کے سمجھنے کا ذوق پیدا کرے۔ اس کے بغیر کوئی شخص نہ تو یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ قرآن عربی زبان کے محاسن کا کیسا کامل نمونہ ہے اور نہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کے اندر وہ کیا سحر ہے جس نے تمام فصیحوں اور بلیغوں کو ہمیشہ کے لیے عاجز و درماندہ کر دیا۔ اگرچہ اس بات میں شبہ نہیں ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے شاعروں اور خطیبوں کے کلام کا بڑا حصہ دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گیا، لیکن پھر بھی اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ اصل مقصد کے لیے کفایت کرتا ہے۔ اگرچہ ان کے اندر منحول کلام بھی شامل ہے، لیکن عربیت کا ذوق رکھنے والے آسانی سے ان کے خالص اور منحول میں امتیاز کر سکتے ہیں۔" (۱۳)

تدبرِ قرآن میں کلامِ عرب سے استشہاد

مولانا اصلاحی نے اپنے استاد کی تحقیقاتِ قرآنی کا تعارف کرانے اور قرآن کے مطالعہ و تدبر کے مخصوص اسلوب کو عام کرنے کی اہم خدمت انجام دی ہے۔ انھوں نے ایک طرف ان کی ناتمام تفسیر نظام القرآن کے مختلف اجزاء اور قرآنی موضوعات پر ان کے مختلف رسائل کا اردو زبان میں ترجمہ کر کے اردو خواں طبقہ کو ان سے استفادہ کا موقع فراہم کیا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری طرف ان کے نہج اور ان کے بتائے ہوئے اصولوں کی روشنی میں 'تدبر قرآن' کے نام سے پورے قرآن کی ایک معرکہ آرا تفسیر لکھی۔ اپنی تفسیر کے بارے میں صریح الفاظ میں انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ:

''میری چالیس سال کی محنتوں کے نتائج کے ساتھ ساتھ اس میں میرے استاذ مولانا حمید الدین فراہیؒ کی ۳۰، ۳۵ سال کی کوششوں کے ثمرات بھی ہیں۔ مجھے بڑا فخر ہوتا اگر میں یہ دعویٰ کرسکتا کہ اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے بس استاذ مرحوم ہی کا افادہ ہے اس لیے کہ اصل حقیقت یہی ہے، لیکن میں یہ دعویٰ کرنے میں صرف اس لیے احتیاط کرتا ہوں کہ مبادا میری کوئی غلطی ان کی طرف منسوب ہوجائے۔'' (۱۴)

کلام عرب سے استشہاد کے معاملے میں بھی مولانا اصلاحی نے اپنے استاد کی مکمل پیروی کی ہے اور ان کی تحقیقات سے پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ تدبر قرآن میں جن اشعار سے استشہاد کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد تقریباً ستر ہے۔ ان میں سے تقریباً دو تہائی اشعار وہ ہیں جن سے مولانا فراہی کے اجزائے تفسیر اور دیگر تحریروں میں استدلال کیا گیا ہے۔ بقیہ اشعار کے سلسلے میں بھی مولانا اصلاحی نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ ان کی طرف بھی انھیں اپنے استاذ سے رہنمائی ملی ہے:

''میں نے اس تفسیر کے لیے قلم اٹھانے سے پہلے ادب جاہلی کے اس تمام ذخیرے کو اچھی طرح پڑھ لیا ہے جو مجھے دستیاب ہوسکا ہے اور جو قرآن کی کسی ادبی، نحوی اور معنوی مشکل کے حل کرنے میں کسی پہلو سے مددگار ہوسکتا ہے۔ میں بے تکلف یہ بات اس موقع پر ظاہر کردینا چاہتا ہوں کہ یہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس میں زیادہ دخل مجھے نہیں، بلکہ میرے استاد مولانا فراہیؒ کو ہے۔ انھوں نے اس طرح کی ساری چیزیں پڑھ کر قرآن کی تفسیر میں کام آنے والی ہر چیز کو نشان زد کردیا تھا۔ میرا کارنامہ صرف اس قدر ہے کہ میں نے ان چیزوں کو اچھی طرح ہضم کرلیا ہے اور قرآن کی مشکلات حل کرنے، اس کے اسالیب و محاورات کو جانچنے اور اس کی لطافتوں اور نزاکتوں کو پرکھنے میں ان سے فائدہ اٹھایا ہے۔'' (۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلام عرب سے استشہاد کی نوعیتیں

مولانا اصلاحی نے کلام عرب سے مختلف مقاصد کے لیے استدلال کیا ہے۔ انھوں نے ان کی مدد سے قرآن کے غریب الفاظ کی تحقیق کی ہے، ادبی اور نحوی اشکالات کو حل کیا ہے، قرآن کے اشارات و کنایات اور استعارات و محاورات کی وضاحت کی ہے، اس کے اسالیب اور تعبیرات کی تفہیم کرائی ہے اور جاہلی معتقدات وتصورات پر روشنی ڈالی ہے۔

اس مقالہ میں تدبر قرآن میں پائے جانے والے کلام عرب کے ان نظائر و شواہد کو نہیں پیش کیا جائے گا جو مولانا فراہیؒ کی تحریروں میں بھی ملتے ہیں، بلکہ صرف ان شواہد سے بحث کی جائے گی جن کے حوالے صرف مولانا اصلاحی نے دیئے ہیں، تاکہ اس موضوع پر ان کے کام کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کیا جاسکے۔

(الف) مفرداتِ قرآن کی لغوی تشریح

مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں جابجا مفرداتِ قرآنی کی لغوی تشریح میں بطور تائید کلام عرب پیش کیا ہے۔ اگرچہ بیش تر مقالات پر دیگر مفسرین نے بھی ان الفاظ کے وہی معانی بیان کیے ہیں جو مولانا اصلاحی کے نزدیک ہیں، لیکن اشعار کے ذریعے قاری کے سامنے ان الفاظ کے معانی مزید مبرہن ہوکر سامنے آجاتے ہیں اور وہ ان کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں کلام عرب سے استدلال کرتے ہوئے مولانا نے بعض الفاظ کے ایسے معانی بیان کیے ہیں جو دیگر مفسرین کے بیان کردہ معانی سے مختلف ہیں۔ ایسے مواقع پر مولانا کی تحقیقی شان نمایاں ہوتی ہے اور ان کے بیان کردہ معانی زیادہ قابل قبول معلوم ہوتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

سورۂ بقرہ میں ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا۟ مِمَّا فِى ٱلْأَرْضِ حَلَـٰلًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِٱلسُّوٓءِ وَٱلْفَحْشَآءِ وَأَن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ٥ (آیات: ۱۶۸-۱۶۹)

پیش تر مترجمین نے اس آیت میں 'امر' کا ترجمہ 'حکم دینا' کیا ہے۔ مثلاً:

مولانا محمود حسن	:	وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برے کام اور بے حیائی کرو۔
مولانا ابوالکلام آزاد	:	وہ تو تمھیں بری اور قبیح باتوں ہی کے لیے حکم دے گا۔
مولانا عبدالماجد دریابادی	:	وہ تو تمھیں بس برائی اور گندگی ہی کا حکم دیتا ہے۔
مولانا ابوالاعلیٰ مودودی	:	وہ تمھیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے
مولانا سید حامد علی	:	وہ تو تمھیں برائی اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔

لیکن مولانا اصلاحی نے اس کا ترجمہ ان سب سے مختلف کیا ہے اور کلام عرب سے اس پر دلیل قائم کی ہے۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:

"وہ تو بس تمھیں برائی اور بے حیائی کی راہ سوجھائے گا۔"

تشریح کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

"امر کے معنی جس طرح کسی بات کا حکم دینے کے ہیں اسی طرح کوئی بات سجھانے یا اس کا مشورہ دینے کے بھی آتے ہیں۔ مثلاً:

امرتهم امری بمنعرج اللوی

فلم یستبینوا الرشد الا ضحی الغد (۱۶)

"میں نے ان کو اپنے مشورے سے منعرج اللوی ہی میں آگاہ کر دیا تھا، لیکن میری بات ان کی سمجھ میں دوسرے دن کی صبح سے پہلے نہ آسکی۔"

یا اطعت لآمریک بصرم حبلی

"تو نے بالآخر انہی لوگوں کی بات سنی جو تجھے مجھ سے قطع تعلق کا مشورہ دینے والے تھے۔" (۱۷)

۲۔ سورۂ بقرہ کی آیت ہے:

فَمَنْ خَافَ مِن مُّوصٍ جَنَفاً أَوْ إِثْماً فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلاَ إِثْمَ عَلَيْهِ. (۱۸۲)

اس کے تحت لفظ 'خاف' کی تحقیق مولانا نے یوں کی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"خوف کے اصل معنی گمان کرنے، خیال کرنے، توقع کرنے، اندیشہ کرنے کے ہیں۔ پھر یہیں سے یہ ڈرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ایک حماسی شاعر کا شعر ہے:

ولو خفت انی ان کففت تحیتی

تنکب عنی رُمت ان یتنکبا (۱۸)

"اگر مجھے توقع ہوتی کہ میں بڑھاپا کا خیرمقدم نہ کروں گا اور وہ مجھ سے رک جائے گا تو میں اپنے خیر مقدم سے باز رہ کر اس کو روکنے کی کوشش کرتا۔"

یہاں زیرِ بحث آیت میں یہ لفظ اندیشہ، گمان اور علم ہی کی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ (۱۹)

۳۔ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۳ یہ ہے: "وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعاً وَلاَ تَفَرَّقُوا" اس میں لفظ 'حبل' کی تشریح مولانا اصلاحی نے یوں کی ہے:

"حبل کے معنی رسّی کے ہیں۔ اپنے اسی معنیٰ سے ترقی کر کے یہ لفظ تعلق اور ربط کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے اس لیے کہ رسی دو چیزوں میں ربط و تعلق کا ذریعہ ہوتی ہے۔ ایک حماسی شاعر کا مشہور شعر ہے:

لکننی وصلت الحبل منه

مواصلة بحبل ابی بیان (۲۰)

"لیکن میں نے اس سے اپنا تعلق جوڑے رکھا۔ ابو بیان کے تعلق سے وابستگی کی بنا پر۔"

پھر مزید ترقی کر کے یہ لفظ معاہدہ کے مفہوم میں بھی استعمال ہونے لگا: "الا بحبل من الله وحبل من الناس" آیت زیر بحث میں حبل سے مراد قرآن ہے اس لیے کہ یہی ہمارے رب اور ہمارے درمیان ایک عہد و میثاق ہے۔" (۲۱)

۴۔ سورۂ نساء کی آیت ہے:

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُوْنَ مِن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَرِيْبٍ فَأُوْلَـٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ. (نمبر۱۷)

لفظ 'جہالۃ' کی لغوی تشریح مولانا نے یوں کی ہے:

''جہالت کے معنیٰ عربی میں صرف نہ جاننے کے نہیں آتے، بلکہ اس کا غالب استعمال جذبات سے مغلوب ہوکر کوئی شرارت یا ظلم یا گناہ کا کام کرگزرنے کے معنیٰ میں ہے۔ یہ لفظ عام طور پر حلم کے بجائے علم کی ضد کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ ایک حماسی کا شعر ہے:

ولـلـحـلـمُ خیر فـاعـلـمـنّ مغبّةً

مـن الـجـهـل الا ان تشـمّـس من ظلم (۲۲)

''اور یاد رکھو کہ جہالت کے مقابلے میں تحمل و بردباری انجام کار کے اعتبار سے بہتر ہے، مگر یہ کہ تمہیں ظلم کی وجہ سے ذلیل کرنے کی کوشش کی جائے۔''

معلقات کا مشہور شعر ہے:

الا لا یـجـهـلـن احـد عـلـیـنـا

فـنـجـهـل فوق جهـل الـجـاهـلـیـن (۲۳)

''آگاہ رہو کہ کوئی ہمارے خلاف جہالت کا اظہار نہ کرے کہ ہم بھی تمام جاہلوں سے بڑھ کر جہالت کرنے پر مجبور ہو جائیں۔'' (۲۴)

۵۔ سورۂ مائدہ کی آیت ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ. (نمبر۵۴)

مولانا اصلاحی نے 'اعزۃ' اور 'اشدّاء' دونوں کو ہم معنیٰ قرار دیا ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اعزۃ عزیز کی جمع ہے۔ یہ لفظ بالکل ذلیل کے مقابل لفظ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں سخت، مشکل، بھاری، ناقابل شکست، عبور، عسیر الانقیاد۔ اگر کسی چیز کے متعلق کہیں کہ ھو عزیز علیّ تو اس کے معنیٰ ہوں گے کہ وہ چیز مجھ پر بھاری اور مشکل ہے، اس کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رام کرنا اور قابو میں کرنا میرے لیے دشوار ہے۔ یہی مفہوم 'شدید علیّ' کا بھی ہوتا ہے۔ کسی حماسی کا نہایت عمدہ شعر ہے:

اذا لمرء اعیته المروۃ ناشنا فمطلبھا کھلا علیه شدید (۲۵)

''اگر الفتی جوانی میں اولوالعزمی پیدا کرنے سے آدمی قاصر رہ جاتا ہے تو ادھیڑپن میں اس کا حاصل کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے۔'' (۲۶)

۶۔ سورۂ انفال کی آیت ہے:

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً . (نمبر۴۳)

اس کے تحت مولانا نے لکھا ہے:

''یہاں یہ بات بھی نگاہ میں رکھنے کی ہے کہ قرآن نے قلیل کا لفظ بہت جچا تلا استعمال کیا ہے۔ عربی میں لفظ 'قلیل' صرف عددی اور مقداری اعتبار ہی سے قلیل کے لیے نہیں آتا، بلکہ معنوی اعتبار سے بے وزن و بے حقیقت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی حماسی کا یہ شعر بہت معروف ہے:

فان اک فی شرارکم قلیلا

فانی فی خیارکم کثیر (۲۷)

''اگر میں تمہارے اشرار کی نگاہوں میں کم رتبہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ تمہارے اخیار کی نگاہوں میں میرا بڑا رتبہ ہے۔'' (۲۸)

۷۔ سورۂ احزاب کی آیت ہے:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ. (نمبر۵۹)

اس کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''یہاں لفظ خمار نہیں بلکہ 'جلباب' استعمال ہوا ہے۔ جلباب کی تشریح اہل لغت نے یوں کی ہے کہ "ھو الرداء فوق الخمار" جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو اوڑھنی کے اوپر لی جاتی ہے۔ شعرائے جاہلیت کے کلام سے یہ بات ثابت ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرفائے عرب میں جلباب کا رواج تھا۔ یہاں بہت سے اشعار نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ قبیلۂ ہذیل کی ایک شاعرہ کا ایک شعر ہمارے دعوے کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔ وہ اپنے کسی مقتول کے مرثیہ میں کہتی ہیں:

تمشی النسور الیه وهی لاهیة

مشی العذاری علیهن الجلابیب (۲۹)

۸۔ سورۂ قمر میں آیت: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ کی چار مقامات پر تکرار ہوئی ہے۔ (نمبر ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰)۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

''اس آیت کا مطلب عام طور پر لوگوں نے یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو حفظ کرنے یا نصیحت حاصل کرنے کے لیے نہایت آسان کتاب بنایا ہے۔ یہ بات اگرچہ بجائے خود صحیح ہے کہ قرآن حفظ کرنے کے لیے بھی آسان ہے اور نصیحت حاصل کرنے کے لیے بھی سہل ہے، لیکن آیت کا مفہوم اس سے بہت وسیع ہے۔ لفظ 'تیسیر' عربی میں کسی چیز کو کیل کانٹے سے درست کرنے، پیش نظر مقصد کے لیے اس کو اچھی طرح موزوں بنانے اور جملہ لوازم سے اس کو آراستہ و پیراستہ کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً یسّر الفرس للرکوب کے معنی ہوں گے گھوڑے کو تربیت دے کر اس کو کھلا پلا کر زین لگام رکاب سے آراستہ کرکے سواری کے لیے بالکل ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ یہیں سے یہ لفظ کسی شخص کو کسی مہم کے لیے تیار اور جملہ لوازم سے مسلح کرکے اس کو اس کا اہل بنا دینے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے:

ونحن فاعلنا اذا ما نابه

حتی نیسره لفعل السید (۳۰)

''اور جب ہمارے سربراہ کار کو کوئی مہم پیش آتی ہے تو ہم اس کی مدد کرتے ہیں یہاں تک کہ سرداروں کی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونے کی راہ اس کے لیے ہموار کر دیتے ہیں۔ (۳۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۔ سورۂ تکاثر کی ابتدائی آیات یہ ہیں:

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ o حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ o (۱-۲)

اس میں لفظ 'زرتم' کی تشریح میں مولانا نے لکھا ہے:

''لفظ ''زرتم'' عربی میں بالکل سادہ معنوں میں آتا ہے۔ اردو کے لفظ 'زیارت' کی طرح اس کے اندر کسی شرف وتقدس کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ کسی حماسی کا شعر ہے:

اذا زرت ارضا بعد طول اجتنابها

فقدت صديقي والبلاد كما هي (۳۲)

''جب میں کسی سرزمین کو، عرصہ تک اس سے جدا رہنے کے بعد، دیکھتا ہوں تو نظر آتا ہے کہ احباب تو میں نے سارے کھودیئے لیکن زمین اسی طرح ہے جس طرح تھی۔'' (۳۳)

صبر، آل، ذنوب، انتصار، حبک، صغو، غثاء، احوٰی اور عصر وغیرہ جیسے الفاظ کی تحقیق مولانا اصلاحی نے مولانا فراہیؒ کے حوالے سے کی ہے۔ (۳۴)

(ب) اعلام کی تحقیق

تفسیر کے بعض مقامات پر اعلام القرآن کی تحقیق میں بھی مولانا اصلاحی نے کلام عرب سے مدد لی ہے۔ مثلاً

۱۔ سورۃ الفرقان کی آیت ہے:

وَعَاداً وَثَمُودَ وَأَصْحَابَ الرَّسِّ وَقُرُوناً بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيراً. (نمبر۳۸)

'رس' ایک وادی کا نام ہے۔ مولانا نے لکھا ہے:

''شعرائے جاہلیت میں زہیر نے 'وادی رس' کا ذکر کیا ہے:

وهن و وادي الرس كاليد للفلم.

''اور وہ اور وادی رس اس طرح تھے جس طرح منہ کو ہاتھ۔'' (۳۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ سورۂ نجم میں ہے:

وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ الشِّعْرَى . (نمبر۴۹)

شعریٰ کی تحقیق میں مولانا نے لکھا ہے:

''شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے جو موسم بہار میں طلوع ہوتا ہے۔ مشرکینِ عرب اس کو بہت مبارک سمجھتے تھے اور بہار کی تمام شادابیاں اور تجارتی سرگرمیاں اسی سے منسوب کرتے تھے۔ ایک جاہلی شاعر اپنے ممدوح کی تعریف میں کہتا ہے:

شامس في القر اذا ما ذكت الشعرى فبرد و ظل

''وہ سردیوں کی ٹھنڈ میں لوگوں کو گرمی پہنچانے والا ہے اور جب شعریٰ طلوع ہوتا ہے (یعنی موسم بہار میں) تو وہ لوگوں کے لیے ٹھنڈک اور سایہ بن جاتا ہے۔'' (۳۶)

اسی طرح لفظ 'تین' کے ایک پہاڑ ہونے پر اور 'ثمود' کے ایک جانی پہچانی قوم ہونے پر کلام عرب سے استدلال مولانا نے اپنے استاذ امام کے حوالے سے کیا ہے۔ (۳۷)

(ج) اسالیبِ قرآنی کی تفہیم

مولانا اصلاحی نے فہم قرآن کے لیے عربی زبان کے اسالیب کی معرفت پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن نے کہیں کہیں بعض لطیف تعبیرات اور معنیٰ خیز استعارات استعمال کیے ہیں۔ ان کی صحیح توضیح و تفہیم کے لیے مولانا نے کلام عرب کا سہارا لیا ہے۔ مثلاً:

۱۔ سورۂ ہود میں ہے کہ جب حضرت اسحاقؑ کی ولادت کی بشارت ملنے پر حضرت سارہ کو بہت زیادہ تعجب ہوا تو فرشتوں نے کہا:

أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ. (نمبر۷۳)

اس میں 'علیکم' کی معنویت پر مولانا نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''علیکم ضمیر مذکر جمع کا استعمال عربی زبان کے شائستہ انداز خطاب کی مثال ہے۔ عورتوں کے اس اندازِ خطاب میں پردہ داری اور احترام کی جو شان ہے وہ محتاج اظہار نہیں۔ قرآن مجید اور کلام عرب میں اس کی نہایت واضح اور لطیف مثالیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہیں۔ سورۂ احزاب میں ہے:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً.
(نمبر۳۳)

''اللہ چاہتا ہے کہ تم سے دور کرے ناپاکی کو اے اہلِ بیتِ نبی اور تم کو پاک کرے اچھی طرح۔''

امرء القیس کا ایک شعر بھی قابل ذکر ہے:

قد کان اهل الدار فيها كعهدنا
وجدت مقيلاً عندهم و معرّسا (۳۸)

۲۔ سورۂ حج کی ایک آیت ہے:

مَن كَانَ يَظُنُّ أَن لَّن يَنصُرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهُ مَا يَغِيظُ. (نمبر۱۵)

اس آیت میں 'ینصرہ' میں 'ہٗ' (ضمیر واحد مذکر غائب) کا مرجع کیا ہے؟ اور 'یقطع' کے معنیٰ کیا ہیں؟ اس سلسلے میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف ہیں۔ اس سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں صرف یہ تذکرہ کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ مولانا اصلاحی نے فلیمدد بسبب الی السماء کو استعارہ قرار دیا ہے اور کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''فلیمدد بسبب الی السماء'' آسمان میں رسی تاننا آخری اور انتہائی تدبیر کر دیکھنے کے لیے اسی طرح کا ایک استعارہ ہے جس طرح ہماری زبان میں تھگلی لگانے کا استعارہ ہے۔ سورۂ انعام میں بھی یہ استعارہ گزر چکا ہے (آیت نمبر ۳۵) زہیر اور اعشیٰ نے بھی انتہائی اور آخری جدوجہد کے مفہوم کے لیے یہ محاورہ استعمال کیا ہے۔

زہیر کا مصرع ہے: ولو نال اسباب السماء بسلّم

اسی طرح اعشیٰ کہتا ہے: ورقيت اسباب السماء بسلم (۳۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ سورۂ ق کی آیت ہے:

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ. (نمبر۲۹)

مفسرین اور مترجمین نے عموماً ظلّام کو ظالم کے معنیٰ میں لیا جائے، مثلاً دیکھئے:

شاہ رفیع الدین : اور نہیں میں ظلم کرنے والا واسطے بندوں کے۔

شاہ عبدالقادر : اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

مولانا محمود حسن : ایضاً

مولانا تھانوی : اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

مولانا مودودی : اور میں اپنے بندوں پر ظلم توڑنے والا نہیں ہوں۔

وہ اس کی کوئی مناسب توجیہ نہیں کر سکے ہیں کہ یہاں مبالغہ کا صیغہ کیوں لایا گیا ہے؟

مولانا اصلاحی نے اس کی بہت دل لگتی توجیہ کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ عربیت کا خاص اسلوب ہے۔ فرماتے ہیں:

''جب مبالغہ پر نفی آتی ہے تو اس سے مقصود مبالغہ فی النفی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس کے معنیٰ ہوں گے کہ میں بندوں پر ذرا بھی ظلم کرنے والا نہیں ہوں...... کلام عرب میں اس اسلوب کی مثالیں موجود ہیں۔ شعرائے جاہلیت میں سے امرءالقیس نے اپنے اشعار میں المرء لیس بقتّال اور المرء لیس بفعّال کی ترکیبیں استعمال کی ہیں۔ اس کے حریف نے اس کو جنگ اور قتل کی دھمکی دی تھی تو اس نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ یہ مجھے قتل کی دھمکی دیتا ہے، حالانکہ اس بزدل میں قتل وقتال کا ذرا بھی داعیہ نہیں ہے۔ لیس بفعال اس کے اندر کچھ بھی کر سکنے کا حوصلہ نہیں ہے۔'' (۴۰)

(د) نحوی مشکلات کا ازالہ

قرآنی آیات میں وارد بعض نحوی اشکالات کے ازالہ کے لیے بھی مولانا نے کلام عرب سے استشہاد کیا ہے اور ان کے ذریعے کلام باری تعالیٰ کی معنویت آشکارا کی ہے۔ اس سلسلے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ نور کی آیات ہیں:

يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ . رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ. لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا عَمِلُوا وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ.
(نمبر۳۶-۳۸)

اس کے تحت مولانا نے لکھا ہے:

''لیجزیھم میں 'ل' لام علت نہیں ہے، بلکہ یہ وہ لام ہے جو کسی فعل کے انجام، نتیجہ اور ثمرہ کے بیان کے لیے آتا ہے۔ مثلاً فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا (قصص:۸) امرء القیس کا ایک مشہور شعر ہے:

وما ذرفت عیناک الا لتضربی
بسھمیک فی اعشار قلب مقتل (۴۱)

۲۔ سورۂ دہر کی پہلی آیت ہے:

هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا.

اس کے ضمن میں مولانا نے لکھا ہے:

''ھل کے معنیٰ مفسرین نے استفہام کے بجائے عام طور پر 'قد' کے لیے ہیں، لیکن کلام عرب میں اس معنیٰ کے لیے مجھے کوئی نظیر نہیں ملی۔ بعض مثالیں جو اس معنیٰ کی شہادت کے طور پر پیش کی گئی ہیں ان پر میں نے غور کرلیا ہے۔ میرے نزدیک ان میں ھل استفہام ہی کے لیے ہے۔ (آیت) میں جو ھل ہے اس کے اندر بہت سے معانی مضمر ہیں، جو آگے مضمون کے تدریجی ارتقاء سے کھلیں گے۔ معلقات کے ایک قصیدے کا مطلع ہے:

ھل غادر الشعراء من متردم
ام ھل عرفت الدار بعد توھم (۴۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''کیا شاعروں نے شاعری میں کوئی خلا چھوڑ دیا ہے یا تجسس کے بعد تم نے منزل جاناں کا سراغ پالیا ہے۔''

یہ ایک بہترین مطلع ہے اور اس کا سارا حسن اس کے خاص قسم کے استفہامیہ اسلوب میں مضمر ہے۔ اگر اس ھل کو قد سے بدل دیجیے تو یہ حسن بالکل غائب ہو جائے گا۔ (۴۳)

سورۂ ذاریات کی ابتدائی آیات اور سورۂ قیامہ کی آیات كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ (نمبر ۲۶-۲۷) میں بعض نحوی اشکالات کا ازالہ مولانا نے اپنے استاذ کے حوالے سے کیا ہے۔ (۴۴)

(ہ) جاہلی معتقدات وتصورات پر استدلال

اہل عرب بہت سے گم راہ کن اعتقادات اور تصورات کا شکار تھے۔ قرآن کریم نے کہیں ان کا تذکرہ کر کے ان پر تنقید کی ہے اور کہیں ذکر کیے بغیر ان تصوات وعقائد کی اصلاح کی ہے۔ کلام عرب کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے تو ان سے قرآنی بیانات کی معنویت آشکارا ہوگی۔ عربوں کے رسوم ورواج اور نظریات ومعتقدات جاننے کے سلسلے میں ان کے لٹریچر کی اہمیت کا مولانا اصلاحی کو بخوبی احساس تھا۔ انھوں نے لکھا ہے:

''صرف زبان واسلوب ہی کے معاملے میں نہیں، بلکہ اہل عرب کے معروف ومنکر، ان کی معاشرتی زندگی کی خصوصیات، ان کی سوسائٹی میں خیر وشر کے معیارات، ان کے سماجی، تمدنی اور سیاسی نظریات، روزمرہ کی زندگی میں ان کی دلچسپیاں اور مشاغل، ان کے مذہبی رسوم ومعتقدات، غرض اس طرح کی ساری چیزوں کے سمجھنے میں جو مدد ان کے لٹریچر سے ملتی ہے وہ کسی دوسری چیز سے نہیں ملتی۔ ان چیزوں سے صحیح واقفیت اس شخص کے لیے نہایت ضروری ہے جو قرآن کے اشارات و تلمیحات اور اس کی تعریضات وکنایات کو اچھی طرح سمجھنا اور دوسروں کو سمجھانا چاہتا ہو۔ قرآن نے اس طرح کی ساری ہی چیزوں سے تعرض کر کے ان کے اندر جو خیر تھا اس کو اجاگر کیا ہے اور جو شر تھا اس کو مٹایا ہے۔ اس وجہ سے اثنائے کلام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں ایسے اشارے اور کنایے بار بار آتے ہیں جن کی پوری وضاحت اس وقت تک مشکل ہے جب تک اسلام کی اصلاحات کے ساتھ ساتھ آدمی جاہلیت کی بدعات سے بھی واقف نہ ہو۔" (۴۵)

مولانا نے تفسیر کے بعض مقامات پر عربوں کے تصورات واعتقادات کے سلسلے میں اشعار جاہلیت سے استدلال کیا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل میں:

۱۔ سورہ طٰہٰ کی چند آیات یہ ہیں:

يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ۝ يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ۝ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ۝ (نمبر۱۰۲-۱۰۴)

ان آیتوں کے ضمن میں مولانا نے لکھا ہے:

"عرب جاہلیت کی شاعری پر جن لوگوں کی نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ ان آیتوں میں جس مغالطہ پر متنبہ کیا گیا ہے اسی مغالطہ میں مبتلا ہو کر بہت سے شاعروں نے قیامت کو 'حدیث خرافہ' یعنی ایک مہمل بات قرار دیا ہے۔ میں ان شعروں کے نقل کرنے سے قصداً احتراز کر رہا ہوں اور ان کے نقل کرنے کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں۔ اس لیے کہ یہ مغالطہ صرف دورِ جاہلیت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس دورِ تمدن کے لوگوں کا بھی اصل مغالطہ یہی ہے۔" (۴۶)

۲۔ سورہ طٰہٰ ہی کی اگلی آیت ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا. (نمبر۱۰۵)

اس میں اہل عرب کے ایک دوسرے مغالطے کی تردید کی گئی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"وہ (اہل عرب) اس مغالطہ میں بھی مبتلا تھے کہ بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی دن روئے زمین سے یہ تمام پہاڑ غائب ہو جائیں۔ عوام تو درکنار ان کے بہت سے دانش وروں تک کا خیال یہ تھا کہ پہاڑ غیر فانی ہیں۔ زہیر، جو عرب کے حکیم شعراء میں سے ہے، کہتا ہے کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الا لا اری علی الحوادث باقیا

ولا خالدا الا الجبال الرواسیا (۴۷)

”حوادث روزگار کے مقابل میں ان مستحکم پہاڑوں کے سوا میں اور کسی چیز کو بھی قائم و دائم رہنے والی خیال نہیں کرتا۔“

چند توجہ طلب امور

اس تفصیلی جائزہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ مولانا امین احسن اصلاحی نے قرآن کریم کے فہم و تدبر میں کلام عرب سے پورے طور پر فائدہ اٹھایا ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس سے استشہاد کیا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو انھیں متاخرین اہل تفسیر میں ممتاز کرتی ہے۔ لیکن یہ جائزہ نامکمل رہے گا اگر اس کے ساتھ کچھ قابل مشورہ امور، چند اصلاح طلب مقامات اور بعض کم زور پہلوؤں کی نشان دہی نہ کر دی جائے۔

(الف) اشعار کی تخریج و تحقیق کی ضرورت

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا اصلاحی نے اپنی تفسیر میں اشعار محض حافظہ کی بنیاد پر درج کیے ہیں۔ مآخذ کی طرف رجوع کر کے شعراء کے ناموں کی صراحت کے ساتھ اور الفاظ کو مکمل ضبط و تحقیق کے ساتھ نقل کرنے کی نہ انھیں فرصت تھی اور نہ اس کا موقع تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

”یہاں اشعار نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ محض ان کے (یعنی عربوں کے) ذوق کا اندازہ کرنے کے لیے کسی حماسی کا ایک شعر نقل کرتا ہوں، جو بالکل بروقت زبان قلم پر آ گیا ہے۔“ (۴۸)

دوسری جگہ لکھا ہے:

”بعض دوسرے شعراء نے بھی، مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس نوع کی ترکیبیں استعمال کی ہیں، لیکن افسوس ہے کہ دم تحریر میرے پاس دواوین نہیں ہیں، تاہم میں نے جو کچھ لکھا ہے اس کی صحت پر مجھے پورا اطمینان ہے۔“ (۴۹)

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی درج بالا تحریر ۱۸ر جنوری ۱۹۷۷ء کی ہے۔ ۲۲ر مئی ۱۹۸۳ء کو تدبر قرآن کے کسی مابعد ایڈیشن پر لکھے گئے اپنے دیباچہ میں مولانا اصلاحی نے صراحت کی ہے:

''پورے متن پر نہایت اہتمام سے نظر ثانی کی گئی ہے اور اس کام میں خود مصنف نے بھی حصہ لیا ہے۔'' (۵۰)

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اشعار کے معاملے میں اس اہتمام کا اظہار نہیں ہوتا۔ چناں چہ مولانا کے نقل کردہ اشعار کی ایک تہائی تعداد ایسی ہے جن میں شاعروں کا نام مذکور نہیں ہے۔ بعض اشعار کا انھوں نے صرف ایک مصرع نقل کیا ہے اور بعض اشعار کے الفاظ میں بھی فرق ہے۔ مثلاً زہیر کا یہ مصرع نقل کیا ہے: ''ولو نال اسباب السماء بسلم'' (۵۱) اصل شعر میں 'ولو نال' کی جگہ 'وان یرق' ہے۔ پورا شعر یوں ہے:

ومن هاب اسباب المنايا ينلنه

وان يرق اسباب السماء بسلم (۵۲)

ایک دوسرے موقع پر زہیر ہی کے ایک شعر کا دوسرا مصرع یہ درج کیا ہے:

''وهن ووادی الرس كاليد للفم'' (۵۳) اصل شعر میں 'فهن' ہے۔ پورا شعر یہ ہے:

بكرن بكوراً واستحرن بسحرة

فهن ووادی الرس كاليد للفم (۵۴)

اعشیٰ کے شعر کا صرف ایک مصرع نقل کیا ہے: ''ورقيت اسباب السماء بسلم'' (۵۵) پورا شعر یوں ہے:

لئن كنت فی جب ثمانين قامة

ورقيت اسباب السماء بسلم (۵۶)

امرء القیس کا یہ شعر درج کیا ہے:

قد كان اهل الدار فيها كعهدنا

وجدت مقيلا عندهم و معرسا (۵۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصل شعر میں "قد کان" کی جگہ "فلو ان" ہے۔(۵۸)۔

نابغہ کا یہ شعر درج کیا ہے:

مــن آل میّــہ رایح و مـغـتـدی

عــجــل فـلـذا زاد و غـیـر مـزود (۵۹)

اصل شعر یوں ہے:

امــن آل میۃ رائــح و مـــغـتـد

عــجــلان ذا زاد و غـیــر مــزود (۶۰)

الحمد للہ تدبر قرآن کو کافی قبول عام حاصل ہوا ہے اور ہند و پاک میں اس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آ چکے ہیں۔ضرورت ہے کہ ان اشعار کی تخریج و تکمیل اور ضبط و تحقیق کا کام انجام دیا جائے۔محب الدین آفندی نے علامہ زمخشری کی تفسیر 'کشاف' میں وارد اشعار کی مبسوط شرح کی ہے اور ان کی تخریج و تکمیل اور ضبط و تحقیق کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ ان کی یہ شرح کشاف کے مطبعة مصطفی البابی الحلبی واولاده مصر ۱۹۷۸ء/ ۱۳۹۸ھ کے آخر میں تنزیل الآیات علی الشواھد من الابیات کے نام سے شامل ہے۔ضرورت ہے کہ اسی طرز پر تدبر قرآن کے شواہد پر بھی کام کیا جائے۔

(ب) موزوں اشعار سے استشہاد میں کمی

تدبر قرآن کے بعض مقامات پر موزوں اشعار سے استشہاد کی کمی کا احساس ابھرتا ہے۔ مثلاً کہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس مفہوم کے ثبوت کے لیے بطور تائید کوئی شعر لانا چاہیے، مگر مولانا شعر نہیں پیش کر سکے ہیں۔کہیں انھوں نے جو شعر نقل کیا ہے وہ الفاظ قرآنی سے پوری طرح مطابقت نہیں رکھتا۔اس سلسلے کی چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ سورۂ بقرہ کی آیت ہے:

وَإِذْ قُلْنَا ادْخُلُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا. (نمبر ۵۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی تشریح میں مولانا نے لکھا ہے:

''سجدہ کے اصل معنیٰ سر جھکانے کے ہیں۔ اس سر جھکانے کے مختلف درجے ہو سکتے ہیں۔ اس کی کامل شکل زمین پر پیشانی رکھ دینے کی ہے جو ہم نماز میں اختیار کرتے ہیں۔ عمرو بن کلثوم نے اپنے مشہور فخریہ شعر میں اس کا یہی مفہوم لیا ہے:

اذا بلغ الفطام لنا صبی

تخرله الجبابر ساجدینا

''جب ہماری قوم کا کوئی بچہ دودھ چھوڑنے کی مدت کو پہنچ جاتا ہے تو بڑے بڑے جبار اس کے آگے سجدوں میں گرتے ہیں۔''

یہاں آیت میں اس سے مراد صرف سر جھکانا ہے۔ موقع کلام اس پر دلیل ہے۔ (۶۱)

مولانا نے یہاں آیت میں مراد مفہوم سے مطابقت رکھنے والا کوئی شعر نقل نہیں کیا ہے۔ عربی زبان میں جھکے ہوئے کھجور کے درختوں کو نخل سواجد کہتے ہیں۔ لبید کا ایک شعر ہے:

بین الصفا و خلیج العین ساکنة

غلب سواجد لم یدخل بها الحصر

کسی شاعر کا ایک مصرع ہے:

تری الاکم فیها سجداً للحوافر (۶۲)

۲۔ سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ. (نمبر ۸۹)

اس کے تحت مولانا نے لکھا ہے:

''تصریف کے معنی یہاں ایک ایک حقیقت کو مختلف اسلوبوں اور گوناگوں پیرایوں سے بیان کرنا ہے اور ضرب مثل سے مراد حکمت و معرفت کی بات کہنا ہے۔ عربی میں اس مفہوم کے لیے اس محاورہ کا استعمال معروف ہے۔ کسی حماسی کا شعر مشہور ہے:

یا بدر والامثال یضربها لذی اللب الحکیم (۶۳)

''اے بدر حکمت کی باتیں حکیم عاقل ہی کے لیے بیان کرتا ہے۔'' (۶۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شعر کا یہاں کوئی موقع نہیں ہے۔ بلکہ اسے وہاں استعمال کرنا زیادہ موزوں تھا جہاں قرآن میں 'ضرب مثل' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے۔ مثلاً ایسی آیات:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً عَبْداً مَّمْلُوكاً لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ. (النحل ۷۵)

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ. (ابراہیم ۲۵)

۳۔ سورۂ قلم کی آیت ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ. (نمبر ۴۲)

اس کے تحت مولانا نے لکھا ہے:

'کشف ساق' شدت امر کی تعبیر کے لیے عربی زبان میں معروف محاورہ ہے۔ شعرائے جاہلیت نے مختلف طریقوں سے اس کو استعمال کیا ہے۔ حاتم کا مشہور شعر ہے:

اخو الحرب ان عضت به الحرب عضها

وان شمرت عن ساقها الحرب شمرا (٦٥)

''ممدوح جنگ کا مرد میدان ہے۔ اگر جنگ اس پر حملہ آور ہوتی ہے تو وہ بھی اس سے نبرد آزما ہوتا ہے اور اگر گھمسان کا رن پڑتا ہے تو وہ بھی اس میں بے خطر کود پڑتا ہے۔''

اس شعر میں گھمسان کے رن کے لیے شمرت عن ساقها الحرب کا محاورہ استعمال کیا ہے۔ (٦٦)

شعراء نے 'تشمیر عن ساق' اور 'کشف عن ساق' دونوں طرح کی تعبیریں استعمال کی ہیں۔ یہاں مذکورہ بالا شعر کے ساتھ کوئی ایسا شعر بھی لانا زیادہ موزوں تھا جس میں 'کشف عن ساق' کے الفاظ آئے ہوں۔ مفسرین نے بعض ایسے اشعار نقل کیے ہیں مثلاً:

كشفت لهم عن ساقها ۔۔۔ وبدا من الشعر الصراح (٦٧)

قد كشفت عن ساقها فشدوا ۔۔۔ وجدت الحرب بكم فجدوا

عجبت من نفسي ومن اشفاقها ۔۔۔ ومن طراد الطير عن ارزاقها

في سنة قد كشفت عن ساقها ۔۔۔ حمراء تبري اللحم عن عراقها (٦٨)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۔ سورۂ لہب کی پہلی آیت ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ.

اس کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

'تب' کے معنی ہلاک ہونے اور خسارہ میں پڑنے کے ہیں۔اسی سے "تبت یدا فلان" کا محاورہ نکلا ہے۔ جس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ فلاں کے دونوں ہاتھ حصول مقصد میں ناکام و عاجز رہے۔ دونوں ہاتھوں کی ناکامی اور بے بسی کامل بے بسی کی تعبیر ہے۔ اگر کہیں کہ تبت یداہ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ مقابلہ کرنے سے عاجز ہو گیا۔ اسی طرح کسر ید (ہاتھ توڑ دینا) کسی کا زور توڑ دینے کی تعبیر ہے۔ فند الزمانی (۶۹) کا شعر ہے:

وتركنا ديار تغلب تفرا وكسرنا من الغواة الجناحا

"ہم نے تغلب کے علاقہ کو چٹیل بنا کے چھوڑ دیا اور ان کے سرکشوں کے بازو توڑ دیئے۔" (۷۰)

یہاں کوئی ایسا شعر لانا زیادہ موزوں تھا جس میں 'تبت یدا' کی تعبیر استعمال کی گئی ہو لسان العرب میں ہے:

اخسر بها من صفقة لم تستقل
تبت يدا صافقها ماذا فعل (۷۱)

(ج) تفسیر اور ترجمہ میں عدم مطابقت

کہیں کہیں مولانا نے کسی لفظ کی تشریح میں بہت اچھی بحث کی ہے اور بطور دلیل اشعار عرب کے نظائر پیش کیے ہیں، لیکن محسوس ہوتا ہے کہ خود ان کا ترجمہ اس سے مطابقت نہیں رکھتا۔ مثلاً سورۂ بقرہ کی آیات ہیں:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ أَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝ (۴۵-۴۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظ 'ظن' کی تشریح کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے کہ اس کے معنیٰ صرف 'شک' ہی کے نہیں ہوتے، بلکہ بسا اوقات وہ یقین کا ہم معنیٰ ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''آدمی کسی چیز کے متعلق اس کے دیکھے بغیر جو رائے قائم کرتا ہے اس کو 'ظن' کہتے ہیں۔ اس طرح کی رائے پر بالعموم چوں کہ یقین نہیں ہوا کرتا اس وجہ سے ظن کا لفظ کچھ شک کا ہم معنیٰ سا بن گیا ہے۔ چناں چہ عربی زبان اور قرآن مجید میں یہ لفظ اس معنیٰ میں بہت استعمال ہوا ہے۔ طرفہ کا مشہور شعر ہے:

واعلم علما ليس بالظنّ انه
اذا ذل مولى المرء فهو ذليل

''میں ایک بات جانتا ہوں جو محض گمان نہیں ہے کہ جب آدمی کا چچازاد بھائی ذلیل ہو جائے تو وہ خود بھی ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔''

اسی طرح قرآن مجید میں ہے:

إِن نَّظُنُّ إِلَّا ظَنًّا وَمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِينَ. (الجاثیہ:۳۲)

''ہم محض ایک گمان کر رہے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں ہیں۔''

لیکن ایک بن دیکھی چیز کے متعلق جو رائے قائم کی جاتی ہے، ضروری نہیں کہ وہ مشکوک ہی ہو۔ بسا اوقات یہ رائے یقین پر مبنی ہوتی ہے، لیکن 'ظن' کا لفظ اس کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ ظن کا یہ استعمال اس کے عام معنیٰ کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ اس میں شک کا مفہوم مضمر نہیں ہوتا۔ اوس بن حجر کا ایک شعر ہے:

الذی یظن بک الظن
کان قد رأی وقد سمعا (۷۲)

''وہ ذہین کہ اگر تمہارے بارے میں کوئی گمان بھی کرے تو معلوم ہوتا ہے دیکھ کر اور سن کر کرتا ہے۔''

درید بن الصمہ کہتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقلت لهم ظنوا بالفي مدجج
سراتهم في الفارسي المسرد (۷۳)

"میں نے ان سے کہا کہ دو ہزار سلاح پوش سواروں کا یقین کرو جن کے سردار باریک کڑیوں کی زرہ پہنے ہوئے ہیں۔" (۷۴)

ظن سے متعلق مولانا کی یہ بحث قابل قدر ہے، لیکن آیت کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے: "جو گمان رکھتے ہیں کہ انھیں اپنے رب سے ملنا ہے اور وہ اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک آیت میں لفظ 'ظن' گمان کے معنی میں ہے۔ بیش تر مفسرین نے صراحت کی ہے کہ زیر بحث آیت میں لفظ 'ظن' یقین کے معنی میں ہے (۷۵) اردو مفسرین نے عموماً اس کا ترجمہ 'جو سمجھتے ہیں' یا 'جنھیں اس کا خیال رہتا ہے' کیا ہے، البتہ مولانا سید حامد علی کا ترجمہ صریح ہے: "جو یقین رکھتے ہیں کہ انھیں اپنے رب کے روبرو حاضر ہونا ہے۔"

(د) کلام عرب کے نظائر پر اکتفا

مولانا اصلاحی نے آیات قرآنی کی تفسیر کے دوران قرآن کریم کے نظائر و شواہد بھی پیش کیے ہیں اور کلام عرب کے بھی حوالے دیے ہیں۔ اپنے مقدمہ میں انھوں نے اس کی صراحت کی ہے:

> "کتاب کو ثقالت سے بچانے کے لیے کلام عرب کے حوالے بھی میں نے زیادہ نہیں دیے ہیں۔ صرف بقدر کفایت ہی دیے ہیں...... اس کی کی تلافی میں نے قرآن مجید کے نظائر و شواہد سے اچھی طرح کر دی ہے اور یہ بات اپنی جگہ پر مسلم ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے سب سے زیادہ قابلِ اطمینان تفسیر ہے۔ تاہم یہ بات نہیں ہے کہ کلام عرب کو میں نے بالکل ہی نظر انداز کیا ہو۔ اہم ادبی اور نحوی اشکالات کے مواقع میں اس سے بھی میں نے پورا فائدہ اٹھایا ہے اور اس کے حوالے بھی نقل کیے ہیں۔" (۷۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن بعض مواقع پر مولانا نے اپنے مفہوم کی تائید میں کلام عرب کے نظائر تو پیش کیے ہیں، لیکن قرآنی شواہد ان کی نظر سے اوجھل رہ گئے ہیں۔ ایسے مواقع پر خواہش ہوتی ہے کہ کاش مولانا نے اس تاویل کے لیے قرآنی شواہد بھی پیش کیے ہوتے کہ 'تاویل الفرقان بالفرقان' کے نظریہ کے علم برداروں کے لیے یہ چیز زیادہ مناسب تھی۔ اس سلسلے کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ سورۂ آل عمران میں ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ. (آیت نمبر ۸۱)

اس آیت میں 'مصدق' کے دو معانی بیان کیے گئے ہیں: ایک 'تصدیق کرنے والا' اور دوسرا 'مصداق'۔ بیش تر مفسرین نے اس کے پہلے معنی مراد لیے ہیں۔ امام رازیؒ نے دونوں معانی بیان کیے ہیں۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے اس آیت میں 'رسول' سے مراد خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں اور مصدّق کا مفہوم یہ ہے:

والمراد بكونه مصدقاً لما معهم هو ان وصفه وكيفية احواله مذكورة في التوراة والانجيل فلما ظهر علي احوال مطابقة لما كان مذكوراً في تلك الكتب كان نفس مجيئه تصديقاً لما كان معهم. (۷۷)

'مصدق لما معهم' سے مراد یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور کیفیتِ احوال تورات وانجیل میں مذکور ہیں۔ پس جب آپ کا ظہور ان کتابوں کے بیانات کے عین مطابق ہوا ہے تو آپ کی آمد گویا ان (یہود و نصاریٰ) کے پاس موجود بیانات کی تصدیق ہے۔"

اس دوسرے معنی کو مولانا اصلاحی نے بھی اختیار کیا ہے اور شعر کے ذریعے اسے مدلل کیا ہے، فرماتے ہیں:

"اس کے دو پہلو ہیں۔ ایک خاص اہمیت رکھنے والا پہلو یہ ہے کہ نبی ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظہور اور آپ کی صفات اور کارناموں سے ان پیشین گوئیوں کا مصداق سامنے آیا تھا جو تورات اور انجیل میں موجود تھیں اور جن کے مصداق کے ظہور کے لیے اہل کتاب منتظر بھی تھے اور ان کو منتظر ہونا چاہیے بھی تھا۔ اس لیے کہ ان پیشین گوئیوں کی تصدیق سے سب سے پہلے انہی کا سر اونچا ہوتا۔ لفظ 'تصدیق' کے اس مفہوم کے لیے ایک حماسی شاعر کا یہ شعر پیش نظر رکھیے:

فدت نفسی وما ملکت یمینی

فوارس صدقوا فیھم ظنونی (۷۹)

مولانا نے اپنے اختیار کردہ معنی کے لیے کلام عرب کے نظائر تو پیش کیے، مگر قرآنی نظائر پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ لفظ 'تصدیق' کا یہ مفہوم بعض دیگر قرآنی آیات سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ. (سبا:۲۰)

''ان کے معاملے میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا۔''

سورۂ صافات میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خواب کو عملی جامہ پہنانے پر تیار ہو گئے اور بیٹے کو قربان کرنے کے لیے پیشانی کے بل لٹا دیا تو بارگاہِ الٰہی سے ندا آئی:

يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا. (آیات:۱۰۴-۱۰۵)

''اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔'' (۸۱)

۲۔ سورۂ قیامۃ میں ہے:

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّى ٥ وَلَكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّى ٥ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى ٥ أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى ٥ ثُمَّ أَوْلَى لَكَ فَأَوْلَى ٥ (آیات:۳۱-۳۵)

ان آیات میں 'اولی لک' کا ترجمہ مولانا مودودی نے یہ کیا ہے: ''یہ روش تیرے ہی لیے سزاوار ہے۔'' مولانا اصلاحی کا ترجمہ یہ ہے: ''افسوس ہے تجھ پر۔'' اس کی لغوی تشریح کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

''اولی لفظ 'ویل' سے ہے جو زجر و اظہار حسرت و ملامت اور اظہار نفرت و غضب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے آتا ہے۔ اس معنیٰ میں یہ کلام عرب میں بکثرت آیا ہے۔ خنساء کا مشہور شعر ہے:

همـمـت بـنـفـسـي كل الهموم

فـاولـى لـنـفـسـي اولى لها (۸۲)

''میں نے اپنے نفس کے بارے میں طرح طرح کے ارادے کر ڈالے۔ پس افسوس ہے میرے نفس پر، افسوس ہے۔''

پھر مولانا مودودی کا نام لیے بغیر ان پر یوں تنقید کی ہے:

''معلوم نہیں بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ 'سزاوار' کس طرح کر دیا ہے۔ (۸۳) یہ عربیت کے بھی خلاف ہے اور سیاق وسباق سے بھی بے جوڑ ہے۔'' (۸۴)

مولانا مودودی پر تنقید کے جوش میں مولانا اصلاحی کی توجہ اس مفہوم کے قرآنی نظائر تلاش کرنے کی جانب مبذول نہیں ہو سکی۔ یہ لفظ سورہ محمد میں بھی اسی مفہوم میں آیا ہے:

فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ. (آیت نمبر ۲۰)

اس آیت میں مولانا مودودی نے بھی 'اولیٰ' کے معنیٰ افسوس کے لیے ہیں۔ ان کا ترجمہ یہ ہے:

''مگر جب ایک محکم سورت نازل کر دی گئی جس میں جنگ کا ذکر تھا تو تم نے دیکھا کہ جن کے دلوں میں بیماری تھی وہ تمھاری طرف اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت چھا گئی ہو۔ افسوس ان کے حال پر۔''

(ہ) تفسیرِ قرآن میں کلامِ عرب کا مقام

اس موضوع پر بحث نا تمام رہے گی اگر یہ جائزہ نہ لیا جائے کہ مولانا اصلاحی نے تفسیر قرآن میں کلام عرب کو کیا حیثیت دی ہے؟ اس سلسلے میں مولانا نے اپنی کتاب 'مبادی تدبر قرآن' میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ انھوں نے اصول تفسیر کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک قطعی، دوسرے ظنی۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قطعی اور ظنی سے ان کی مراد کیا ہے؟ اس کی وضاحت درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

"تفسیر کے صحیح اصول دو طرح کے ہیں: ایک وہ ہیں جو بالکل قطعی ہیں، ان میں کسی قسم کے ظن یا شبہ کو کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ قرآن مجید کی تفسیر کے بلا اختلاف ماخذ ہیں۔ ان کی رہنمائی میں جو تفسیر کی جائے گی اگرچہ ہمارے قصور استعمال اور ہماری علمی کوتاہیوں کی وجہ سے غلطیاں اس میں بھی ہوں گی، لیکن اصول کی حد تک وہ بالکل صحیح تفسیر ہوگی اور اپنے نتائج کے اعتبار سے بھی زیادہ سے زیادہ قرین صحت ہوگی۔ دوسرے وہ اصول ہیں، جو ظنی ہیں یعنی قرآن مجید کی تاویل وتفسیر میں وہ مددگار تو ہیں اور ان کی رہنمائی سے توضیح مطالب اور حل مشکلات میں نہایت قیمتی مدد بھی ملتی ہے لیکن چوں کہ ان میں ظن اور شبہ کو دخل ہے اس لیے ان سے صرف اسی حد تک رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے جہاں تک وہ قرآن کی موافقت کریں اور ان سے قرآن کے کسی اشارہ یا تلمیح کی وضاحت ہو رہی ہو۔" (۸۵)

تفسیر کے قطعی اصول مولانا نے چار قرار دیے ہیں:

۱۔ تفسیر کا اول ماخذ عربی زبان کو بنایا جائے (اس میں انھوں نے کلام عرب کو بھی شامل کیا ہے۔)

۲۔ نظم قرآن۔

۳۔ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے کی جائے۔

۴۔ سنت متواترہ ومشہورہ

جب کہ ظنی ماخذ ان کے نزدیک تین ہیں:

۱۔ احادیث وآثار صحابہ

۲۔ قوموں کی ثابت شدہ تاریخ

۳۔ قدیم آسمانی صحیفے

قطعی اصولوں کے بارے میں مولانا کی یہ صراحت قابل ذکر ہے:

"یہ چاروں اصول جہاں تک ہمارے بیان کرنے کا تعلق ہے الگ الگ بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں گے، لیکن یہ تفسیر میں استعمال بالکل ایک ساتھ ہوں گے۔ ایک ساتھ ہونے ہی کی وجہ سے ان کے اندر وہ استحکام پیدا ہوتا ہے جو ان کو قطعیت کا درجہ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ ان کو الگ الگ استعمال کرنے کی کوشش کی جائے تو ان میں سے اکثر اپنی قطعیت کھو بیٹھیں گے۔'' (۸۶)

تفسیر کے اصولوں کے سلسلے میں مولانا اصلاحی کی یہ تقسیم محل نظر ہے۔ اگرچہ انھوں نے صراحت کردی ہے کہ ان کے بیان کردہ قطعی اصولوں میں سے اکثر تنہا استعمال ہونے کی صورت میں اپنی قطعیت کھودیں گے، لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ دیگر اصولوں کے ساتھ مل کر کلام عرب سے استدلال کے اصول کو کیوں قطعیت مل جائے گی اور احادیث اور آثار صحابہؓ کو انہی اصولوں کے ساتھ مل کر ویسی قطعیت کیوں نہیں مل سکتی؟ اگر اس کا سبب مولانا کے الفاظ میں یہ ہے کہ ''ان میں ظن وشبہ کو دخل ہے'' تو ویسا ظن وشبہ تو کلام عرب میں بھی پایا جاتا ہے۔ اگر احادیث اور آثار صحابہؓ کے بارے میں یہ بات کہی جائے کہ ان میں ضعیف اور موضوع روایات کی آمیزش ہوگئی ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں امتیاز کرنا دشوار ہے تو یہی بات کلام عرب کے بارے میں کہی جاسکتی ہے کہ اس کا بڑا حصہ منحول ہے اور منحول اور غیر منحول میں فرق کرنا مشکل ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ احادیث اور آثار صحابہ میں قرآن کے ایک لفظ کے معنیٰ کی تعیین میں متعدد اقوال ملتے ہیں، جس سے اضطراب سامنے آتا ہے تو اس اضطراب کا مظاہرہ کلام عرب سے استدلال کی صورت میں بھی ہوتا ہے۔ سورہ مدثر کی آیت ۴ ''وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ'' میں ''ثیاب'' سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں آٹھ اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ ہر قول کے قائل نے اپنے مفہوم کے لیے کلام عرب سے استدلال کیا ہے۔ (۸۷) سورہ ذاریات کی آیت ۷ وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْحُبُكِ میں 'حبک' کے معنیٰ کی تعیین میں کئی اقوال ہیں اور ہر قول کی تائید میں اشعار موجود ہیں (۸۸) اس سے واضح ہوا کہ تفسیر قرآن میں احادیث اور آثار صحابہ کو کلام عرب سے کم تر حیثیت دینا صحیح نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ایک حیثیت شارح قرآن کی تھی۔ آپؐ نے اپنے ارشادات کے ذریعے قرآن کے اجمال کی تفصیل کی ہے، اس کے معانی کی وضاحت کی ہے اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشارات کو کھولا ہے۔ اسی طرح صحابۂ کرام اہل زبان تھے۔ انھوں نے نزول قرآن کے حالات کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور صحبت نبوی سے خوب فیض اٹھایا تھا۔ اس لیے وہ کلام الٰہی کے منطوق و مدلول، اشارات و کنایات اور اس کے جملہ اسالیب سے بخوبی واقف تھے اور جاہلی شاعری پر بھی ان کی نظر تھی۔ اس لیے قرآن کریم کی تفسیر میں احادیثِ رسول اور صحابۂ کرام سے منقول تفسیری سرمایہ پر اعتماد نہ کرنا ہرگز دانش مندی نہیں ہے۔

خاتمہ

تفسیر قرآن میں کلام عرب ایک اہم ماخذ ہے۔ تمام قدیم مفسرین نے اس سے استفادہ کیا ہے، لیکن متاخرین کے یہاں اس سے استشہاد میں کمی آگئی تھی۔ مولانا فراہیؒ اور ان کے شاگرد مولانا امین احسن اصلاحیؒ کا کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے اس کی اہمیت واضح کی اور اپنی تفسیروں میں اس سے بھرپور استفادہ کیا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب ۱۹۸۷ء، ۱۱۱/۱۰ بضمن آیت "اَوْ یَاْخُذَھُمْ عَلٰی تَخَوُّفٍ" (النحل ۴۷)

۲۔ سیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، المطبعۃ الازہریۃ مصر، ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۵ء، طبع دوم، ۱۲۰/۱

۳۔ ایضاً، ص ۱۱۹

۴۔ ایضاً،

۵۔ ان سوالات و جوابات کا کچھ حصہ ابن الانباری نے کتاب الوقف اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے۔ سیوطی نے انھیں مکمل نقل کر دیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے الاتقان ۱۲۰/۱-۱۳۳۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی (م ۱۹۹۸ء) نے انھیں اپنی کتاب الاعجاز البیانی للقرآن الکریم کے آخر میں اپنی تحقیق کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔

۶۔ الاتقان، ص ۱۹۹

۷۔ فراہی، تفسیر نظام القرآن، دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، ۱۹۹۶ء، ص ۴۰

۸۔ امین احسن اصلاحی، مبادی تدبر قرآن، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور ۱۹۸۰ء، طبع چہارم، ص ۶۰

۹۔ ایضاً، ص ۵۸-۵۹

۱۰۔ ایضاً، ص ۵۹-۶۰

۱۱۔ ایضاً، ص ۶۱

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۰۷

۱۳۔ تدبر قرآن، مقدمہ ۱۵/۱، تاج کمپنی دہلی ۱۹۸۹ء

۱۴۔ ایضاً، ص ۴۱/۱

۱۵۔ ایضاً، ۱۵/۱-۱۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶۔ یہ شعر جاہلی شاعر درید بن الصمہ کا ہے، دیکھیے دیوان الحماسہ، باب المراثی

۱۷۔ تدبر قرآن، ۱/۱۳۰

۱۸۔ یہ شعر یحییٰ بن زیاد الحارثی کا ہے۔ دیکھئے دیوان الحماسہ، باب الادب

۱۹۔ تدبر قرآن ۱/۳۴۰

۲۰۔ یہ شعر قبیلۂ مضر کے مخضرم شاعر ربیعہ بن مقروم کا ہے۔ دیکھئے دیوان الحماسۃ، باب الادب

۲۱۔ تدبر قرآن، ۲/۱۵۳

۲۲۔ یہ مراد بن سعید کا شعر ہے۔ دیکھئے دیوان الحماسۃ، باب الادب۔ یہ شاعر اموی عہد کا ہے۔

۲۳۔ یہ عمرو بن کلثوم کا شعر ہے۔ اس کا پہلا مصرع زمخشری نے بھی نقل کیا ہے۔ بضمن آیت وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (ہود:۲۹) دیکھئے کشاف، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر، ۲/۲۶۶

۲۴۔ تدبر قرآن، ۲/۲۶۶

۲۵۔ یہ شعر قبیلۂ فریع کے شاعر محلوط کا ہے۔ ملاحظہ کیجئے دیوان الحماسۃ، باب الادب

۲۶۔ تدبر قرآن، ۲/۵۴۶

۲۷۔ یہ شعر عباس بن مرداس کا ہے۔ دیوان الحماسہ، باب الادب، یہ مخضرم صحابی ہیں۔

۲۸۔ تدبر قرآن، ۳/۴۸۵

۲۹۔ ایضاً، ۶/۲۶۹

۳۰۔ یہ شعر جاہلی شاعر مضرس بن ربعی کا ہے۔ مبادئ تدبر قرآن میں مولانا اصلاحیؒ نے اس کے نام کی صراحت کی ہے، دیکھئے ص ۱۱۹۔ یہ حماسی شاعر ہے۔ ملاحظہ کیجئے دیوان الحماسۃ، باب الادب

۳۱۔ تدبر قرآن ۸/۹۹—۱۰۰ مولانا اصلاحی نے اپنی کتاب 'مبادی تدبر قرآن' میں 'تیسیر قرآن' کے عنوان سے تفصیل سے بحث کی ہے۔ وہاں انھوں نے لفظ تیسیر کے مفہوم پر مذکورہ بالا شعر کے علاوہ ایک اور شعر سے بھی استشہاد کیا ہے جو اعرج معنی کا ہے:

قمت الیہ باللجام میسراً   ھنالک یجزینی لذی کنت اصنع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا اور حال یہ تھا کہ وہ لگام کے ساتھ بالکل کھڑا تھا۔ ایسے ہی وقتوں میں وہ میرے احسانات کا حق ادا کرتا ہے) دیکھئے مبادی تدبر قرآن ص ۱۱۸

۳۲۔ یہ شعر ایاس بن القائب کا ہے۔ ملاحظہ کیجئے دیوان الحماسۃ، باب الادب

۳۳۔ تدبر قرآن، ۵۲۲/۹-۵۲۳

۳۴۔ دیکھئے تدبر قرآن: ۱۸۸/۱-۱۸۹، ۲۱۰، ۴۴۴-۴۴۵، ۵۸۱/۷-۵۸۲، ۶۱۸، ۶۳۳، ۴۶۴/۸-۴۶۵، ۳۱۵/۹-۳۱۶، ۵۳۲

۳۵۔ تدبر قرآن ۴۶۸/۵۔ اس شعر سے قرطبی نے بھی استشہاد کیا ہے، دیکھئے تفسیر قرطبی ۳۲/۱۳

۳۶۔ تدبر قرآن ۸۰/۸

۳۷۔ ایضاً، ۳۹۱/۹، ۴۳۶

۳۸۔ ایضاً، ۱۵۶/۴

۳۹۔ ایضاً، ۲۲۵/۵-۲۵۶

۴۰۔ ایضاً، ۵۵۵/۷

۴۱۔ ایضاً، ۴۱۳/۵

۴۲۔ یہ معلقہ عنترہ کا دوسرا شعر ہے۔

۴۳۔ تدبر قرآن، ۱۰۵/۹

۴۴۔ ایضاً ص ۵۷۸/۷-۵۷۹، ۹۱/۹-۹۲

۴۵۔ ایضاً، مقدمہ ۱۶/۱

۴۶۔ ایضاً، ۹۱/۵

۴۷۔ ایضاً، ۹۲/۵

۴۸۔ ایضاً، ۵۰۲/۵

۴۹۔ ایضاً، ۵۵۵/۷

۵۰۔ ایضاً، ۸/۱، دیباچہ

۵۱۔ ایضاً، ۲۲۵/۵-۲۲۶

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

۵۲۔ دیوان زہیر بن ابی سلمٰی، مکتبہ صادر بیروت، تحقیق کرم البستانی، ص ۱۲۳

۵۳۔ تدبر قرآن، ۴۶۸/۵

۵۴۔ دیوان زہیر، ص ۱۰۷

۵۵۔ تدبر قرآن، ۴۲۶/۵

۵۶۔ دیوان الاعشیٰ، طبع بیانیہ، ۱۹۲۷ء، ص ۹۴

۵۷۔ تدبر قرآن، ۱۵۶/۴

۵۸۔ دیوان امرء القیس، طبع بیروت ۱۹۵۸ء، ص ۱۱۷

۵۹۔ تدبر قرآن، ۲۱۰/۱

۶۰۔ دیوان نابغۃ الذبیانی

۶۱۔ تدبر قرآن، ۲۱۹/۱–۲۲۰

۶۲۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۲۰۶/۵، مادہ سجد

۶۳۔ یہ شعر یزید بن الحکم ثقفی کا ہے جو فرزدق و جریر کا معاصر شاعر ہے۔ ملاحظہ کیجیے دیوان الحماسۃ، باب الادب

۶۴۔ تدبر قرآن، ۵۴۱/۴

۶۵۔ اس شعر کو زمخشری نے بھی نقل کیا ہے۔ دیکھیے کشاف ۱۴۶/۴، زیر آیت "یوم یکشف عن ساقٍ" (القلم: ۴۲)

۶۶۔ تدبر قرآن، ۵۲۷/۸

۶۷۔ یہ سعد بن مالک کا شعر ہے جو جاہلی شاعر ہے۔ ملاحظہ کیجیے دیوان الحماسۃ

۶۸۔ دیکھیے طبری، جامع البیان (تفسیر طبری)، المطبعۃ المیمنیہ مصر، ۲۴/۲۹، تفسیر قرطبی ۲۴۸/۱۸، رازی، مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر)، المطبعۃ العامرۃ مصر، ۱۹۲/۸–۱۹۳، آلوسی، روح المعانی، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر، ۳۴/۲۹۔ رازی نے موخر الذکر دو اشعار میں 'کشفت' کی جگہ 'شمرت' نقل کیا ہے۔

۶۹۔ یہ جاہلی شاعر ہے۔ فند اس کا لقب اور نام شہل بن شیبان ہے۔ ملاحظہ کیجیے شرح دیوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الحماسۃ، مرزوقی، مطبعۃ الجنۃ التالیف والترجمۃ والنشر قاہرہ، ۱۹۵۱ء، ۳۲/۱

۷۰۔ تدبر قرآن، ۶۳۲/۹

۷۱۔ لسان العرب، ۲۲۶/۱، مادہ 'تب'

۷۲۔ اس شعر کو زمخشری نے بھی نقل کیا ہے۔ دیکھئے کشاف ۲۲۹/۳، بضمن آیت "وَهُمْ بِالآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُوْنَ" (لقمان:۴)

۷۳۔ اس شعر سے بھی زمخشری نے استشہاد کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے کشاف ۱۷۹/۳۔ بضمن آیت "وَاِنِّیْ لَاَ ظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ" (القصص:۳۸)

۷۴۔ تدبر قرآن، ۹۳/۱

۷۵۔ دیکھئے تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، روح المعانی اور دیگر تفسیروں میں متعلقہ آیت کی تفسیر

۷۶۔ تدبر قرآن، ۹۳/۱

۷۷۔ تفسیر کبیر، ۵۰۹/۲

۷۸۔ اس لفظ کی روایتیں صَدَقَتْ (بصیغۂ معروف) اور صُدِّقَتْ (بصیغۂ مجہول) کی بھی ہیں۔ دیکھئے شرح دیوان الحماسہ مرزوقی ۳۹/۱

۷۹۔ یہ شعر ع ابو الغول الطھوی کا ہے جو عہد مروان کا شاعر ہے۔ دیوان الحماسہ، باب الحماسۃ

۸۰۔ تدبر قرآن، ۱۳۴/۲-۱۳۵

۸۱۔ مولانا صدر الدین اصلاحیؒ نے اپنی تفسیر 'تیسیر القرآن' میں 'مصدق' کا یہی موخر الذکر معنیٰ مراد لیا ہے۔ اس پر بعض استفسارات کے جواب میں انھوں نے تفصیل سے دلائل پیش کیے ہیں۔ انھوں نے اس مفہوم کے قرآنی نظائر میں انہی دونوں آیتوں کو پیش کیا ہے۔ دیکھئے تیسیر القرآن، شائع کردہ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۰۰۶ء، ص:۳۸۹-۳۹۸

۸۲۔ اس شعر کو قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ دیکھئے الجامع لاحکام القرآن ۱۱۵/۱۹

۸۳۔ مولانا مودودی نے اپنی تائید میں ابن کثیرؒ کو پیش کیا ہے۔ دیکھئے تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی طبع سوم ۱۹۷۴ء، ۱۷۶/۶۔ ابن کثیرؒ نے آیت کی تشریح میں لکھا ہے: "کفرت بخلقک و بارئک کما یقال فی المثل ھذا علی سبیل التھکم و التھدید کقولہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ" تفسیر ابن کثیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر ۱۹۳۷ء، ۴/۴۵۱

۸۴۔ تدبر قرآن، ۹/۹۵

۸۵۔ مبادی تدبر قرآن، ص ۱۶۹

۸۶۔ ایضاً

۸۷۔ تفسیر قرطبی ۱۹/۶۲-۶۵

۸۸۔ حوالہ سابق، ۱۷/۳۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی قرآن فہمی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک موقع پر اپنے استاد علامہ سید سلیمان ندویؒ سے متعلق فرمایا تھا:

"لوگ سید صاحب کو مورّخ اور سوانح نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں، متکلم کی حیثیت سے جانتے ہیں، لیکن میرے نزدیک فہم قرآن میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ مجھے ہندوستان ہی نہیں، بلکہ تحتی براعظم میں بھی کوئی ایسا شخص نہیں ملا جس کا مطالعۂ قرآن اتنا وسیع اور عمیق ہو اور اس غائر مطالعہ کی وجہ یہ ہے کہ عربی زبان و ادب اور بلاغت اور اعجاز قرآنی کا مطالعہ ان کا بہت وسیع و عمیق تھا۔" (۱)

ٹھیک یہی بات خود مولانا ابوالحسن علی ندوی پر بھی صادق آتی ہے۔ مولانا کی مشہور تصنیفات: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، تاریخ دعوت و عزیمت، سیرت سید احمد شہید، جب ایمان کی بہار آئی، المرتضی، تذکرہ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی، مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت، حیات عبدالحیٔ، ذکر خیر، سوانح حیات حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی، سوانح محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیا، صحبتے با اہل دل وغیرہ نے اگرچہ ان کی پہچان ایک مورخ اور سوانح نگار کی بنائی ہے، لیکن قرآنیات کے میدان میں ان کی خدمات بھی کم اہم نہیں ہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کی تمام تصنیفات پر، خواہ وہ کسی موضوع سے متعلق ہوں، قرآن کا رنگ غالب ہے۔ اس کی صراحت ایک موقع پر خود مولانا نے کی ہے:

"میں قرآن مجید کا ادنیٰ طالب علم ہوں، اس کے بعد جو کچھ بھی اللہ نے توفیق دی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں قرآن مجید کا سب سے بڑا حصہ ہے:

آنچہ کردم ہمہ از دولت قرآن کردم

جن لوگوں نے میری ناچیز تحریریں اور تصنیفات دیکھی ہیں ان کو اندازہ ہوگا کہ میری تحریروں کا تانابانا قرآن مجید ہی سے تیار ہوتا ہے۔ میں نے سب سے زیادہ قرآن سے مدد لی ہے اور پھر تاریخ سے اور میں تاریخ کو قرآن مجید ہی کی تفسیر سمجھتا ہوں۔'' (۲)

اس مقالہ میں کوشش کی گئی ہے کہ قرآن سے مولانا کے ربط و تعلق اور شغف کو واضح کیا جائے اور ان کی قرآن فہمی کے کچھ نمونے پیش کیے جائیں۔

تربیت

قرآن سے شغف مولانا کو اپنی والدہ ماجدہ سے ورثہ میں ملا تھا۔ وہ قرآن مجید کی پابندی سے تلاوت کرنے اور سورتیں حفظ کرنے کی تاکید کرتی رہتی تھیں۔ انھوں نے مولانا کو بچپن ہی میں قرآن کی بڑی بڑی سورتیں یاد کرا دی تھیں (۳) چالیس سال کی عمر کے بعد مولانا کو پورا قرآن حفظ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ (۴)

اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ مولانا کا تلاوتِ قرآن کا معمول زندگی کے آخری لمحے تک رہا۔ وصال کے دن بھی آپ نے قرآن شریف کی تلاوت کی اور سورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ (۵)

قرآن کے اساتذہ

مولانا کو قرآن کی تعلیم اپنے عہد کے اساطینِ علم سے حاصل کرنے کا موقع ملا۔ اس سے ان کی صلاحیتوں کو جلا ملی اور وہ قرآن میں غور و تدبر کی نئی نئی جہتوں سے روشناس ہوئے۔ اس سلسلے میں آپ کے سب سے پہلے استاد شیخ خلیل بن محمد یمانی تھے، جو خلیل عرب کے نام سے مشہور ہیں۔ عموماً لوگ انھیں عربی زبان وادب کے استاد کی حیثیت سے جانتے ہیں، لیکن خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے صراحت کی ہے کہ زبان وادب کی تعلیم سے قبل انھوں نے ان سے قرآن کی تعلیم حاصل کی تھی اور ان سے قرآن کی کچھ سورتیں (خاص طور سے وہ سورتیں جن میں توحید کا مضمون بیان ہوا ہے) پڑھی تھیں (۶) دوسرے استاد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے استاد تفسیر خواجہ عبدالحیٔ فاروقی تھے۔ مولانا کے خاندان سے ان کے قریبی روابط تھے۔ لکھنؤ تشریف لاتے تو مولانا کے گھر ٹھہرتے۔ ۱۹۲۸ء میں ایک مرتبہ وہ تشریف لائے تو مولانا کے برادر معظم ڈاکٹر عبدالعلی صاحب کے کہنے پر انھوں نے مولانا کو آخری پارہ کی کچھ سورتیں پڑھائیں۔(۷)

تفسیر میں مولانا کے خاص استاد مدرسہ قاسم العلوم لاہور کے شیخ التفسیر مولانا احمد علی تھے۔ ان سے قرآن پڑھنے کے لیے طلبہ دور دور سے حاضر ہوتے تھے۔ انھوں نے مدارس عربیہ کے فارغین کے لیے خصوصی نظم کر رکھا تھا۔ یہ علماء کلاس کہلاتی تھی۔ اس کا سلسلہ آخر شعبان سے وسط ذی قعدہ تک جاری رہتا۔ اس مدت میں پورا قرآن پڑھایا جاتا تھا۔ آخر میں باقاعدہ امتحان لیا جاتا اور سند دی جاتی تھی۔ مولانا احمد علی کا طریقۂ تدریس بھی نرالا تھا۔ طالب علم کو ہر رکوع کا خلاصہ اور اس کا ماخذ یاد کرنا پڑتا تھا اور نیا درس شروع ہونے سے پہلے پچھلے درس کا امتحان ہوتا تھا۔ جس طالب علم کی جس رکوع کی باری آجائے اس کو اس کا خلاصہ مولانا عبیداللہ سندھی کے مقرر کیے ہوئے الفاظ میں اور اس کا قرآنی ماخذ سنانا پڑتا تھا (۸) مولانا نے ان سے استفادہ کے لیے ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان دو مرتبہ لاہور کا سفر کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جب تشریف لے گئے تو اتفاق سے وہ زمانہ مولانا احمد علی کے منظم درس کا نہیں تھا، لیکن انھوں نے خصوصی طور پر وقت دیا اور سورۂ بقرہ کا ابتدائی حصہ پڑھایا (۹) دسمبر ۱۹۳۲ء میں مولانا نے پھر لاہور کے لیے رخت سفر باندھا اور مولانا کے درس میں باضابطہ شرکت کی۔ پورے قرآن کا درس مکمل ہونے کے بعد مارچ ۱۹۳۳ء میں تمام طلبہ کا امتحان ہوا۔ مولانا کو سب سے زیادہ نمبر ملے۔(۱۰)

ان کے علاوہ قرآنیات میں مولانا نے جن شخصیات سے فیض اٹھایا اور استفادہ کیا ان میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا مناظر احسن گیلانی اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعلیم و تدریس

تعلیم سے فراغت کے بعد اگلا مرحلہ عملی زندگی میں قدم رکھنے کا تھا۔ خوش قسمتی سے کچھ ہی عرصہ بعد اگست ۱۹۳۴ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں بحیثیت استاد مولانا کا تقرر ہوگیا۔ اس طرح آئندہ زندگی میں بھی تعلیم و تعلم سے وابستہ رہنے اور خاص طور پر علوم قرآن کے میدان میں خدمات انجام دینے کا سنہری موقع ملا۔ تدریس کے لیے تفسیر اور ادب عربی کے مضامین مولانا کے سپرد ہوئے۔ اس عرصہ میں مولانا نے تفسیر کی امہات الکتب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور طلبہ کو مطمئن کرنے کے لیے قدیم تفاسیر کے ساتھ جدید تفاسیر سے بھی استفادہ کیا۔ اس زمانے کی محنت کا مولانا نے یوں تذکرہ کیا ہے:

> ''میں کتب خانہ سے تفسیر کی قدیم بڑی کتابیں اور اہم بنیادی مآخذ لے آیا۔ ان میں سے بعض تفسیریں مثلاً کشاف، معالم التنزیل بغوی و مدارک تقریباً لفظاً لفظاً پڑھیں۔ جدید تفاسیر میں سے تفسیر المنار، پھر مولانا آزاد کی ترجمان القرآن سے پورا استفادہ کیا۔ تدریس اور طلباء کے سوالات کے جواب میں علامہ آلوسی کی روح المعانی سے سب سے زیادہ مدد ملی۔''(۱۱)

تدریس کا یہ سلسلہ عرصہ تک جاری رہا۔ بعد میں انتظامی ذمہ داریاں متعلق ہو جانے کی وجہ سے اس میں توقف آ گیا۔

درسِ قرآن

قرآن کی تدریس کے علاوہ مولانا نے مختلف اوقات میں باضابطہ تسلسل کے ساتھ درس قرآن دیا ہے۔ سب سے پہلے اس کا اہتمام 'ادارۂ تعلیمات اسلام' کے تحت ہوا۔ یہ ادارہ لکھنؤ میں ۱۹۴۳ء میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی دینی تربیت کے لیے قائم کیا گیا تھا۔ مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی اور مولانا ابوالحسن علی ندوی اس کے روح رواں تھے۔ اس میں بعد نماز مغرب جمعہ کے دن قرآن کے درس کا اور ہفتہ کے دن حدیث کے درس کا انتظام کیا گیا۔ اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذمہ داری مولانا نے لی۔ درس کا یہ سلسلہ ۱۹۴۷ء کے بعد تک جاری رہا اور اس کی مرجعیت بڑھتی رہی۔ اس میں شہر کے بااثر افراد اور مسلمان افسران شریک ہوتے تھے۔ بعد میں ۱۹۵۱ء میں جب مولانا عبدالسلام قدوائی جامعہ ملیہ اسلامیہ میں استاد و ناظم دینیات ہوکر چلے گئے اور مولانا بھی مشرق وسطیٰ کے طویل دورے پر تشریف لے گئے تو درس کا یہ سلسلہ موقوف ہوگیا اور ادارۂ تعلیمات اسلام کی سرگرمیاں بھی برائے نام رہ گئیں۔ (۱۲)

مشرق وسطیٰ کے سفر سے واپسی پر مولانا نے درس کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ یہ درس اب تبلیغی جماعت کے مرکز میں ہونے لگا، جو کچہری روڈ پر قائم ہوا تھا۔ حاضری میں بھی مزید ترقی ہوئی، یہاں تک کہ مائک لگانے کا انتظام کیا گیا۔ یہ سلسلہ بھی برسوں چلتا اور ترقی کرتا رہا۔ (۱۳)

عمر کے آخری سالوں میں درس قرآن کی یہ مبارک مجلس پھر آراستہ ہوئی۔ مولانا رمضان المبارک کا مہینہ اپنے گھر دائرہ شاہ علم اللہ میں گزارنے کا اہتمام کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ان کے مریدین و متنسبین کی ایک بڑی تعداد بھی وہاں رہ کر ذکر و عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ ان لوگوں کی خواہش اور اصرار پر ۱۴۱۲ھ/ ۱۹۹۲ء سے مولانا نے تفسیری دروس کا سلسلہ شروع کیا، جو تقریباً چھ سال باقاعدگی سے جاری رہا۔ ۱۴۱۸ھ میں خرابیِ صحت اور مسلسل ضعف کی وجہ سے اس میں ناغے ہوئے اور ۱۴۱۹ھ میں مسلسل علالت اور بڑھتی ہوئی کمزوری کی وجہ سے بالکل منقطع ہوگیا۔ اس عرصے میں کئی پاروں کا درس ہوچکا تھا۔ اُسے ٹیپ ریکارڈر کی مدد سے قلم بند بھی کرلیا گیا ہے۔ (۱۴)

تصانیف

مولانا علی میاں کی تقریریں ہوں یا تحریریں سب کا سرچشمہ قرآن مجید ہے۔ مولانا خود فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھنے پڑھنے کی توفیق دی اور اپنے مطالعہ کا حاصل پڑھنے والوں کے سامنے رکھ دیا وہ سب قرآن مجید ہی کا فیضان ہے۔'' (۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا اپنی تحریروں میں بکثرت قرآنی آیات سے استدلال کرتے اور موقع و موضوع کی مناسبت سے ان کی دل نشیں اور مطابق حال تفسیر و تشریح کرتے ہیں، البتہ ان کی درج ذیل تصانیف کو خاص طور پر قرآنیات کے زمرہ میں شامل کیا جاسکتا ہے:

ا۔ معرکۂ ایمان و مادّیت

یہ کتاب سورۂ کہف کے مطالعہ پر مبنی ہے۔ خود مولانا کے الفاظ میں ''اسے مفسرین کے مخصوص طریقہ پر نہیں لکھا گیا ہے، بلکہ صرف تاثرات اور واردات کا مرقع اور سورۂ کہف کا ایک عمومی اور اصولی جائزہ ہے'' (۱۶) ابتداء میں اسے ایک مقالہ کی شکل میں مولانا نے اس وقت تیار کیا تھا جب وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں استاذ تفسیر تھے۔ اس کی اشاعت ۱۹۳۶ء میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ماہ نامہ ترجمان القرآن حیدرآباد میں ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد اسی موضوع پر مولانا مناظر احسن گیلانی کا ایک طویل مقالہ ماہ نامہ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوا تو مولانا کو اس سورہ پر دوبارہ غور کرنے اور اس کے معانی و مضامین پر تفصیل سے روشنی ڈالنے کی تحریک ملی۔ مولانا نے یہ کتاب عربی زبان میں الصراع بین الایمان والمادیة کے عنوان سے تیار کی اور دارالقلم کویت سے اس کی اشاعت ہوئی۔ دارالمختار الاسلامی نے اسے تاملات فی سورة الکھف کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس کا اردو ترجمہ مولانا محمد الحسنیؒ نے 'معرکۂ ایمان و مادیت' کے نام سے کیا ہے۔

۲۔ مطالعۂ قرآن کے اصول و مبادی

یہ کتاب بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے زمانۂ تدریس کی یادگار ہے۔ دوران تدریس مولانا نے محسوس کیا کہ طلبہ کو قرآن کے مقاصد اور مضامین سے آشنا بنانے اور ان میں اس سے استفادہ کی صلاحیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے انھوں نے کلاس میں ایک سلسلۂ مضامین لکھوانا شروع کیا۔

۱۹۴۰ء میں جب الندوہ کا سہ بارہ اجراء عمل میں آیا تو ان میں سے بعض مضامین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس میں شائع ہوئے۔ طویل عرصہ کے بعد ان مضامین پر نظر ثانی کے ساتھ چند مضامین کا اضافہ کر کے ۱۹۸۱ء میں 'مطالعہ قرآن کے اصول و مبادی' کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں اعجاز قرآن کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور قرآن مجید سے استفادہ کے شرائط اور موانع کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کا عربی ترجمہ المدخل الی الدراسات القرآنیة کے نام سے شائع ہوا ہے۔

۳۔ ارکانِ اربعہ کتاب وسنت کی روشنی میں

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تدریس کے دوران مولانا نے طلبہ کو جن مضامین کا املا کرانے کا منصوبہ بنایا تھا ان میں بنیادی عقائد: توحید، رسالت، معاد اور ارکان اربعہ بھی تھے۔ مگر اس کی تکمیل نہ ہوسکی (۱۷) اس کے کافی عرصہ کے بعد ایک موقع پر مشہور اخوانی رہ نما ڈاکٹر سعید رمضان (جو جنیوا سے عربی مجلہ المسلمون نکال رہے تھے) کی فرمائش پر حج کے حقیقی اور شرعی مقاصد، اس کی روح اور اس کے اہم پہلوؤں پر تین مقالے اور روزہ کے مقاصد پر دو مقالے مولانا نے عربی زبان میں تحریر کیے۔ یہ مقالے المسلمون میں شائع ہوئے۔ اس موقع پر مولانا کے ذہن میں آیا کہ رمضان اور حج کے ان مقالات کے ساتھ نماز اور زکوۃ کا حصہ بھی شامل کر دیا جائے، اس طرح اس کتاب کی پوری تصویر سامنے آئی۔ اس کی تالیف کے وقت المسلمون کے ان مضامین میں خاطر خواہ اضافہ کیا گیا۔ (۱۸)

اس کتاب میں ارکان اربعہ کی روح، حقیقت، مقاصد، اور طریقہ کے بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے اور ائمہ اسلام کی تصانیف اور معاصر اہل علم کی تحریروں سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

۴۔ منصبِ نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین

یہ کتاب ان لکچروں پر مشتمل ہے جو مولانا نے وزٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ/ مارچ ۱۹۶۳ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں دیے تھے۔ مولانا نے لکھا ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیش تر لکچرز رمضان ۱۳۸۲ھ میں انھوں نے رائے بریلی میں اپنے آبائی گاؤں دائرہ شاہ علم اللہ میں تحریر کیے تھے (۱۹) یہ قرآن کریم کے مطالعہ اور غور و تدبر پر مبنی ہیں۔ ان میں نبوت کی ضرورت، انبیاء کی خصوصیات اور امتیازات، ان کے فرائض منصبی، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی عظمت اور آپؐ کے ہمہ گیر اثرات پر قرآن کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔

قرآنی افادات

قرآنی افادات مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کوئی مستقل اور طبع زاد تصنیف نہیں ہے، بلکہ ان کی کتابوں، رسائل، مضامین اور تقریروں کے ایسے اقتباسات پر مشتمل ایک مجموعہ ہے جن میں بعض قرآنی آیات کی تفسیر و توضیح کی گئی ہے، ان کے اسرار و حکم کو واشگاف کیا گیا ہے، ان کے ادبی و بلاغی محاسن کو آشکارا کیا گیا ہے اور دعوتی، اصلاحی اور تربیتی نقطۂ نظر سے ان کی عام فہم، دل نشیں اور موثر تشریح کی گئی ہے۔ حسنِ انتخاب، اخذ و تلخیص اور ترتیب کی یہ خدمت مولانا رسال الدین احمد حقانی ندوی ناظم ادارۂ شباب اسلامی دہرہ دون نے انجام دی ہے۔ اشاعت سے قبل یہ مجموعہ جب مصنف کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انھیں اسے دیکھ کر بڑی حیرت اور مسرت ہوئی۔ انھوں نے جب اس مرتب کردہ کتاب پر نظر ڈالی تو:

> ''اپنی ہی مستور و مخفی اور منتشر و منقسم توفیقات و بیانات کی دستیابی کی اطلاع اور ان کو مجموعی شکل میں یکجا دیکھ کر وہ خوشی ہوئی جو کسی کو اپنی عزیز ترین متاع کی گمشدگی یا پردہ پوشی کے بعد دوبارہ مل جانے پر ہوتی ہے۔'' (۱۹/الف)

مولانا کی تمام تحریریں اور تقریریں قرآن کے گرد گھومتی ہیں اور ان میں کثرت سے قرآنی آیات سے استدلال ملتا ہے۔ مولانا کی اکثر تقریروں کا آغاز قرآن کی کسی آیت سے ہوتا تھا اور پھر ان میں اس کے الفاظ و تعبیرات کی تشریح، اس کے معانی کی وضاحت اور اس کے پیغام کا بیان ہوتا تھا۔ مولانا شمس الحق ندوی نے لکھا ہے:

> ''مولانا کے مضامین و رسالوں میں وقت اور موضوع کی مناسبت سے کسی نہ کسی آیت کی تشریح سب میں نہیں تو بیش تر میں ضرور ہوتی، جو اپنے اندر ایک اچھوتا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابقِ حال انداز رکھتی۔ اور ادھر دس پندرہ سالوں میں تو شاید ہی کوئی تقریر ہوتی ہے جس کا مرکزی مضمون موضوع کی مناسبت سے کوئی آیت کریمہ نہ ہوتی ہو۔" (۱۹/ب)

یہی حال مولانا کی تحریروں کا بھی ہے کہ ان میں قرآنی آیات جا بجا موتیوں کی طرح ٹکی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس خصوصیت کا اظہار خود مولانا نے ایک موقع پر کیا ہے:

"جن لوگوں نے میری ناچیز تحریریں اور تصانیف دیکھی ہیں ان کو اندازہ ہوگا کہ میری تحریروں کا تانا بانا قرآن مجید ہی سے تیار ہوتا ہے۔ میں نے سب سے زیادہ قرآن سے مدد لی ہے اور پھر تاریخ سے اور میں تاریخ کو قرآن مجید ہی کی تفسیر سمجھتا ہوں۔" (۱۹/ج)

'قرآنی افادات' اس کا واضح ثبوت فراہم کرتی ہے۔ فاضل مرتب نے اس کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا ہے:

(۱) تعارف و ہدایات	(۲) دعوت و عزیمت
(۳) ایمان و استقامت	(۴) دین و عبادت
(۵) تہذیب و معاشرت	(۶) تعلیم و تربیت
(۷) احکام و مطالبات	(۸) فرائض اور ذمہ داریاں
(۹) نبی رحمت اور مقدس مقامات	(۱۰) مادی افکار و نظریات
(۱۱) قانونِ مکافات	(۱۲) عبرت و موعظت
(۱۳) قصص و واقعات	

ہر باب متعدد عناوین پر مشتمل ہے۔ ہر عنوان ایک قرآنی آیت سے مستفاد ہے۔ ابتداء میں وہ آیت اور اس کا ترجمہ درج کیا گیا ہے۔ پھر اس کے ذیل میں مولانا کی تشریح و توضیح نقل کی گئی ہے۔ فاضل مرتب کی محنت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر ایک آیت کا حوالہ مولانا کی کئی تحریروں یا تقریروں یا دونوں میں آیا ہے تو انھوں نے ان تمام مقامات سے وہ متعلقہ حصے تلخیص کر کے لے لیے ہیں جن سے آیت کے الفاظ و معانی کی تشریح ہوتی ہے اور ان کو اس خوبصورتی کے ساتھ ایک لڑی میں پرو دیا ہے کہ ان کے درمیان کسی خلا یا بے ربطی کا احساس نہیں ہوتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کے مطالعہ وفہم کا صحیح طریقہ

مولانا کی تقریروں اور تحریروں میں قرآن کریم کے مطالعہ کے صحیح طریقہ کی طرف رہ نمائی ملتی ہے (۲۰) مولانا اظہار خیال کرتے ہیں کہ قرآن پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اسے اپنی کتاب سمجھے۔ وہ یہ پیش نظر رکھے کہ قرآن براہِ راست اس سے مخاطب ہے تبھی وہ قرآن سے صحیح طریقہ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

> ''قرآن مجید کو اپنی ذاتی کتاب سمجھا جائے، یہ کتاب ہدایت ہے، یہ کتاب ابدی ہے، یہ کتاب آسمانی ہے، لیکن میری ذاتی کتاب بھی ہے، میرا ذاتی ہدایت نامہ بھی ہے، اس میں میری ذاتی کم زوریاں بیان کی گئی ہیں، میرے ذاتی امراض کی نشان دہی کی گئی ہے، قرآن مجید میں ہر آدمی اپنے کو تلاش کرسکتا ہے۔ یہ جب ہوگا جب کہ آپ اس کو زندہ کتاب سمجھیں یا اپنی کتاب سمجھیں اور آپ میں اپنی اصلاح کا جذبہ ہو، لوگوں کی اصلاح تو بعد میں ہوگی، پہلے اپنی اصلاح ہو جائے۔'' (۲۱)

ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں:

> ''قرآن مجید کے فہم کا اصل دروازہ جب کھلتا ہے جب آدمی بغیر کسی انسانی حجاب کے اس کلام کے ذریعہ صاحب کلام سے ہم کلام ہو۔ اس کا راستہ قرآن مجید کی بکثرت تلاوت ہے اور نوافل یا بندگان خدا کی صحبت، جو اس کتاب سے حقیقی لذت آشنا اور حقیقت شناس ہیں اور جن کے رگ وپے میں یہ کلام بس گیا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ پڑھنے والا اس کتاب سے براہِ راست تعارف وانس حاصل کرے اور اس کو ایسا محسوس ہو کہ وہ براہِ راست مخاطب ہے۔'' (۲۲)

اس کی تائید میں مولانا سورۂ انبیاء کی آیت لَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ پیش کرتے ہیں۔ بعض مفسرین اس آیت ۱۰ میں 'ذکر' سے مراد عزت وشرف اور بعض موعظت، نصیحت اور یاددہانی لیتے ہیں۔ مولانا علی میاں نے اسے 'تذکرہ' کے معنی میں لیا ہے۔ ایک موقع پر اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

''یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ قرآن ایک صاف شفاف، سچا، وفادار و دیانت دار آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنے خدوخال دیکھ سکتا ہے، معاشرہ میں اپنا مقام پہچان سکتا ہے اور خدا کے نزدیک اپنا مرتبہ معلوم کرسکتا ہے، کیوں کہ قرآن انسانوں کے اخلاق و صفات بیان کرتا ہے اور اس میں انسانیت کے اعلیٰ اور ادنیٰ ہر طرح کے نمونہ کی تصویریں موجود ہیں۔'' (۲۳)

مولانا ایک موقع پر مطالعۂ قرآن کے اپنے طریقے کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''میں نے قرآن مجید کو اس نظر سے پڑھا کہ وہ ایک زندہ کتاب اور ایک بولتا ہوا مرقع یا آئینہ ہے، جس میں افراد بھی اپنے اپنے چہرے دیکھ سکتے ہیں، قومیں بھی اپنی صورتیں دیکھ سکتی ہیں اور قوموں، سلطنتوں، تمدنوں کی ترقیات و عروج کے انجام بھی اس کتاب میں دیکھے جاسکتے ہیں۔'' (۲۴)

اسالیبِ قرآن کی وضاحت

مولانا عربی زبان وادب کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ اسالیب، تعبیرات، بلاغت ونحو اور الفاظ کے مواقع استعمال پر آپ کی گہری نظر تھی۔ آپ جابجا قرآنی آیات کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے اسالیب قرآن کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ قرآن کا اعجاز نمایاں ہوجاتا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) آیت إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر:۹) کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جہاں تک میری معلومات ہیں اور تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے، تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ الذکر سے مراد قرآن مجید ہے...... اللہ تعالیٰ شاہانہ، شہنشاہانہ انداز میں، جیسے شاہی فرمان ہوتے ہیں، جمع کے صیغے کے ساتھ فرماتا ہے ''ہم نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' جو حضرات عربی داں ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس مضمون کو ادا کرنے کے لیے کتنے طریقے ہوسکتے ہیں۔ قرآن مجید

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ بالکل الگ ہے۔ اس میں کئی طریقوں سے اس بات کو کہا گیا ہے۔ بڑی تاکید اور بڑی شد و مد کے ساتھ کہا گیا ہے کہ ہم ضرور اس کی حفاظت کرنے والے ہیں...... میں عربی زبان کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں تاکید کی کئی چیزیں جمع کر دی ہیں انا لہ لحافظون اسم فاعل کا صیغہ ہے، پھر انا کے ساتھ لہ کو مقدم کرنا انا لحافظون کے بجائے انا لہ لحافظون یہ سب طریقے علم بلاغت سے تعلق رکھتے ہیں، علم نحو سے تعلق رکھتے ہیں۔ (۲۵)

(۲) سورہ النحل کی آیت ۹۷ یہ ہے: مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً اس میں تاکید اور تنکیر سے حاصل ہونے والے فوائد پر مولانا نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''اس میں دنیا کی زندگی بھی آجاتی ہے۔ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس میں صرف آخرت ہی کی بشارت دی گئی ہے۔ جو لوگ عربی جانتے ہیں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں نکرہ کا لفظ ہے الحیاۃ الطیبۃ نہیں کہا گیا ہے۔ فلنحیینہ لام کے ساتھ کہا۔ جب کہنا ہوتا ہے عربی میں ''ایسا ضرور کریں گے'' تو اس کو لنفعلنّ، لنذهبنّ، لنعلمنّ کے وزن پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس میں شک کیا ہو سکتا ہے؟ لیکن ہمیں اطمینان دلانے کے لیے (یہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے) (۲۶)

(۳) سورۂ النجم میں ہے: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَى. وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (آیات: ۳۹-۴۰) مفسرین نے عموماً اس سے یہ مراد لیا ہے کہ ایسا آخرت میں ہوگا۔ (۲۶)

(الف) مولانا اس کا اطلاق دنیا پر ہی کرتے ہیں اور "سوف" کی معنویت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ یہاں "سوف" کا لفظ استعمال ہوا جو عام طور پر بعید کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر جلدی نتائج نظر نہ آئیں تو مایوس نہ ہونا "سَوْفَ يُرَى" وہ نظر آئے گا۔'' (۲۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد رضی الاسلام ندوی

مفرداتِ قرآنی کی لغوی تشریح

قرآنیات کے میدان میں مولانا کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ الفاظِ قرآنی کی لغوی و لسانی تشریح کرکے قرآن کا اعجاز آشکارا کرتے ہیں۔ دیگر ہم معنیٰ یا قریب المعنیٰ الفاظ چھوڑ کر قرآن نے یہی لفظ کیوں اختیار کیا ہے؟ اس میں کتنی گہرائی اور وسعت ہے؟ اس لفظ کا مفہوم دوسری زبان میں کس حد تک اور کیسے ادا کیا جاسکتا ہے؟ ان باتوں کی وضاحت مولانا بہت تفصیل سے کرتے ہیں، جس سے آیات قرآنی کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اس امتیازی خصوصیت کو نمایاں کرنے کے لیے چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) سورۂ بقرۃ کی آیت ۲۰۸ یہ ہے: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اس میں تین الفاظ سلم، کافۃ اور خطوات کی تشریح مولانا نے بہت تفصیل سے کی ہے۔ فرماتے ہیں:

> ’’بظاہر ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ فی السّلم کے بجائے فی الاسلام کہا جاتا، یعنی اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ مگر نہیں یہاں ’سلم‘ میں داخل ہونے کو کہا گیا، یعنی خدا کے ساتھ تمہارا معاملہ فرماں بردارانہ، مطیعانہ، مصلحانہ اور مکمل ہونا چاہیے، عقائد میں بھی، فرائض وعبادات میں بھی، طرز معاشرت اور طریقۂ زندگی میں بھی...... ’اسلام‘ کا لفظ ’سلم‘ ہی سے نکلا ہے۔ عربی زبان ولغت کے لحاظ سے اسلام کے معنی ہیں اپنے کو حوالہ کردیا، سرینڈر کردیا اور اپنی ہر چیز سے دست بردار ہوگیا۔ کافۃ کا تعلق دونوں سے ہے۔ داخل ہونے والوں سے بھی اور جس دائرہ میں داخل ہورہے ہیں اس سے بھی ہے۔

یہاں خطوۃ (واحد) نہیں استعمال کیا گیا بلکہ خطوات الشیطان جمع کا صیغہ لایا گیا، معلوم ہوا کہ اس شیطان کے بہت سے نقش قدم ہیں، اس میں وسعت آگئی، خواہ اعتقادی چیزیں ہوں، خواہ اخلاقی چیزیں ہوں یا تہذیبی، خواہ سیاسی چیزیں ہوں سب، اس میں شامل ہیں۔‘‘ (۲۸)

(۲) سورۂ توبہ کی آیت ۱۲۲ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لفظ "تفقہ" کی جامعیت و معنویت پر مولانا یوں روشنی ڈالتے ہیں:

"تفقہ بہت جامع لفظ ہے اس میں احکام و مسائل، ان کی حکمتیں، مواقع استعمال، ان کی تطبیق کے مواقع، خطاب کے طریقے، سب اس کے اندر آجاتے ہیں۔ **تفقہ** کا لفظ ایسا اللہ تعالیٰ نے استعمال کیا ہے کہ اس سے جامع لفظ ہو ہی نہیں سکتا۔ عربی زبان میں 'سمجھنے' کے لیے بیسیوں لفظ ہو سکتے ہیں **فهم، معرفة، تعقل**، لیکن **تفقه** کا لفظ خاص معنیٰ رکھتا ہے۔ اس کے معنیٰ ہیں دین میں گہری سمجھ حاصل کرنا، دین کے ذخیرہ پر عمیقانہ نظر رکھنا، زمانہ کی ضرورت کو سمجھنا اور بدلے ہوئے زمانہ اور دائمی دین کے درمیان رشتہ پیدا کر سکنا۔" (۲۹)

معنیٰ کی تعیین

عربی زبان کے بہت سے الفاظ اردو میں مستعمل ہیں، لیکن اردو میں ان کے وہ معانی نہیں ہیں جن میں ان کا عربی میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے کی وجہ سے ان کے مفہوم میں فرق ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ان کو اپنے صحیح مفہوم و معنی میں سمجھنا مشکل ہو گیا ہے اور ان میں وہ زور و قوت باقی نہیں رہی جو اصل زبان میں تھی۔ یہی معاملہ قرآن کریم کے ان الفاظ کا بھی ہے جو اردو زبان میں مستعمل ہیں کہ ان کا وہ مفہوم لوگوں کے ذہنوں میں نہیں ہوتا جس مفہوم میں قرآن میں ان کا استعمال ہوا ہے۔ مولانا ایسے الفاظ کی بہت تفصیل سے تشریح کرتے ہیں اور ان کا حقیقی مفہوم واضح کرتے ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) قرآن میں لفظ '**جاهلية**' کا استعمال متعدد مواقع پر ہوا ہے (۳۰) مولانا اس کے معنیٰ کی تعیین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جاہلیت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف جاہلیتِ عربیہ مراد ہے اور جاہلیتِ عربیہ سے مراد ہے بت پرستی کا دور، دختر کشی کا دور، شراب نوشی کا دور اور رہزنی کا دور۔ ان کے سامنے صرف یہ آتا ہے، لیکن معاشرت، طرزِ معیشت، طرزِ زندگی، فیصلے کرنے کے معیار و اصول اور رغبات اور نفرتیں، یہ چیزیں جاہلیت کے تصور کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ذہن میں نہیں آتیں، حالاں کہ جاہلیت ان سب پر مشتمل ہے......اس سے مراد وہ دور ہے جو نبوت کی روشنی اور ہدایت سے محروم رہا ہے، چاہے وہ یورپ ہو یا ساسانی مملکت ہو، چاہے وہ ہندوستان ہو، چاہے وہ عرب ہو۔'' (۳۱)

(۲) قرآن میں لفظ 'تقویٰ' اور اس کے مشتقات کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ مولانا اس کے رائج مفہوم اور حقیقی مفہوم دونوں پر روشنی ڈالتے ہیں:

''ہمارے یہاں متقی کے معنی ہیں بڑا عبادت گزار، راتوں کو بہت کم سوتا ہو، اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہے، اور نہ کھاتا ہو اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو تو اور بڑا متقی ہے، اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو، نماز میں اس کا دل لگتا ہو، جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو اور بڑا متقی ہے، اور ذرا ذرا سی چیز میں شبہ سے بچتا ہو متقی ہے، لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے تقویٰ کے معنی زیادہ عبادت گزار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں، عربی زبان میں تقویٰ ایک مستقل صفت کا نام ہے۔ تقویٰ عبادت کا نام نہیں، ایک مزاج ہے۔ تقویٰ ایک ملکہ ہے۔ تقویٰ ایک طبیعت ہے۔'' (۳۲)

(۳) لفظ 'صبر' کی تشریح میں مولانا فرماتے ہیں:

''جب کوئی لفظ کسی زبان میں جاتا ہے اور لمبا سفر طے کر کے کسی زمانہ میں پہنچتا ہے۔ تو اس کے معنیٰ میں کچھ فرق آ جاتا ہے یا معنیٰ محدود ہو جاتے ہیں۔ صبر بھی انہی لفظوں میں سے ہے۔ صبر کے معنیٰ یہ ہو گئے کہ اگر کوئی صدمہ پڑ جائے، کوئی حادثہ پیش آ جائے، کوئی ناانصافی ہو، کوئی تکلیف ہو تو زیادہ روؤ دھوؤ نہیں، زیادہ شکایت نہ کرو، لیکن عربی میں 'صبر' کے معنیٰ اس سے بہت وسیع ہیں۔ صبر کے معنی ہیں جم جانا، پختہ رہنا، اور مقابلہ کرنا اور اپنی جگہ سے نہ ہٹنا، اپنے اصولوں کو نہ چھوڑنا۔'' (۳۳)

الفاظِ قرآن کا ترجمہ

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ دشوار کام ہے۔ بسا اوقات دوسری زبان میں جو مفہوم کئی جملوں سے ادا ہوتا ہے اس کے لیے قرآن کا ایک لفظ کافی ہوتا ہے۔ مولانا نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریروں اور تحریروں میں اس پہلو کی طرف بھی رہ نمائی کی ہے۔ مثلاً لفظ 'توفیق' کی وسعت و جامعیت پر مولانا نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''توفیق وہ چیز ہے جس کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہوسکتا۔ توفیق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رحمت کا ارادہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا اس کے دل میں یہ خیال اور جذبہ ڈال دینا کہ یہ کام کرنا ہے بلکہ تمام رکاوٹوں اور موانع کو ہٹا دینا ہے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فیصلہ کرنا کہ یہ کام ہو...... ان سب کے مجموعے کا نام توفیق ہے۔ اتنی لمبی جو ہم نے عبارت بیان کی وہ عربی کے، قرآن مجید کے ایک لفظ میں آ گیا ہے، اس کا نام ہے 'توفیق'۔ (۳۴)

مفردات قرآنی کے سلسلے میں مولانا جابجا اظہار خیال کرتے ہیں کہ ان کا صحیح ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہوسکتا، ساتھ ہی مفہوم ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

(۱) سورۂ مائدہ کی آیت ۹۷ یہ ہے: جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ اس میں 'قیاما للناس' کا ترجمہ مترجمین قرآن نے مختلف کیا ہے۔ چند ترجمے ملاحظہ ہوں:

- قیام کا باعث لوگوں کے لیے (شیخ الہند مولانا محمود حسن)
- لوگوں کے قائم رہنے کا سبب (مولانا اشرف علی تھانوی)
- لوگوں کے لیے (امن و جمعیت کے) قیام کا ذریعہ (مولانا ابوالکلام آزاد)
- لوگوں کے لیے (اجتماعی زندگی کے) قیام کا ذریعہ (مولانا ابوالاعلیٰ مودودی)
- لوگوں کے لیے مرکز (مولانا امین احسن اصلاحی)

مولانا علی میاں فرماتے ہیں:

''میں اس کے باوجود کہ عربی اردو دونوں سے واقف ہوں اور دونوں کا ذوق رکھتا ہوں، اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ قیاما للناس کا صحیح ترجمہ نہیں کرسکتا۔ میں نے جو اردو کے تراجم دیکھے ہیں میں اس سے بھی مطمئن نہیں ہوں کہ قیاماً للناس کا اردو میں صحیح ترجمہ ہوا۔ لیکن اس کا مفہوم ادا کرتا ہوں کہ ''اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کی زندگی کا دار و مدار بنایا ہے۔" (۳۵)

(۲) سورۂ حج کی آیت ۴۱ یہ ہے: اَلَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ .

اقاموا الصلوٰۃ کے مختلف ترجمے ملاحظہ ہوں:

- تو وہ قائم رکھیں نماز (شیخ الہند)
- تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں (تھانوی)
- تو وہ نماز (کا نظم) قائم کریں (آزاد)
- تو وہ نماز قائم کریں گے (مودودی)
- تو وہ نماز کا اہتمام کریں گے (اصلاحی)

مولانا علی میاں اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں "تو نماز کو برپا کریں گے" پھر فرماتے ہیں:

"میں اس کا ترجمہ یہ نہیں کرتا کہ نماز پڑھیں گے، لفظ صلوٰۃ نہیں ہے، بلکہ "اقاموا الصلوٰۃ" ہے یعنی نماز کو زندگی کا جز اور اس کا لازمہ بنادیں گے، اس کا انتظام و اہتمام کریں گے، اس کے لیے جس فضا کے تیار کرنے کی ضرورت ہے، جتنے علم کی ضرورت ہے، جن جگہوں کی ضرورت ہے (جن کو مساجد کہتے ہیں) ان سب کا اہتمام کریں گے، اقاموا الصلوٰۃ کے لفظ میں یہ سب چیزیں آجاتی ہیں۔" (۳۵)

(۳) سورۂ نساء کی آیت ۱۱۴ یہ ہے: لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ. اس میں لفظ 'معروف' کی تشریح میں مولانا فرماتے ہیں:

"معروف بھی قرآن مجید کا ایک ایسا لفظ ہے کہ اس کا ترجمہ نہیں ہوسکتا، یعنی معقول و مستحسن بات، جو چیز عرف میں داخل ہے اور جس کو فطرت سلیم رکھنے والے سب بالاتفاق اچھا کہتے ہیں۔" (۳۷)

(۴) سورۂ ہود میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے سامنے دعوت پیش کی تو اس نے کہا: يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا (آیت نمبر ۶۲) مولانا اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "صالح، تم تو ہماری امیدوں کا مرکز تھے" پھر فرماتے ہیں:

"مَرْجُوًّا" کا تقریباً وہی مفہوم ہے جو انگریزی میں لفظ Promising کا ہے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو کسی ایسے ہونہار طالب علم یا نوجوان کے لیے بولا جاتا ہے جس کا مستقبل درخشاں نظر آتا ہے۔" (۳۸)

بعض مقامات پر مولانا نے الفاظ قرآن کے ترجمے کے طور پر جو الفاظ استعمال کیے ہیں انھیں 'ترجمہ' تو نہیں کہا جا سکتا، البتہ مفہوم کی وضاحت اور اس کی صحیح تصویر کشی کی کوشش ضرور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اسے ترجمہ کے بجائے 'ترجمانی' کہنا زیادہ مناسب ہوگا، مثلاً:

(۱) سورۂ مائدہ کی آیت ۸ یہ ہے: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ "قوامین للہ" کے بعض ترجمے ملاحظہ ہوں:

- کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے (شیخ الہند)
- اللہ تعالیٰ کے لیے پوری پابندی کرنے والے (تھانوی)
- خدا (کی سچائی) کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے (آزاد)
- اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے (مودودی)
- عدل کے علم بردار بنو اللہ کے لیے (اصلاحی)

مولانا علی میاں قوامین للہ کا ترجمہ 'خدائی فوج دار' کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"ہماری زبان اور محاورہ میں 'خدائی فوج دار' ایک طنز کا لفظ ہے کہ آپ خدائی فوج دار ہیں، لیکن قوامین للہ کا مفہوم تقریباً خدائی فوج دار ہی کا ہے۔ مبالغہ کے اس صیغہ 'قوامین' سے خدائی فوج داری کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ اگر قائمین للہ کہا جاتا تو شاید یہ بات نہ پیدا ہوتی۔ کوئی پوچھے نہ پوچھے، کوئی بلائے نہ بلائے، کوئی کہے نہ کہے، آپ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں، آپ ہر جگہ پہنچ رہے ہیں۔"

(۲) سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے: بَلِ ادَّارَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ (آیت نمبر ۶۶) اِدّارک اصل میں تدارک ہے۔ جو ادغام سے ادارک ہو گیا ہے۔ تدارک القوم کے معنی ہیں لوگوں کا ایک دوسرے سے مل جانا۔ یہیں سے اس میں اختلاط اور گڈمڈ ہونے کا مفہوم پیدا ہو گیا۔ چند مترجمینِ قرآن کے ترجمے ملاحظہ ہوں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- بلکہ تھک کر گر گیا ان کا فکر آخرت کے بارے میں (شیخ الہند)
- بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم نیست ہو گیا (تھانوی)
- بلکہ آخرت کا تو علم ہی ان لوگوں سے گم ہو گیا ہے (مودودی)
- بلکہ اب آخرت کے باب میں ان کا علم الجھا ہوا ہے (اصلاحی)

اب مولانا علی میاں کا دلچسپ ترجمہ اور تشریح ملاحظہ کیجیے، فرماتے ہیں:

''قرآن کی بلاغت اور قرآن کے اعجاز سے معذرت کے ساتھ میں بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ فِي الْآخِرَةِ کا ترجمہ کرتا ہوں کہ ''ان کا علم پنکچر ہو گیا ہے آخرت کے بارے میں'' اور مجھے مغرب کی صورت حال اور اس کے علمی و اختراعی سفر کی اس سے بہتر تشبیہ نظر نہیں آتی کہ جیسے کوئی کار چل رہی ہو اور اچانک اس میں کوئی نقص پیدا ہو جائے کہ اس کی تمام توانائیاں ختم ہو جائیں۔ اس کے لیے پنکچر سے بہتر کوئی لفظ نہیں۔'' (۴۰)

الفاظ کا صوتی آہنگ

مولانا مفردات قرآنی کی تشریح کرتے ہوئے ان کے صوتی آہنگ کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ واضح کرتے ہیں کہ الفاظ قرآن کے حروف ہی سے نہیں، بلکہ ان سے نکلنے والی آواز سے بھی اس کا جلال نمایاں ہوتا ہے، فرماتے ہیں:

''لسانیات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ جیسے اشیاء اور خارجی موجودات کا درجۂ حرارت Temperature ہوتا ہے ویسے ہی الفاظ کا بھی ایک ٹمپریچر ہوتا ہے اور جیسے اجسام کا ایک سائز ہوتا ہے الفاظ کا بھی ایک سائز ہوتا ہے۔'' (۴۱)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''کہیں صوتی طور پر بھی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ جلال اور جو تاثر ہے وہ ظاہر کرے، یعنی حرفی بناوٹ کافی نہیں ہوتی، بلکہ صوت کی بھی اس میں ضرورت ہوتی ہے۔'' (۴۲)

مثال کے طور پر سورۂ اعراف میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو اپنے بتوں کے سامنے جھکے ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل نے بے اختیار کہا کہ ہمارے لیے بھی کوئی ایسا معبود تجویز کر دیجیے جو آنکھوں سے نظر آتا ہو، جیسے ان کے پاس ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے ان کی سخت سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ، إِنَّ هٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ (آیات: ۱۳۸-۱۳۹) اس کی تشریح میں مولانا فرماتے ہیں:

> ''یہاں متبـــر کا جو لفظ ہے کوئی دوسرا لفظ اس کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اس میں جو تشدید ہے اور اس میں جو زور پیدا ہوا ہے وہ اِنّ هــولاء هــالك، ان هــولاء فــاسد، ان هولاء فــان میں نہیں ہو سکتا۔ غصہ سا معلوم ہو رہا ہے۔ ان هولاء متبــر، ارے اس پر جھاڑو پھر جانے والی ہے۔ جھاڑو کا لفظ ہم قصداً لائے کہ اس میں بھی ثقیل حروف ہیں اور کسی حد تک وہ صوتی طور پر بھی (ہم آہنگ ہے)'' (۴۳)

عصری اندازِ تفسیر

بعض آیات کی تفسیر و تشریح کرتے ہوئے مولانا ان کا بہت وسیع مفہوم بیان کرتے ہیں۔ عموماً قدیم مفسرین اتنے توسع کے قائل نہیں ہیں۔ قرآن کا اعجاز یہ ہے کہ وہ ہر زمانے کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس کے الفاظ میں اتنی لچک ہے کہ وہ عصری تعبیرات کو بھی قبول کر لیتے ہیں۔ اس بنا پر بعض آیاتِ قرآنی کی تشریح میں مولانا کی عصری تعبیرات قابلِ قبول ہو سکتی ہیں، مثلاً:

(۱) سورۂ انفال میں ہے: وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ (آیت نمبر ۲۶)

قدیم مفسرین نے 'طیبــات' سے مراد اموالِ غنیمت لیا ہے (۴۴)۔ بعض مفسرین نے اسے اور وسعت دی ہے تو رزقــکــم مــن الــطیبــات کا مطلب یہ بتایا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی چیزیں عطا کیں'' (۴۵) لیکن مولانا علی میاں اسے عمومیت کی آخری حد تک پہنچا دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''طیبات کا لفظ عام ہے، سلطنت سے لے کر مطلق العنان و با اختیار سلطنت تک اور سلطنت کے دنوں میں جو عزت ہوتی ہے، جو اعزازات و اختیارات حاصل ہوتے ہیں، جو قانون سازی کی طاقت، آزادی و خود مختاری اور برتری حاصل ہوتی ہے، یہ سب 'طیبات' میں آتا ہے'' (۴۶)

(۲) سورۂ بقرہ میں ہے: أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا...... الایۃ (آیت نمبر ۲۵۹)

اس آیت میں ایک ایسے بزرگ کا واقعہ مذکور ہے جو ایک ویران بستی سے گزرے تو انھوں نے بارگاہِ الٰہی میں سوال کیا کہ یہ ویران بستی کیوں کر آباد ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سو سال کے لیے ان پر موت طاری کردی۔ پھر جب وہ بیدار ہوئے تو ان کا گدھا جس پر وہ سواری کررہے تھے گل سڑ کر پنجر بن چکا تھا، مگر ان کا زادِ راہ (کھانا) جوں کا توں تھا۔ عموماً مفسرین نے اس آیت میں حیات اور موت کو جسمانی اور مادی معنیٰ میں لیا ہے، لیکن مولانا علی میاں انھیں معنوی اور روحانی معنیٰ میں لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں یہاں صرف جسمانی و مادی زندگی کی واپسی ہی کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا ہے، بلکہ اس میں معنوی و روحانی زندگی، باطنی نشأۃ ثانیہ اور اس تاریخی کردار کی واپسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جسے کسی امت و معاشرہ یا قوم و ملک نے انجام دیا ہے اور اس پیغام کی تازہ کاری اور حیات آفرینی کی طرف لطیف اشارہ ہے جس کی یہ امت حامل تھی۔'' (۴۷)

چند ملاحظات

مولانا نے آیات کی تفسیر و تشریح کا جو نہج اپنایا ہے اس سے قرآن کے مطالعہ و فہم اور غور و تدبر میں بڑی مدد ملتی ہے، اگرچہ ضروری نہیں کہ مولانا کی تمام تحقیقات سے اتفاق کرلیا جائے۔ نبی معصوم کے علاوہ کوئی ذات ایسی نہیں جس کی ہر بات کو قبول کرنا لازم ہو۔ راقم سطور کو بھی مولانا کی بعض تحقیقات سے اتفاق نہیں ہے، چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(۱) مولانا اپنی تحریک 'پیامِ انسانیت' کے پلیٹ فارم سے کی جانے والی تقریروں میں عموماً یہ آیت پڑھتے تھے: فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِن قَبْلِكُمْ أُوْلُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ (ہود:۱۱۶)

مولانا 'فساد فی الارض' کو اس کے سادہ مفہوم میں لے کر اسے صرف 'اخلاقی بگاڑ' تک محدود کر دیتے تھے، مثلاً ایک تقریر میں یہ آیت پڑھنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ''قرآن مجید نے ینھون عن الشرک نہیں کہا اور نہ ینھون عن المعصیۃ کہا، بلکہ ینھون عن الفساد فی الارض کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ چند آدمی ہوتے ہیں جو ہتھیلیوں پر سر رکھ کے آجاتے ہیں اور زمانہ کی کلائی موڑ دیتے ہیں۔ دعوت و عزیمت کی تاریخ یہ نہیں بتاتی کہ اخلاقی بگاڑ کو دور کرنے کے لیے ستر اور اسّی فیصد لوگ میدان میں آئے ہیں۔'' (۴۸)

راقم کا خیال ہے کہ 'فساد' کو شرک اور معصیت سے الگ کر کے صرف 'اخلاقی بگاڑ' کے معنی میں لینا اس کی وسعت و جامعیت کو محدود کر دینا ہے۔ مفسرین نے اس میں شرک، کفر اور جملہ معاصی کو شامل کیا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

- ینھون اھل المعاصی عن معاصیھم واھل الکفر عن کفرھم بہ (طبری) (۴۹)
- ان الفساد ھو الکفر والعمل بالمعصیۃ (طبری) (۵۰)
- والافساد فی الارض العمل فیھا بما نھی اللہ جلّ ثناؤہ عنہ و تضییع ما امر اللہ بحفظہ (طبری) (۵۱)
- ان المراد بالفساد فی الارض اظھار معصیۃ اللہ تعالیٰ (عن ابن عباس و حسن البصری وقتادۃ و السدی) (رازی) (۵۲)
- الفساد الشرک وھو اعظم الفساد (قتادہ والسدی) (قرطبی) (۵۳)
- ینھون عما کان یقع بینھم من الشرور والمنکرات والفساد فی الارض (ابن کثیر) (۵۴)
- الفساد الکفر وما اقترن بہ من المعاصی (آلوسی بحوالہ البحر المحیط) (۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) آیت: إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم:۹۶)
کی تشریح کرتے ہوئے مولانا فرماتے ہیں:

''مفسرین نے تو اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا، لیکن صحیح تفسیر اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے محبت دلوں میں پیدا فرمائے گا۔'' (۵۶)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا آیت بالا کی تفسیر میں منفرد ہیں اور انھوں نے دیگر مفسرین سے مختلف ایک نئی تفسیر کی ہے، حالاں کہ تمام مفسرین نے وہی تفسیر کی ہے جسے مولانا نے صحیح قرار دیا ہے۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

- سيجعل لهم الرحمن وداً في الدنيا في صدور عباده المومنين (طبری) (۵۷)
- يغرس لهم في قلوب عباده الصالحين محبة ومودة (ابن کثیر) (۵۸)
- اى حباً في قلوب عباده (قرطبی) (۵۹)
- والمعنى سيحدث لهم في القلوب مودة (زمخشری) (۶۰)

رازی نے بھی زمخشری کے مثل نقل کیا ہے اور اسے جمہور کا قول بتایا ہے۔ (۶۱)

(۳) سورۂ مائدہ میں ہے: أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْماً لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (آیت نمبر ۵۰) اس کے تحت مولانا لفظ 'حکم' کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''عربی زبان سے ایک خصوصی تعلق رکھنے والے انسان کی حیثیت سے اور عربی ذخیرہ کی چھان بین کرنے والے طالب علم کی حیثیت سے بھی میں کہتا ہوں کہ حکم کا لفظ قرآن مجید میں بڑا وسیع اور بلیغ ہے، حکم کے معنیٰ صرف قانونی فیصلہ کے نہیں، ترجیح واختیار کے بھی ہیں۔ کسی چیز کو ترجیح دینا اور کسی چیز کو اختیار کرنا، یہ بھی حکم میں شامل ہے۔ حکم کا لفظ ان سب معانی پر حاوی ہے۔'' (۶۲)

آیت زیر بحث سے ہٹ کر ممکن ہے مولانا کی یہ تحقیق صحیح ہو، لیکن اس آیت میں لفظ 'حکم' یقینی طور پر فیصلہ کے معنیٰ میں ہے۔ اس آیت سے قبل کی آٹھ آیات (۴۲-۴۹) میں اس مادہ کے مختلف صیغے بارہ مرتبہ آئے ہیں...... فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ...... يُحَكِّمُوْنَكَ...... يَحْكُمُ بِهَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الـنَّبِيُّوْنَ...... مَـنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ...... وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ...... حُكْمُ اللّٰهِ......
ان تمام مقامات پر حکم فیصلہ کے معنیٰ میں ہے۔ یہود و نصاری اللہ کے رسول ﷺ کے پاس اپنے تنازعات لے کر آتے تھے، اس امید میں کہ ممکن ہے آپؐ کے فیصلے ان کی خواہشات کے مطابق ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس پر اپنے رسول کو مخاطب کر کے ان یہود و نصاریٰ کی سرزنش کر رہا ہے کہ ان کے پاس اللہ کی کتاب موجود ہے تو پھر اسی کی روشنی میں اپنے فیصلے کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے فرماتا ہے کہ تمھیں اختیار ہے، چاہے ان کے معاملے میں فیصلہ کرو یا نہ کرو، لیکن اگر فیصلہ کرو تو انصاف کو ملحوظ رکھو۔ اسی سیاق میں یہ آیت بھی ہے اَفَحُكْمُ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ اس لیے اس میں بھی لفظ حکم کو فیصلہ کے معنیٰ میں لینا چاہیے۔

خاتمہ

مولانا علی میاں کی ان قرآنی تحقیقات و افکار کو دیکھ کر خواہش ہوتی ہے کہ کاش انھوں نے پورے قرآن کی تفسیر لکھی ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ان کا ایک بے مثال کارنامہ ہوتا اور امت کو بھی اس سے بیش بہا فائدہ پہنچتا۔ مولانا کے برادر زادہ مولانا عبداللہ حسنی ندوی بیان کرتے ہیں کہ ''مولانا کے متعلقین نے ان سے بارہا اس خواہش کا اظہار کیا، لیکن وہ خود کو اس پر آمادہ نہ کر سکے۔'' (٦٣) بہرصورت مولانا کی تحریروں میں قرآنی آیات کی توضیح و تشریح کے سلسلہ میں جو مواد ملتا ہے وہ بھی بڑا قیمتی ہے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قرآنی افادات، جمع و ترتیب: ر۔ احمد حقانی، ناشر محمد الحسنی ٹرسٹ رائے بریلی، طبع اول ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء، ص ۳۰-۳۱۔ اسی قسم کے تاثرات مولانا نے پرانے چراغ، حصہ اول اور بزم سلیمان بھوپال، ستمبر ۱۹۵۸ء میں اپنے خطبہ صدارت میں ظاہر کیے ہیں۔

۲۔ قرآنی افادات ص ۳۱-۳۲

۳۔ کاروانِ زندگی، ابوالحسن علی ندوی، مکتبہ اسلام لکھنؤ، جلد اول، ص ۳۶۔ مولانا نے اپنی والدہ کی سوانح پر ایک کتاب 'ذکر خیر' کے نام سے تصنیف کی ہے۔ اس میں ان کے انداز تربیت پر تفصیل سے لکھا ہے (مولانا کی والدہ کا نام خیر النساء تھا)

۴۔ روایت ڈاکٹر رضوان علی ندوی، پروفیسر خورشید احمد کے مضمون پر استدراک، شائع شدہ ماہ نامہ ترجمان القرآن لاہور، مارچ ۲۰۰۰ء، ص ۸۳

۵۔ روایت مولوی سید بلال حسنی ندوی، مضمون 'مرد مومن کا آخری سفر' ماہ نامہ الحق اکوڑہ خٹک پاکستان، جنوری فروری ۲۰۰۰ء

۶۔ قرآنی افادات ص ۲۸-۲۹۔ شیخ خلیل عرب کے بارے میں تفصیل سے جاننے کے لیے ملاحظہ کیجیے پرانے چراغ، حصہ اول

۷۔ کاروان زندگی، اول، ص ۱۰۰

۸۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۹۔ ایضاً، ص ۱۲۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۳۲

۱۱۔ ایضاً، ص ۱۳۷

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۷۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ سعید مرتضیٰ ندوی، مولانا علی میاں کے رسالہ 'رمضان- مومن صادق کی حیات نو' مکتبہ حرا لکھنؤ پر مقدمہ، ص ۶ نیز عبداللہ حسنی ندوی، تعارف بر قرآنی افادات، ص ۱۹-۲۰

۱۵۔ قرآنی افادات، ص ۲۷۷

۱۶۔ معرکہ ایمان و مادیت، سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ، طبع ۱۹۷۲ء، ص ۶

۱۷۔ کاروانِ زندگی، اول، ص ۲۰۰

۱۸۔ ارکان اربعہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ، مقدمہ

۱۹۔ 'منصب نبوت' کا مقدمہ

(الف)۔ قرآنی افادات، ص ۱۲

(ب)۔ ایضاً، ص ۱۴

(ج)۔ ایضاً، ص ۳۲

۲۰۔ مولانا علی میاں کی تقریروں اور تحریروں (جن میں قرآنی آیات کی تفسیر وتشریح کی گئی ہے) کے اقتباسات کا ایک مجموعہ 'قرآنی افادات' کے نام سے شائع کیا گیا ہے، اس پر خود مولانا علی میاں کی تائید وتوثیق موجود ہے، اس لیے اس مقالہ میں مولانا کی تحریروں کے حوالے اسی کتاب سے دیے گئے ہیں۔

۲۱۔ افادات، ص ۴۰

۲۲۔ ایضاً، ص ۵۷

۲۳۔ ایضاً، ص ۵۶۱

۲۴۔ ایضاً، ص ۴۳۱

۲۵۔ ایضاً، ص ۳۰۱

۲۶۔ ایضاً ص ۲۱۸-۲۱۹

(الف) مثلاً ملاحظہ کیجیے تفسیر کبیر رازی، المطبعة العامرہ مصر، ۱۳۰۸ھ، ۲۳۸/۷، تفسیر ابن کثیر المکتبة التجاریة الکبری مصر، ۱۹۳۷ء، ۲۵۸/۴، تفسیر قرطبی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الهيئة المصرية العامة للكتاب مصر، ١٩٨٧ء، ١١٥/١٧،روح المعاني آلوسي، ادارة الطباعة المنيرية مصر، ٦٧/٢٧

٢٧۔ افادات،ص ٤٨١

٢٨۔ ایضاً،ص ٢٨١-٢٨٤

٢٩۔ افادات،ص ٢٥٩

٣٠۔ آل عمران:١٥٤،المائدة:٥٠،الاحزاب:٣٣،الفتح:٢٦

٣١۔ افادات،ص ٥٠٦-٥٠٧

٣٢۔ ایضاً ص ١٧٧

٣٣۔ ایضاً،ص ١٢٢

٣٤۔ ایضاً،ص ١٨٤

٣٥۔ ایضاً،ص ٤٢٨

٣٦۔ ایضاً،ص ٣٥٤

٣٧۔ ایضاً ص ٢٣٧

٣٨۔ ایضاً،ص ١٠٦

٣٩۔ ایضاً،ص ٣٦٥

٤٠۔ ایضاً،ص ٤٤٦-٤٤٧

٤١۔ ایضاً،ص ١٧٢

٤٢۔ ایضاً،ص ٥٢٠

٤٣۔ ایضاً،ص ٥٢٠

٤٤۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے تفسیر طبری،طبع جدید،دارالمعارف مصر ١٩٦٩ء، ١٣/٧٧،٤٧،تفسیر قرطبی ٩٣٤/٧، کشاف،زمخشری،مصطفیٰ البابي الحلبي واولادہ مصر، ١٩٧٢ء، ١٥٣/٢،تفسیر کبیر، ٣٧/٤

٤٥۔ مثلاً تفسیر ابن کثیر، ٣٠٠/٣۔اردو مفسرین نے بھی عموماً روزی کے معنی میں لیا ہے۔

٤٦۔ افادات،ص ١١٣-١١٤

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۷۔ ایضاً، ص ۵۲۹

۴۸۔ ایضاً، ص ۳۵۱

۴۹۔ تفسیر طبری، ۵۲۷/۱۵

۵۱۔ ایضاً، ۲۸۹/۱

۵۲۔ تفسیر کبیر، ۲۰۰/۱

۵۳۔ تفسیر قرطبی، ۴۰/۱۴

۵۴۔ تفسیر ابن کثیر، ۴۶۴/۲

۵۵۔ روح المعانی، ۱۶۱/۱۲

۵۶۔ افادات، ص ۴۷۶

۵۷۔ تفسیر طبری، طبع قدیم، المطبعۃ المیمنیۃ مصر، ۱۳۳۱ھ، ۸۷/۱۶

۵۸۔ تفسیر ابن کثیر، ۱۳۹/۳

۵۹۔ تفسیر قرطبی، ۱۶۰/۱۱

۶۰۔ الکشاف، ۵۲۷/۲

۶۱۔ تفسیر کبیر، ۵۷۹/۵

۶۲۔ افادات، ص ۵۰۵

۶۳۔ تعارف بر قرآنی افادات، ص ۱۹

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی تفسیر

'تیسیر القرآن' — ایک مطالعہ

مولانا صدرالدین اصلاحیؒ (۱۹۱۷—۱۹۹۸ء) کا شمار برصغیر میں بیسویں صدی عیسوی کے ان علما میں ہوتا ہے جنھوں نے قرآنیات کے میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں۔ انھوں نے قرآن کریم کو اپنے مطالعہ وتحقیق کا محور ومرکز بنایا۔ ان کی تقریباً تمام تصانیف قرآن کے گرد گھومتی ہیں اور ان میں قرآنی آیات سے بکثرت استدلال کیا گیا ہے۔ پروقار اور سنجیدہ اسلوب میں آیات کی تفسیر وتاویل، معانیٔ قرآن کی وضاحت اور اسالیب ومفرداتِ قرآنی کی تشریح ان کا نمایاں وصف ہے۔ ان کتابوں میں 'دین کا قرآنی تصور'، 'اسلام ایک نظر میں'، 'اساس دین کی تعمیر'، 'حقیقت نفاق'، 'فریضہ اقامت دین'، 'اسلام اور اجتماعیت' اور 'معرکہ اسلام وجاہلیت' خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

تالیف کا پس منظر

ایک زمانے میں مولانا صدرالدین اصلاحی کے دل میں ایک مخصوص انداز سے قرآن کی تفسیر لکھنے کا خیال ہوا۔ متداول تفسیروں میں کوئی ایسی تفسیر موجود نہیں تھی جسے غیر مسلم حضرات کو سامنے رکھ کر تیار کیا گیا ہو۔ قرآن میں بکثرت ایسے مقامات ہیں جو ایک مسلمان کے لیے چنداں وضاحت طلب نہیں، لیکن غیر مسلم ذہن ان میں وضاحت کا طالب ہوتا ہے۔ اس کے برعکس کتنی ہی باتیں ایسی ہیں جن کی توضیح قرآن کے ماننے والوں کے لیے تو مفید اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہیں، مگر دوسروں کے لیے وہ غیر ضروری اور بے کار ہیں۔ اس ضرورت کی تکمیل کے لیے مولانا نے 'تیسیر القرآن' کے نام سے ایک تفسیر لکھنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کی وجہ تالیف پر مولانا نے یوں روشنی ڈالی ہے:

''قرآن مجید کے ترجمے اور اس پر حواشی کا یہ سلسلہ...... دراصل غیر مسلم حضرات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا جارہا ہے اور پیش نظر یہ ہے کہ اسے ہندی میں منتقل کرا کے شائع کیا جائے۔ غیر مسلم حضرات تک اللہ تعالیٰ کے اس آخری پیغام کو پہنچانا جس حد تک کل ضروری تھا اس سے کئی گنا زیادہ آج ضروری ہے، پھر یہ بھی ضروری ہے کہ یہ پیغام ان کی اکثریت کی اپنی زبان ہندی میں شائع کیا جائے، تاکہ وہ براہِ راست اس سے مستفید ہوسکیں۔ یہ اہم کام جب ہمارے سامنے آیا تو پہلے ہم نے اب تک کے شائع شدہ اردو تراجم وحواشی کا اس نظر سے جائزہ لیا کہ ان میں سے اگر کوئی ترجمہ پیش نظر مقصد کو پورا کررہا ہو تو اسے ہندی جامہ پہنا کر شائع کردیا جائے، مگر جب اس میں ہمیں کامیابی نہ ہوئی تو اپنی کم مائیگی کے باوجود یہ خدمت ہمیں خود انجام دینی پڑی۔'' (۱)

مولانا نے یہ تفسیر اردو میں لکھنی شروع کی۔ منصوبہ یہ تھا کہ بعد میں اسے ہندی میں ترجمہ کرکے شائع کیا جائے گا۔ اس تفسیر کو ماہ نامہ زندگی رام پور میں قسط وار شائع کیا گیا، تاکہ مولانا کے الفاظ میں ''اہل علم حضرات اصل اشاعت سے پہلے تنقیدی نگاہ سے اس کا مطالعہ فرمالیں اور پھر اپنے مفید مشوروں سے استفادہ کا موقع دیں'' اس کی پہلی قسط زندگی جلد ۴، شمارہ ۴-۵، اگست ستمبر ۱۹۵۰ء میں شائع ہوئی۔ اگلے ہی شمارے (اکتوبر ۵۰ء) میں 'خوش خبری' کے عنوان سے یہ اشتہار شائع ہوا:

''قرآن مبارک کا ہندی زبان میں ترجمہ اس وقت جس قدر اہم اور ضروری ہے اسی قدر اہتمام کے ساتھ ہم نے اس کام کو شروع کردیا۔ زبان نہایت بامحاورہ اور ادبی ہوگی۔ ترجمانی اور تشریح مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی کی ہوگی۔ انتظار فرمایئے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ناظم مکتبہ جماعت اسلامی ہند رامپور یوپی۔" (۲)

اس تفسیر کی ۲۹ قسطیں 'زندگی' میں شائع ہوئیں۔ آخری قسط (اگست ستمبر ۵۳ء) کے ساتھ سورۂ بقرہ کی تفسیر مکمل ہوئی تو 'تفسیر تیسیر القرآن کے متعلق ایک ضروری اطلاع' یہ بھی دی گئی:

"بعض وجوہ کی بنا پر ترجمہ وتفسیر کا کام روک دیا گیا ہے، لہٰذا زندگی میں یہ سلسلہ ایک غیر معین مدت کے لیے ملتوی رہے گا۔" (۳)

ساتھ ہی ایک دوسری اطلاع یہ دی گئی:

"جیسا کہ ابتدا میں ناظرین سے گذارش کی گئی تھی کہ وہ اسے ملاحظہ فرمانے کے بعد ان مقامات کے بارے میں مجھے اپنے خیالات تحریر فرماتے رہیں جن سے انھیں اختلاف ہو۔ گزشتہ دنوں اس گذارش پر چند ایک حضرات نے توجہ فرمائی ہے۔ ان دوستوں اور بزرگوں کے فرمودات کو میں اس انتظار میں جمع کر کے رکھتا رہا ہوں کہ جب سورۂ بقرۃ ختم ہو چکے گی تو اکٹھے ہی ان سوالوں اور اعتراضوں کے ضمن میں اپنے خیالات پیش کروں گا۔ اب چوں کہ وہ موقع آ گیا ہے اس لیے انشاء اللہ اگلی اشاعت سے یہ سلسلہ شروع ہو جائے گا۔" (۴)

لیکن یہ سلسلہ بھی جاری نہ رہ سکا۔ بس اگلے شمارے (اکتوبر ۵۳ء) میں ایک استفسار "مصدق لما معھم" (البقرۃ:۱۰۱) میں مصدق کے مفہوم کے سلسلے میں ملتا ہے۔ پھر اس کی مزید وضاحت جنوری ۵۶ء کے شمارے میں کی گئی ہے۔ چند استفسارات کے جوابات مولانا اس اطلاع سے قبل (فروری اور مارچ ۵۳ء کے شماروں میں) دے چکے تھے۔

اس طرح تفسیر کا یہ کام سورۂ بقرہ سے آگے نہ بڑھ سکا، اگرچہ ابتدا میں مولانا کے پیش نظر پورے قرآن کی تفسیر کا منصوبہ تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر کے دوران مولانا نے بعض بحثوں کے زیادہ تفصیل کے ساتھ آئندہ سورتوں میں آنے کا اشارہ دیا ہے مثلاً آیت ۱۱۶ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا کی تفسیر کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"ابنیت مسیح کی بابت تفصیلی گفتگو آگے (سورہ مائدہ میں) اپنے مقام پر آئے گی۔" (۵)

آیت ۱۴۰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً کی تفسیر میں اہل کتاب کی تحریفات اور خاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر نبی آخر الزماں ﷺ سے تعلق رکھنے والی پیشین گوئیوں کو چھپانے پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''انشاء اللہ اس مسئلہ پر سورۂ اعراف کی آیت اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰاۃِ وَالْاِنْجِیْلِ کے تحت کسی قدر تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔'' (٦)

نا معلوم اسباب کی بنا پر تفسیر کا کام سورۂ بقرہ ہی پر رک گیا۔ اس نا تمام تفسیر کی افادیت موجودہ حالات میں بھی کم نہیں ہے۔ اس کے ذریعے قرآن کے مطالعہ و تدبر کی ایک جہت ملتی ہے: اس کے اسالیب اور نظم کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے اور تفسیر کے ضمن میں بعض قیمتی بحثوں اور نادر تحقیقات تک رسائی ہوتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ 'تیسیر القرآن' کو نظر انداز کر کے قرآنیات کے میدان میں مولانا کی خدمات کا صحیح تعارف نہیں کرایا جا سکتا۔

سطور ذیل میں اس نا تمام تفسیر کا مطالعہ پیش کرنے اور اس کی خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔

غیر مسلم ذہن کا لحاظ

اس تفسیر کی تالیف کا مقصد، جیسا کہ بیان کیا گیا، مولانا کے پیش نظر یہ تھا کہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہوئے غیر مسلموں کے ذہنوں میں جو سوالات ابھرتے ہیں ان کا جواب دیا جائے اور جو اشکالات پیدا ہوتے ہیں انھیں رفع کیا جائے۔ اسی لیے مولانا نے اپنی تفسیر کے ان مقامات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جو غیر مسلموں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اہم ہیں اور ان مقامات پر سرسری طور سے گزر گئے ہیں جن پر دیگر مفسرین نے طویل بحثیں کی ہیں، لیکن غیر مسلموں کے لیے ان میں افادیت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ غیر مسلموں کے لیے وضاحت طلب مقامات پر مولانا نے دعوتی پہلو پیش نظر رکھا ہے اور بڑی موثر اور دل نشیں بحثیں کی ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

سورۂ فاتحہ کی آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تفسیر میں مولانا نے 'عبادت' پر تفصیلی بحث کی اور اسلام میں عبادت کا جامع تصور واضح کیا ہے، فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عبادت اسلام کا ایک اصطلاحی لفظ ہے، جس کے اندر پرستش اور جملہ احکام الٰہی کی مخلصانہ اطاعت دونوں چیزیں شامل ہیں۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی جن صفات کا ذکر تھا ان کا ایک ہی تقاضا اور مطالبہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ انسان بلا تامل اقرار کر لے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اصلاً کوئی ایسا نہیں جس کے احسانات کا اعتراف کیا جائے، جس کے سامنے عقیدت کا سر جھکایا جائے، جس کے احکام کی پیروی کی جائے، جس کی خوشنودی چاہی جائے اور جس کی غلامی و بندگی تسلیم کی جائے۔ اس لیے کہ اس کے سوا نہ ہمارا کوئی سرپرست ہے نہ کارساز، نہ کسی کی نوازشوں کا ہماری زندگی میں کوئی دخل۔ پھر ایسا کیوں ہوا کہ کھائیں تو ہم صرف اس کا اور گن گائیں اس کو چھوڑ کر یا اس کے ساتھ دوسروں کا۔ انسانی عقل نے زید بکر کے بارے میں بھی کبھی ایسی جہالت اور ایسے بے اصولے پن کا ارتکاب نہیں کیا، پھر اس سے یہ توقع کیسے کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے حقیقی محسن کے باب میں اس بھاری ظلم اور جہالت کو روا رکھے گی۔ یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور رحمت کا ذکر آتے ہی اس کی اور صرف اسی کی معبودیت کا ذکر اس انداز سے فرمایا گیا گویا فطرت انسانی کی ایک صدائے بے اختیار تھی جو اس موقع پر رو کے رک نہیں سکتی تھی۔"(۷)

سورۂ بقرہ کے آغاز میں مفسرین نے حروف مقطعات پر طویل بحثیں کی ہیں، لیکن مولانا نے صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کیا ہے:

"یہ حروف دراصل اس سورہ کا ایک نام ہوتے ہیں جس کے آغاز میں آتے ہیں۔"(۸)

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (آیت:۴) کے ذیل میں قرآن سے پہلے نازل ہونے والی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔(۹) خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ (آیت:۷) کے تحت دلوں اور کانوں پر اللہ کے مہر لگانے کا مطلب واضح کیا ہے۔(۱۰) فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (آیت:۲۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی تفسیر میں اعجاز قرآن کے موضوع پر اچھی بحث کی ہے اور آنحضرت ﷺ کو عقلی معجزہ دیے جانے کی حکمت پر روشنی ڈالی ہے۔(۱۱) وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ..... (آیت:۲۵) کی تفسیر میں جنت اور اس کی نعمتوں کی ماہیت سے متعلق مفصل وضاحت کی ہے۔(۱۲) آیت وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَبِّهِمْ ...... (آیت:۱۳۶) کے ذیل میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر علاقے میں نبی بھیجے ہیں، اس لیے ان لوگوں کے بارے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے جنھیں آج مختلف اقوام اپنا اپنا دینی پیشوا مانتی ہیں، بشرطیکہ وہ نبی آخرالزماں سے پہلے گزرے ہوں..... ظن غالب اس بات کا ضرور ہوتا ہے کہ یہ بزرگ اپنے وقت کے نبی رہے ہوں۔(۱۳)

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ (آیت:۱۸۰) میں إِنْ تَرَكَ خَيْرًا کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے "اور وہ (اپنے پیچھے) مال چھوڑ رہا ہو" پھر اس کی تفسیر میں لکھا ہے:

> "جس لفظ کا ترجمہ مال کیا گیا ہے وہ 'خیر' کا لفظ ہے جو اصلاً بھلائی کے معنی رکھتا ہے۔ مال کے لیے 'خیر' کے لفظ کا استعمال درحقیقت اس نظریہ کی طرف اشارہ ہے جو اسلام دنیوی سروسامان، دنیوی تعلقات اور دنیوی لذات کے بارے میں رکھتا ہے۔ وہ ترکِ دنیا اور ترکِ لذات کی تعلیم نہیں دیتا، بلکہ اس کو تو وہ جاہلیت اور گناہ قرار دیتا ہے۔ وہ حکومت، اقتدار، اولاد، آرام اور لذت کی اشیاء کو اللہ کی نعمت بتاتا ہے، ان کو اجتناب اور نفرت کے قابل نہیں بتاتا۔ ان چیزوں کے بارے میں اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ انسان ان کی فکر اور محبت میں کھو نہ جائے اور وہ اس کو خدا سے غافل اور اس کی رضاجوئی سے بے نیاز نہ کردیں اور نہ وہ ان کو اللہ کی ہدایت کے خلاف استعمال کرے۔"(۱۴)

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (آیت:۲۵۵) کی تفسیر میں مولانا نے مشرکین کے ان خیالات کا ابطال کیا ہے جو وہ فرشتوں، جنوں، بزرگ انسانوں وغیرہ کے متعلق رکھتے تھے کہ یہ خدا کے درباری ہیں، اللہ ان ہی لوگوں کو بخشے گا جنھیں یہ بخشوانا چاہیں گے۔ ساتھ ہی قرآن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصور شفاعت کی وضاحت کی ہے اور دونوں قسم کی شفاعتوں میں فرق واضح کیا ہے۔(۱۵)

ترجمہ اور تفسیر میں نادر نکتے

مولانا صدرالدین اصلاحی کے ترجمہ اور تفسیر میں بعض مقامات ندرت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے خیالات کے مضبوط دلائل دیئے ہیں۔ ان خیالات سے اختلاف تو کیا جاسکتا ہے، لیکن ان دلائل کی آسانی سے کاٹ نہیں کی جاسکتی۔ تفسیر کے آغاز سے قبل مولانا نے اپنے مختصر نوٹ میں لکھا ہے:

> ''ترجمہ اور حواشی میں آپ کو جابجا کچھ ایسے خیالات ملیں گے جن کا متداول تفسیروں میں بمشکل کھوج لگایا جاسکتا ہے۔ ان کے متعلق گذارش ہے کہ وہ محض جدّت آفرینی کا نتیجہ نہیں ہیں، بلکہ ان کی پشت پر مضبوط دلائل موجود ہیں، لیکن ان کی تفصیل کے لیے نہ تو ان حواشی کی تنگ دامنی کافی ہی ہوسکتی ہے نہ ہی یہاں ایسا کرنا مناسب ہوگا۔'' (۱۶)

یہاں ترجمہ اور تفسیر کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

آیت الشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَأْمُرُکُم بِالْفَحْشَاء (آیت:۲۶۸) کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے:

> ''شیطان تمھیں (راہ خدا میں خرچ کرتے وقت تو) مفلسی سے ڈراتا ہے، لیکن برے کاموں (میں دولت اڑانے) کی تلقین کرتا ہے۔''

آیت وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنتَ عَلَیْهَا إِلاَّ لِنَعْلَمَ مَن یَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّن یَنقَلِبُ عَلَی عَقِبَیْهِ (آیت:۱۴۳) کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے:

> ''اور (اب تک) تم جس قبلے کی طرف (رخ کرتے) رہے ہو اس کو تو ہم نے صرف اس لیے قبلہ بنایا تھا تاکہ (آئندہ اس کی آزمائش کا ذریعہ بنائیں اور) ہمیں معلوم ہوجائے کہ کون (صحیح معنوں میں) رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر ایک صاحب نے مولانا سے سوال کیا کہ "لِنَعْلَمَ" کا صحیح ترجمہ تو وہی ہوگا جو آپ نے کیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا کہ ''ہمیں معلوم ہو جائے'' سمجھ میں نہیں آتا کس بنیاد پر ہے؟ کیوں کہ اس کا علم تو ازلی ہے اور ہر شی کو محیط ہے'' اس کے جواب میں مولانا نے تفصیل سے قرآن کے اس اسلوب کی وضاحت کی اور فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کھل کر سامنے آجائے، ورنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے جاننے کا تعلق ہے کوئی بات بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔(۱۷)

آیت فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (آیت:۱۴۴) کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے ''پس اب سے اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دو'' حاشیہ میں لکھا ہے: ''مسجد حرام کے لفظی معنیٰ ہیں حرمت اور عزت والی مسجد''۔ مراد ہے اس عبادت گاہ سے جس کے وسط میں کعبہ واقع ہے۔'' اس پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ 'حرام' کا یہ ترجمہ ان ساری چیزوں کے ضمن میں کس طرح صحیح ہوگا جنھیں شریعت میں حرام کہا گیا ہے'' اس کی وضاحت مولانا نے یوں فرمائی:

> ''حرام کے اصل معنی ممنوع کے ہیں۔ وجوہ ممانعت مختلف ہیں۔ مسجد حرام کو بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام اسی لیے فرمایا ہے کہ اس کے اندر وہ بہت سے افعال ممنوع ہیں جو بیرون مسجد جائز ہیں، مثلاً کسی شخص کو پکڑنا، اس پر ہاتھ اٹھانا، کسی جانور یا پرندے کا شکار کرنا، کسی درخت کا کاٹنا وغیرہ۔ اس لیے اگرچہ مسجد حرام کا اصل لغوی ترجمہ صرف یہی ہوگا کہ وہ مسجد جس میں کچھ افعال سے روکا گیا ہے، مگر اس کا مرادی ترجمہ ''عزت وحرمت والی مسجد'' سے بھی کیا جاسکتا ہے۔'' (۱۸)

البتہ کہیں کہیں آیت کے کسی ٹکڑے کا ترجمہ چھوٹ گیا ہے، مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّٰلِمِينَ (آیت:۹۵) کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے: ''(یقین جانو) یہ کبھی ایسی آرزو کرنے والے نہیں۔ اللہ ان ظالموں سے بخوبی واقف ہے'' (۱۹) اس میں بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ کا ترجمہ موجود نہیں ہے۔

تفسیر کے ضمن میں مولانا نے بعض مقامات پر جمہور مفسرین سے اختلاف کیا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے نقطۂ نظر کے مضبوط دلائل دیئے ہیں۔ اس طرح کی دو مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:
آیت وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ (آیت:۱۰۱) کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے:

''چناں چہ ان کے پاس اللہ کی جانب سے ایک پیغام بران پیشین گوئیوں کے عین مطابق آیا جو ان کی اپنی کتابوں میں موجود تھیں......''

جب کہ بیش تر مترجمین قرآن اس آیت میں 'مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ' کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: ''اس کتاب کی تائید و تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس موجود ہے۔''

مولانا کے ترجمہ پر ایک صاحب نے اعتراض کیا اور اس کی تغلیط کی تو مولانا نے تفصیل سے اس کا جواب دیا۔ انھوں نے لکھا:

''قرآن مجید میں تصدیق کا مصدر اور اس سے بنے ہوئے مصدق وغیرہ الفاظ ایک دو جگہ نہیں، تقریباً تیس بتیس مقامات پر آئے ہیں۔ ان تمام مقامات کا استقصاء کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ لغوی طور پر یہ مصدر دو طرح استعمال ہوتا ہے۔ ایک تو متعدی ہو کر مثلاً قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا (الصافات:۱۰۵) اور دوسرے لازم ہو کر صلہ 'ب' کے ساتھ مثلاً وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا (التحریم:۱۲)......
ان جملوں پر اور ان کے مواقع استعمال پر اور یہ مواقع استعمال جو کچھ چاہتے ہیں ان سب پر اگر آپ نظر ڈالیں تو آپ پر جو حقیقت منکشف ہوگی وہ صرف یہ ہوگی کہ:

(الف) جب تصدیق کا لفظ یا اس سے بنا ہوا کوئی اور لفظ لازم ہو کر اور صلہ (ب) کے ساتھ بولا جاتا ہے تو اس کے معنی تصدیق کرنے اور سچا ماننے کے ہوتے ہیں۔

(ب) اور جب متعدی ہو کر استعمال ہوتا ہے تو اس وقت اس کے معنی کسی بات کا مصداق بننے، اس کو سچا کر دکھانے اور اس کے مطابق ثابت ہونے کے ہوتے ہیں۔'' (۲۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے ایک جاہلی شعر سے بھی استشہاد کیا ہے اور قرآنی نظائر بھی پیش کیے ہیں۔ (۲۱) اس جواب سے سائل کو اطمینان نہیں ہوا تو انھوں نے 'مزید وضاحت' کے عنوان سے پھر اپنے خیالات پر روشنی ڈالی اور دلائل پیش کیے (۲۲) مولانا کی یہ بحث بہت قابل قدر اور تحقیقی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ یہ ہے:

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ.

ہاروت ماروت نامی فرشتے بنی اسرائیل کو کیا سکھاتے تھے؟ بیش تر مفسرین نے اس سے مراد سحر لیا ہے، مگر مولانا کے نزدیک اس سے مراد دعا و تعویذ کا علم ہے، فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے انھیں ایک ایسا علم سکھانے کا اہتمام فرمایا جو ان کے اس رجحانِ طبع کی تسکین کا کام دے سکے اور ساتھ ہی اس کفر و شرک کا لحاظ فرماتے ہوئے، جس سے وہ دست کش ہوتے نظر آتے تھے، ایک فعل حرام کا ایک جائز بدل مہیا کر دیا گیا۔ یہ علم دعا و تعویذ کا علم تھا جس میں بجائے شیطان کے صرف اللہ تعالیٰ سے مدد اور پناہ مانگی جاتی ہے، مگر اس کج فطرت قوم کے حق میں یہ رعایتی علاج بھی کچھ مفید ثابت نہ ہوا۔ سحر میں تو یہ لوگ بدستور مشغول رہے اور اس فن کو بھی سیکھ کر عموماً حرام مقاصد ہی میں استعمال کرتے رہے، حالاں کہ اس سلسلہ میں انھیں پہلے ہی خبردار کر دیا جاتا تھا۔'' (۲۳)

دیگر مفسرین کے نقطۂ نظر کو غلط قرار دیتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

''ہمارے اکثر مفسرین نے اس علم کو بھی، جو ان دونوں فرشتوں کے ذریعہ بنی اسرائیل کو سکھایا گیا تھا، جادو ہی کا علم قرار دیا ہے، مگر یہ بات متعدد وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ ایک تو یہ کہ واو عطف کے ذریعے دو الگ الگ چیزیں بیان کی گئی ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ کہ جادوگری کی دبا تو یوں ہی پھیلی ہوئی تھی، پھر اس جدید اہتمام کی کیا حاجت تھی۔ تیسرے فرشتوں کو ایک کارحرام کے لیے بھیجا جانا کچھ غیر مناسب سی بات ہے۔ چوتھے فتنہ کا اصل مفہوم، جس کی توضیح ہم اوپر کر چکے ہیں، کسی طرح جادو اور شعبدہ کو قبول نہیں کرتا۔" (۲۴)

اس تاویل پر ایک صاحب نے اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا تو مولانا نے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور اس کے حق میں دلائل دیے۔ (۲۵)

نظم قرآن کی رعایت

عصر حاضر میں مولانا حمید الدین فراہیؒ (۱۸۶۳–۱۹۳۰ء) تصور نظم قرآن کے نقیب رہے ہیں۔ انھوں نے اس تصور کو بہت ابھار کر پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک قرآن کی تمام سورتیں باہم مربوط ہیں۔ اسی طرح ہر سورۃ کی تمام آیتیں آپس میں گہرا ربط رکھتی ہیں۔ مولانا صدرالدین نے اپنی تفسیر میں نظم قرآن کی رعایت کی ہے اور جابجا اس کی صراحت کرتے ہوئے آیات قرآنی کی معنویت آشکارا کی ہے۔ انھوں نے نظم کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کو استاذ الاساتذہ مولانا فراہی کا فیض قرار دیا ہے۔ یہاں چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

آیت وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (آیت:۱۱۵) کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

"قرآن نے ان عصبیت کے مارے، رسوم کے جکڑے اور جمود کے شکار اہل کتاب کو یہاں پر یہ راز حقیقت اس لیے سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ خانہ کعبہ کے خلاف ان کا اقدام دراصل اسی حقیقت کے نہ پانے کا نتیجہ تھا اور پھر ان کا یہی جہل ابھی آگے چل کر تحویل قبلہ کے بارے میں ایک زبردست فتنہ بننے والا ہے۔ اس طرح یہ آیت پچھلی آیت کا تتمہ بھی ہے اور آئندہ بحث قبلہ کی تمہید بھی۔" (۲۶)

آیت رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ۔ (آیت:۱۲۹) میں نبی کی جو صفات بیان ہوئی ہیں، مولانا کے نزدیک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان میں ایک نہایت مستحکم منطقی ربط اور فطری ترتیب پائی جاتی ہے۔ انھوں نے اس کی تفصیل سے وضاحت کی ہے۔"(۲۷)

آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الْقِصَاصُ (آیت:۱۷۸) کے تحت مولانا نے لکھا ہے:

"یہاں سے ظاہری احکام کی بحث شروع ہورہی ہے اور ایمان لانے والوں کی زندگی کے اہم مسائل سے متعلق اصولی ہدایات دی جارہی ہیں، جیسا کہ اس کے پچھلے فقرے میں جو آیت ۱۵۳ سے شروع ہوکر گزشتہ آیت پر ختم ہوا ہے، ان اعمال کی تلقین کی گئی تھی، جن کا تعلق انسان کے ظاہر اور اس کے ظاہری مسائل سے نہیں، بلکہ اس کے باطن سے ہے، گویا پچھلے فقرے میں تقویٰ کی حقیقت بتائی گئی تھی اور اب یہاں سے اس کے اسباب و مظاہر کا ذکر ہورہا ہے۔"(۲۸)

آیت وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (آیت ۱۹۰) سے جہاد کا ذکر شروع ہورہا ہے۔ یہاں مولانا نے نظم کی یوں وضاحت کی ہے:

"کلام کا سیاق اس جہاد کی ضرورت، اہمیت اور نوعیت تینوں باتیں خود متعین کررہا ہے، انسان کے دل کو برائیوں سے بچانے اور پاک کرنے کے لیے پہلے قصاص اور وصیت کے احکام دیے، پھر روزے کا نسخۂ شفا بتلایا، آخر میں حج کا تریاق فراہم کیا۔ اب جو جہاد کی تلقین کی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو لوگ نہ صرف یہ کہ علاجوں اور دواؤں کا یہ کورس استعمال نہیں کرتے بلکہ دوسروں کے ہاتھ سے بھی ان دواؤں کے پیالے چھین لینا چاہتے ہیں۔ انھیں ایسا کرنے سے روک دیا جائے۔"(۲۹)

آگے آیت نمبر ۱۹۵ سے انفاق کی آیتیں ہیں۔ مولانا نے 'جہاد کے بعد خدا کی راہ میں اپنی دولت خرچ کرنے کا ذکر آنے کی تین وجہیں اور مناسبتیں' بیان کی ہیں۔"(۳۰)

آیت فَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا(۲۰۰) کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

"اگرچہ بات اپنی جگہ عام کہی گئی ہے، مگر نظمِ کلام کے تقاضے سے خاص طور پر اس کا تعلق حج ہی سے ہے۔"(۳۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً (آیت ۲۰۸) کے تحت مولانا فرماتے ہیں:

''اس موقع پر نظم کلام کی اس لطافت کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ کامل حوالگی اور اطاعت کی ہدایات کا تعلق اوپر کے پورے سلسلۂ احکام سے ہے، مگر آخری حکم یعنی حج سے اس کو ایک ایسی مخصوص مناسبت بھی حاصل ہے جو دوسرے احکام کو حاصل نہیں۔ کیوں کہ حج کی روح، اس کا مقصد اور اس کا نتیجہ بھی براہِ راست خالص 'سلم' ہی ہے۔ یوں 'سلم' کے حکم کے لئے ذکر حج کے بعد کا موقع موزوں ترین موقع تھا۔'' (۳۲)

آیت اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ (آیت ۲۴۳) کے تحت مولانا نے تفصیل سے نظم کلام کی وضاحت کی ہے۔ فرماتے ہیں:

''پچھلی آیت پر شرائع کا باب ختم ہو کر اس آیت سے بابِ حکمت شروع ہو رہا ہے، جو آخر کی دو آیتیں چھوڑ کر سورہ کے ختم تک چلا گیا ہے۔ باب حکمت سے مراد سورہ کے وہ مباحث اور اس کی وہ آیات ہیں جن کے اندر احکام دین کی غایت اور روح سے پردہ ہٹایا گیا ہے...... اوپر باب الشرائع کے اندر جو احکام مذکور ہیں ان میں سے یہاں بیان حکمت کے لیے صرف تین چیزوں کو لیا گیا ہے۔ یہ ہیں اطاعت، جہاد اور انفاق...... اگرچہ اس آیت سے ایک مستقل باب شروع ہو رہا ہے اور اس لیے اس کا تعلق پچھلی آیات سے نہیں، بلکہ اس پورے باب کا تعلق پچھلے پورے باب سے ہے، مگر اس کے باوجود نماز کے حکم عام میں حالت جنگ کی نماز خاص کا تذکرہ آجانے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب جو اس شروع ہونے والے باب میں بحث کا آغاز قتل سے ہو رہا ہے وہ کوئی نئی بحث نہیں ہے، بلکہ اس کی تمہید تو دونوں تھمنی آیتوں سے قبل والی آیت میں، جو پچھلے باب کے خاتمہ کی آیت ہے، موجود ہے۔ اس طرح باب کا ربط باب سے ہونے کے ساتھ ساتھ آیت آیت سے بھی اک گونہ تعلق ہو گیا ہے۔'' (۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیت وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ (آیت:۲۷۰) کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

> ''آیت کا نظم بتاتا ہے کہ راہ خدا میں خرچ نہ کرنا 'ظلم' ہے۔ ایسا ظلم جو انسان کو خدا کی مدد سے محروم کر دیتا ہے۔ پھر اس اصول کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص یا گروہ رضائے الٰہی کے آستانوں پر اپنی دولت قربان کرتا رہتا ہے وہ نیکوکار اور حق شناس ہے اور اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اس کے شامل حال رہتی ہیں۔'' (۳۴)

تیسیر القرآن میں اس طرح کی مثالیں کثرت سے ہیں کہ مولانا نے نظم قرآن کی رعایت سے آیات کی تفسیر کی ہے اور اس میں نکتے پیدا کیے ہیں۔ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے خاتمے پر مولانا فرماتے ہیں:

> ''یہاں سورہ ختم ہوتی ہے۔ اب آخر میں اس کے سراپا کا پھر سے جائزہ لے لیجیے اور اس کے مضامین اور فقرات کا از سر نو ایک اجمالی تجزیہ کر کے دیکھ لیجیے، تاکہ بیک نگاہ اس طویل سورہ کا نظم مجملاً سامنے آجائے۔ (۳۵)

پھر دو صفحات میں پوری سورہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

مفردات کی تحقیق

مولانا مرحوم نے تفسیر کے دوران مفرداتِ قرآنی کی تحقیق کی جانب بھی توجہ دی ہے۔ انھوں نے صرف لغوی تحقیق ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ قرآن میں ان کے استعمال کی معنویت پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اس طرح قاری کو جہاں ایک طرف لفظ کی اصل تک پہنچنے میں مدد ملتی ہے وہیں وہ قرآنی بلاغت سے بھی واقف ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

سورۂ فاتحہ میں 'رب العالمین' کا ترجمہ مولانا نے یہ کیا ہے: ''جو ساری کائنات کا رب ہے''۔ تفسیر میں لکھتے ہیں:

> ''جس لفظ کا ترجمہ کائنات کیا گیا ہے وہ عالمین کا لفظ ہے، جو عالم کی جمع ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عالم علم سے نکلا ہے جس کے معنیٰ جاننے کے ہیں۔ اس طرح عالم اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صانع کے معلوم کیے جانے کا ذریعہ بنے۔ چوں کہ اس کائنات کا ہر جزو ایک ایسی ذات کے وجود پر دلالت کرتا ہے جو اس کی پیدا کرنے والی، نگرانی اور سرپرستی کرنے والی اور اس کا نظام درست رکھنے والی ہے اس لیے اس کو عالم کہتے ہیں۔'' (۳۶)

ایک جگہ لفظ 'جبرئیل' کی تشریح یہ کی ہے:

''جبرئیل' ایک عبرانی لفظ ہے، جس کے لفظی معنیٰ ہیں 'اللہ کا بندہ' اصطلاحاً یہ بارگاہ الٰہی کے اس مقرب ترین فرشتے کا نام ہے جو عام ملائکہ میں نہیں، بلکہ ان خاص ملائکہ میں سے ہے جنھیں قرآن میں روح کہا گیا ہے۔ اس فرشتے کی خاص ڈیوٹی خدا کے پیغمبروں تک اس کا کلام پہنچانے کی رہی ہے۔'' (۳۷)

آیت فَمَنْ یَکْفُرْ بِالطَّاغُوتِ ...... (آیت ۲۵۶) کے تحت لفظ 'طاغوت' کی تحقیق کرتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

''طاغوت کا لفظ طغیان سے نکلا ہے، جس کے معنیٰ حد سے آگے بڑھ جانے اور سرکشی کرنے کے ہیں۔ اس لیے ہر اس چیز کو طاغوت کہیں گے جس میں خدا سے سرکشی اور اس کی قائم کی ہوئی حدود سے تجاوز پایا جاتا ہو اور جو انسان کو اسی سرکشی کی طرف بلاتی ہو، خواہ وہ انسان کا اپنا نفس ہو، خواہ اس کی اپنی برادری ہو، خاندان ہو، قوم ہو، کوئی ادارہ ہو، کوئی حکومت ہو، کوئی لیڈر ہو، کوئی نام کا انقلابی اور 'مصلح' قوم ہو، یا پھر سارے سرکشوں کا امام ابلیس ہو، ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر طاغوت ہے، چناں چہ یہی وجہ ہے کہ اگلی آیات میں 'طاغوت' کو بجائے واحد کے جمع کی حیثیت سے لایا گیا ہے۔'' (۳۸)

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّن صَدَقَةٍ يَتْبَعُهَا أَذًى (آیت ۲۶۳) میں لفظ صَدَقَة کی تشریح میں مولانا فرماتے ہیں:

''صدقہ کا لفظ صدق سے نکلا ہے جس کے لغوی معنیٰ ہیں سچائی اور اخلاص۔ اس لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انفاق فی سبیل اللہ کو صدقہ کا نام دینے کی وجہ دراصل یہ ہوئی کہ یہ وہ انفاق ہوتا ہے جو خالص خداپرستی کے جذبہ کے تحت اور خدا ہی کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے اور کرنے والے کے ایمان کی سچائی اور اس کے اخلاص کا ثبوت ہوتا ہے۔" (۳۹)

اسالیبِ قرآنی کی توضیح

مولانا نے اپنی تفسیر میں جا بجا بڑے خوب صورت انداز میں اسالیب قرآنی کی وضاحت کی ہے۔ ایک جگہ انھوں نے مجموعی طور پر قرآن کے انداز بیان پر یوں روشنی ڈالی ہے:

"یہ بات اصولاً یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کا انداز بیان تصنیف کا نہیں ہے، بلکہ خطابت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حیثیت ایک خطیب کی سی ہے۔ بنی آدم کی حیثیت سامعین کی سی اور ہر ایک سورہ کی حیثیت ایک مستقل خطبہ کی سی۔ پس جس طرح کسی خطیب کے انداز بیان اور لب و لہجہ میں زیر و بم، نرمی و سختی، ترغیب و ترہیب، تاسف و توبیخ ساری ہی چیزیں حسب مواقع یکے بعد دیگرے آتی ہیں، کیوں کہ اس کے بغیر نہ تو خطبہ کا زور ہی قائم رہ سکتا ہے، نہ ہی سامعین کے ذہنوں میں بات کو کما حقہ اتارا جا سکتا ہے، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے انداز خطاب میں تغیر اور رنگا رنگی پیدا کرتا رہتا ہے۔ اس اصولی بات پر اگر نظر نہ ہو تو کلام الٰہی کے کتنے ہی محاسن حجاب ہی میں رہ جائیں گے۔" (۴۰)

سورۂ بقرۃ کی آیت ہے وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُم بِقُوَّةٍ وَاسْمَعُوا قَالُوا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا (آیت ۹۳)

ان آیات میں پہلے اہل کتاب کو خطاب کر کے ایک بات کہی گئی ہے، مگر فوراً غائب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ تبدیلیٔ خطاب کے اس اسلوب کی معنویت پر مولانا نے یوں روشنی ڈالی ہے:

"بظاہر 'انھوں نے' کی جگہ یہاں 'تم نے' کے الفاظ ہونے چاہئیں تھے، کیوں کہ اوپر سے تذکرہ بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کیا جا رہا تھا نہ کہ غائب کر کے، مگر اسی جگہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلاغت کے ایک خاص اور اہم نکتے کا تقاضا ہوا کہ جن لوگوں کو ابھی مخاطب کر کے گفتگو کی جارہی تھی انھیں یکایک غائب قرار دیا جائے۔ اس انداز کلام کے اختیار کرنے سے دراصل اس حقیقت کا اظہار مقصود ہے کہ جن لوگوں کی باطل پرستیوں اور سرگرانیوں کا یہ عالم ہو وہ اس قابل نہیں کہ انھیں مخاطب کیا جائے، ان سے رو در رو گفتگو کی جائے۔ یہ سخت قابل نفرت لوگ ہیں۔ جب دورانِ کلام میں مخاطب کے خلاف اللہ تعالیٰ اپنی انتہائی نفرت کا اظہار کرنا چاہتا ہے تو ایسے موقع پر خطاب کا رخ بدل دیتا ہے۔ قرآن میں یہ انداز بیان عام ہے۔" (۴۱)

آیت الشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُم بِالْفَحْشَاءِ (آیت:۲۶۸) کی تفسیر میں مولانا نے لکھا ہے:

"یہاں برائیوں کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے اور یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے، حالاں کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ شیطان کو یا کسی بھی مخلوق کو اس بارے میں کوئی طاقت حاصل نہیں کہ وہ کسی کو برائی کا حکم دے کر اس سے برائی کرادے۔ مگر چوں کہ برائیاں شیطان کی مرضی کے مطابق اور خدا کی مرضی کے خلاف ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس دارالامتحان کے اصول وضوابط کچھ اس طرح کے بنائے ہیں کہ لوگوں کے لیے جہاں بہت سے دواعیِ خیر مہیا کر رکھے ہیں، وہیں شر کے دواعی بھی پھیلا رکھے ہیں، جن میں سب سے بڑا داعی، بلکہ یوں کہیے کہ سارے دواعی شر کا سربراہ کار ابلیس ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت خاص سے یہ طاقت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی ترغیبات کے ذریعے انسانوں کو راہِ راست سے ہٹاتا رہے، اس لیے جب کوئی آدمی کسی برائی کا مرتکب ہوتا ہے تو یوں فرمایا جاتا ہے کہ شیطان نے اس کو برائی کا حکم دیا یا اس سے یہ برائی کرادی۔" (۴۲)

سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر ۲۷۴ میں کھلے اور چھپے انفاق کرنے والوں کا تذکرہ کر کے ان کا اجر بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۲۷۵ میں سود خوروں کا انجام مذکور ہے۔ قرآن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اسلوب تقابل وتضاد کی وضاحت مولانا نے یوں کی ہے:

"قرآن کے جس اسلوب تقابل سے آپ روزہ کی بحث میں، جو اوپر گزر چکی ہے، واقف ہو چکے ہیں وہی اسلوب بیان یہاں بھی اختیار کیا گیا ہے۔ وہاں جس طرح روزوں کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے حرام خوری کی صفت کو اس کی ضد اور مقابل کی حیثیت سے بیان کیا گیا تھا ٹھیک اسی طرح اس جگہ انفاق فی سبیل اللہ اور سود خوری کو بالتقابل بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی عین ضد ہے، لہٰذا زر پرستی کے روگ سے دل کو پاک رکھنے اور اللہ کی رضا پر اپنی محبوب دولت کو بلا پس و پیش قربان کر دینے کی جو اتنی مسلسل اور زوردار تلقین ہو رہی تھی وہ مکمل نہ ہوتی اگر اس کے منفی پہلو کو بھی زیر بحث نہ لایا جاتا اور اس سے پوری طرح کنارہ کش رہنے کی ہدایت نہ کر دی جاتی۔ یوں سود کی بحث کوئی علیحدہ اور غیر متعلق بحث نہیں رہی، بلکہ انفاق کی ہی بحث کا تتمہ ہے۔" (۴۳)

مولانا فراہیؒ سے استفادہ

اپنی اِس تفسیر میں مولانا نے علامہ حمید الدین فراہیؒ کے افکار و خیالات سے جا بجا استفادہ کیا ہے۔ اثنائے تفسیر میں مولانا نے ان کا حوالہ نہیں دیا ہے، لیکن تفسیر کے شروع میں جو نوٹ تحریر کیا تھا اس میں انھوں نے صاف لفظوں میں مولانا فراہی سے اپنی غیر معمولی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور ان کی تحقیقاتِ قرآنیہ سے فیض اٹھانے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴۴) لکھتے ہیں:

"یہ خیالات نیز نظم قرآن کے وہ نکات جو آئندہ صفحات میں آپ کو نظر آئیں گے وہ بڑی حد تک دور آخر کے مجدد العلوم استاذ الاساتذہ مولانا حمید الدین فراہیؒ کے افکار و تحقیقات قرآنیہ کا بالواسطہ فیض ہیں، جنھوں نے ہمیں قرآنی فہمی سے روشناس کرایا اور جن کی بدولت آج اس خدمت قرآن کا موقع نصیب ہو رہا ہے۔" (۴۵)

نظم قرآن کی بحث پیچھے گزر چکی ہے۔ تفسیر میں بھی مولانا کے بعض خیالات واضح طور پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

افکار فراہی کا پرتو نظر آتے ہیں، مثلاً مولانا فراہی ہر سورہ کا ایک عمود (مرکزی عنوان) قرار دیتے ہیں جس کے گرد سورہ کے تمام مضامین گردش کرتے ہیں۔ سورہ بقرہ کا عمود انھوں نے 'حضرت محمد ﷺ کے بعثت پر ایمان' قرار دیا ہے۔ مولانا صدرالدین اصلاحی بھی لکھتے ہیں:

''اس سورہ کا مرکزی عنوان رسالت محمدی کا اثبات ہے۔'' (۴۷)

مولانا مرحوم ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اگرچہ یہود کا قبلہ بیت المقدس تھا، مگر ان کی شریعت میں جو قربانی سب سے بڑی اور اہم قربانی تھی وہ بجائے شمال کی جانب رخ کرنے کے جنوب کی طرف رخ کرکے ادا کی جاتی تھی، جب کہ بیت المقدس مدینے سے شمال میں اور مکہ مدینے سے جنوب میں پڑتا ہے۔ یہودیوں نے خود اپنی شریعت کے اس لطیف اشارہ کو نہ سمجھا کہ ایسا حکم انھیں کس لیے دیا گیا تھا۔'' (۴۸)

آیت إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللَّهِ (آیت:۱۵۸) کے تحت لفظ 'مروہ' پر انھوں نے یہ حاشیہ لگایا ہے:

''اس لیے کہ یہ وہ مقامات ہے جہاں پر حضرت ابراہیم نے خدا کا اشارہ پاکر اپنے چہیتے بیٹے کے حلق پر چھری رکھی تھی۔'' (۴۹)

آیت إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ (آیت ۱۵۹) کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''حضرت ابراہیم نے اپنے محبوب بیٹے کو جس مقام پر ذبح کرنا چاہا تھا اس کا نام آج بھی توریت میں 'مریا' لکھا ہوا ہے (پیدائش باب ۲۲) جو صاف مروہ کی ذرا بگڑی یا بگاڑی ہوئی شکل ہے۔ بہرحال اس آیت میں اسی حق پوشی کی ذکر ہے۔'' (۵۰)

یہ سارے موضوعات وہ ہیں جن پر مولانا فراہیؒ نے اپنی شاہ کار تصنیف 'ذبیح کون ہے؟' میں مدلل بحث کی ہے۔ مولانا مرحوم کے یہ سارے خیالات اسی رسالے سے مستفاد معلوم ہوتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفہیم القرآن سے خوشہ چینی کے حدود

اس تفسیر کی تیاری میں مولانا نے تفہیم القرآن سے خصوصیت سے استفادہ کا تذکرہ کیا ہے۔ تفسیر کی ابتداء میں اپنے نوٹ میں انھوں نے لکھا ہے:

> ''تفسیری حواشی کی تیاری میں قدیم و جدید تفاسیر سے حسب امکان پوری طرح استفادہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تفہیم القرآن خصوصیت سے سامنے رہی ہے، کیوں کہ پیش نظر مقصد کے لیے وہ بعض حیثیتوں سے سب سے زیادہ مفید اور معین تھی۔ چناں چہ کتنے ہی مقامات پر اس کے اکثر جملے، بلکہ پورے پورے حواشی جوں کے توں نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اس لیے کہ اصلاً اس تفسیر کو ہندی میں شائع ہونا ہے، اس وجہ سے ان حواشی کے نقل کر لینے میں، جب کہ مطلب حسب ضرورت نہایت بہتر طریقے سے ادا ہو رہا تھا، کوئی قباحت نظر نہیں آئی تھی، جب کہ ہندی سے پہلے اردو ہی میں اسے شائع کرنے کا مسئلہ سامنے آ گیا، یہ بات کچھ مناسب نہیں معلوم ہوئی کہ ان حواشی کو بدل دیا جائے۔'' (۵۱)

اس اقتباس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ تیسیر القرآن کے بڑے حصے میں تفہیم القرآن سے خوشہ چینی کی گئی ہے اور ایک حیثیت سے اس میں تفہیم القرآن کی تلخیص کر دی گئی ہے، لیکن یہ بات پورے طور پر صحیح نہیں۔ اولاً اس میں من وعن یا جزوی ترمیم کے ساتھ تفہیم القرآن کے اقتباسات کی تعداد زیادہ نہیں، ثانیاً متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی کے خیالات سے اختلاف کیا ہے اور ان سے مختلف تحقیق پیش کی ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

آیت یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ..... اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ (آیت: ۱۸۳-۱۸۴) کو مولانا مودودی فرضیت رمضان سے متعلق مانتے ہیں، جب کہ مولانا صدرالدین اصلاحی کا خیال ہے کہ:

> ''ان دنوں سے مراد رمضان کے روزے نہیں، بلکہ ایام عاشورہ کے روزے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو شریعت موسوی میں فرض تھے۔ ابتدا میں اسلام میں بھی ان ہی دنوں کے روزے فرض تھے، بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا اور رمضان کے روزوں کا حکم آگیا، جیسا کہ قبلہ کے معاملہ میں ہوا۔" (۵۳)

آیت وَقٰتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلّٰهِ فَإِنِ انتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِينَ (آیت:۱۹۳) کے ذیل میں مولانا مودودی نے فَإِنِ انتَهَوْا (پھر وہ لوگ باز آجائیں) کی تفسیر میں لکھا ہے "باز آجانے سے مراد کافروں کا اپنے کفر و شرک سے باز آجانا نہیں، بلکہ فتنہ سے باز آجانا ہے" (۵۴) جب کہ مولانا صدرالدین کی تحقیق یہ ہے کہ "باز آجانے سے مراد کفر و شرک سے باز آجانا ہے" (۵۵) اپنی اس تحقیق کی وضاحت کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے:

"دوسرے منکرینِ قرآن میں سے تو ہر ایک کو اختیار ہے کہ اپنا جو عقیدہ رکھتا ہے رکھے اور جس کی چاہے پوجا کرے یا نہ کرے۔ اس گم راہی سے نکالنے کے لیے صرف اسے نصیحت اور فہمائش کی جاسکتی ہے، لڑائی نہیں۔ لیکن مشرکین عرب کے لیے دو ہی راہیں تھیں، یا تو ایمان لائیں یا پھر جنگ قبول کریں۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مشرکین عرب وہ لوگ تھے جن پر توضیح حق براہِ راست نبی کے ذریعے ہوا، جس میں کسی نقص کا کوئی امکان نہیں تھا، اسی لیے ان کا ایمان لانے پر آمادہ نہ ہونا معنی یہ رکھتا ہے کہ ان کے اندر سے بصیرت اور قبول حق کی آخری رمق بھی ناپید ہوچکی ہے اور ان پر آخری حد تک اتمام حجت ہوچکا ہے۔ اب ان کا حال اس سڑے ہوئے عضو کا سا ہے جس کے شفایاب ہونے کا کوئی امکان نہیں، بلکہ الٹا اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ دوسرے تندرست اعضاء کو بھی اپنے زہر سے متاثر کردے گا۔ ایسی حالت میں جسم انسانی کی سچی بہی خواہی یہی ہے کہ اس سڑے ہوئے عضو کو کاٹ کر پھینک دیا جائے...... دوسرے منکرین قرآن کا حال یہ نہیں، اس لیے ان کا حکم بھی مشرکین عرب سے مختلف ہونا چاہیے تھا۔" (۵۶)

آیت وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا..... (آیت ۲۰۵) کا ترجمہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا مودودی نے یہ کیا ہے: ''جب اسے اقتدار حاصل ہوجاتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے۔'' تفسیر میں انھوں نے لکھا ہے: 'اِذَا تَوَلّٰی' کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک وہ جو ہم نے متن میں اختیار کیا ہے اور دوسرے مطلب یہ بھی نکلتا ہے کہ یہ مزے مزے کی دل لبھانے والی باتیں بنا کر جب وہ پلٹتا ہے تو عملاً یہ کرتوت دکھاتا ہے (۵۷) جب کہ مولانا صدرالدین اصلاحی نے صرف مؤخرالذکر مفہوم کو ترجمہ میں اختیار کیا ہے۔(۵۸)

آیت وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ فِي الْأَرْضِ ...... (آیت:۲۵۵) کی تفسیر میں مولانا مودودی نے لکھا ہے: ''اصل میں لفظ 'کرسی' استعمال ہوا ہے، جسے بالعموم حکومت و اقتدار کے لیے استعارے کے طور پر بولا جاتا ہے۔ اردو زبان میں بھی اکثر کرسی کا لفظ بول کر حاکمانہ اختیارات مراد لیتے ہیں۔'' (۵۹) مولانا صدرالدین اصلاحی لفظ کرسی کو محض استعارہ قرار دینے میں تامل کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

> ''اس جگہ اصل میں لفظ کرسی استعمال ہوا ہے جو حکومت و اقتدار کا مفہوم رکھتا ہے جس طرح کہ عرش کا لفظ مگر اس کے باوجود قطعیت سے یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ یہ الفاظ محض استعارے کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن چوں کہ ان کا تعلق امورِ غیب سے ہے اس لیے آگے ہمارے لیے گفتگو کی گنجائش نہیں۔'' (۶۰)

مقدمۂ تیسیر القرآن

تفسیر لکھنے کے دوران جابجا مولانا کو محسوس ہوا کہ بعض موضوعات زیادہ تفصیل کے متقاضی ہیں، جن کی مختصر تفسیری حواشی میں گنجائش نہیں ہے۔ اس کے لیے انھوں نے ایک مقدمہ لکھنے کی ضرورت محسوس کی، جس میں ان موضوعات پر تفصیل سے بحث کی جائے اور تفسیر میں حسب ضرورت اس کی طرف اشارہ کردیا جائے۔ چناں چہ تفسیر کے دوران متعدد مقامات پر مولانا نے مقدمہ کی طرف اشارہ کیا ہے، مثلاً:
أَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ (آیت:۸۷) کے تحت لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''روح سے مراد حضرت جبرئیل ہیں، جو وحی پہنچانے کے اعلیٰ ترین منصب پر مامور ہیں لفظ 'روح' سے متعلق مزید تفصیلات مقدمہ قرآن میں دیکھیے۔'' (٦١)

فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ (آیت:٩٧) کے ضمن میں لکھا ہے:

''قلب پر نازل کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کے متعلق مقدمہ میں 'وحی' کی بحث دیکھیے۔'' (٦٢)

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ (آیت:١٣٢) کے ذیل میں لفظ 'دین' کی مختصر تشریح کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''مزید تفصیل مقدمہ میں ملے گی۔'' (٦٣)

فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ (آیت:١٥٨) کی تفسیر میں حج اور عمرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان کی حقیقت کیا ہے؟ اور ان کے اندر ہوتا کیا ہے؟ اس کی تفصیل کے لیے مقدمہ قرآن دیکھیے۔'' (٦٥)

وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (آیت:١٧٧) کے تحت لکھا ہے:

''توحید، آخرت ملائکہ، سارے انبیاء اور ساری کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟ ان پر ایمان لانا کیوں ضروری ہے؟ اس ایمان لانے کے کیا معنیٰ اور کیا تقاضے ہیں؟ یہ ساری بحثیں تفصیل کے ساتھ مقدمہ میں ملیں گی۔'' (٦٦)

اس تفصیل سے مقدمہ تیسیر القرآن کے خدوخال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

تفسیر کا سلسلہ بند ہونے کے تقریباً ایک سال کے بعد جلد ١٢، شمارہ ٣-٦، جون تا ستمبر ۵۴ء میں مولانا کا ایک مقالہ 'مقدمہ تیسیر القرآن' کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ مقالہ مجوزہ مقدمہ 'تیسر القرآن' کا ابتدائی حصہ تھا۔ (٦٧) ایک مقالہ ''تاریخ القرآن'' کے عنوان سے جلد ١٣، شمارہ ١، اکتوبر ۵۴ء میں اور ایک مقالہ بعنوان 'قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے کا ثبوت' دو قسطوں میں جلد ٣٠، شمارہ ١-٢، جنوری فروری ٦٣ء میں شائع ہوا۔

مذکورہ مقالات پر نظر ثانی اور کافی ترمیم و اضافہ کے ساتھ مزید تین مقالات بعنوان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'قرآن کا انداز بیان' 'اجزائے قرآن' اور 'اہم اصطلاحات' کی شمولیت کے بعد جون ۱۹۶۳ء میں مولانا کی کتاب 'قرآن مجید کا تعارف' شائع ہوئی۔ اس کتاب کے مقدمہ میں اگرچہ یہ صراحت نہیں ملتی کہ یہی مولانا کا مجوزہ 'مقدمہ تیسیر القرآن' ہے، لیکن اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اس کتاب کا ابتدائی حصہ وہی ہے جو ماہ نامہ زندگی میں مقدمہ تیسیر القرآن کے عنوان سے شائع ہو چکا تھا اور اس میں بعض وہ موضوعات بھی ہیں جن کی طرف مولانا نے دوران تفسیر 'مقدمہ' کی طرف رجوع ہونے کا مشورہ دیا تھا۔

اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اپنی تفسیر کی طرح یہ کتاب بھی مولانا نے غیر مسلموں کو پیش نظر رکھ کر لکھی ہے، جیسا کہ اس کے مقدمہ میں صراحت ہے:

> ''یہ کتاب مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم حضرات کو سامنے رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں بعض بحثیں اور تفصیلات ایسی بھی آ گئی ہیں جو شاید مسلم قارئین کے لیے کچھ ایسی ضروری نہ ہوں، مگر چوں کہ ایک غیر مسلم کے لیے وہ قطعی ضروری تھیں، اس لیے ان سے صرف نظر کرنا کسی طرح صحیح نہ ہوتا۔'' (۶۸)

اس کتاب کا جائزہ لینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بعض وہ موضوعات موجود نہیں ہیں جن کی طرف مولانا نے تفسیر کے بعض مقامات پر مقدمہ میں رجوع ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ کتاب کے مقدمہ میں مولانا نے اس کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''خیال تھا کہ کتاب میں ایک اور باب 'قرآن کی بنیادی تعلیمات' کا بھی ہوگا، مگر دو وجہوں سے اس خیال کو ترک کر دینا پڑا۔ ایک تو یہ کہ صرف بنیادی تعلیمات کے تعارف سے قرآن کی پوری تعلیم کا سمجھ لینا ناممکن تو ہوگا ہی، کچھ بعید نہیں کہ اس کے بارے میں ذہن کچھ غلط تصورات کا بھی شکار ہو رہیں۔ دوسری یہ کہ تعلیمات قرآن کے موضوع پر تفصیل سے لکھنے اور ایک مستقل کتاب مرتب کرنے کا ارادہ ہے، جو ایک طرح سے اس کتاب کی دوسری جلد ہوگی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ اس ارادے کو جامۂ عمل پہنانے کی توفیق اور فرصت کب عنایت فرماتا ہے؟ ویسے جب تک ایسا نہیں ہو جاتا پیش نظر مقصد کو ایک حد تک راقم کی ایک اور کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'اسلام ایک نظر میں' کے مطالعے سے بھی حاصل کیا جاسکتا ہے۔'' (٦٩)

افسوس کہ مولانا اپنے منصوبے کے مطابق اس کتاب کا ایک باب، بالفاظ دیگر اس کی دوسری جلد نہیں لکھ سکے۔ اس طرح اس کتاب (قرآن مجید کا تعارف) کو مولانا کی ناتمام تفسیر کا ناتمام مقدمہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

تفسیر تیسیر القرآن کا یہ تعارفی مطالعہ یہ ثبوت فراہم کرتا ہے کہ یہ اپنے اندروں میں بہت سے جواہر پارے سمیٹے ہوئے ہے اس لیے اپنی موجودہ ناتمام صورت میں بھی اس کی اشاعت ایک اہم علمی خدمت ہوگی۔ (٧٠)

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی و مراجع

۱۔ ماہنامہ زندگی رامپور، جلد۴، شمارہ ۴-۵، اگست ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۲

۲۔ ماہنامہ زندگی، جلد۴، شمارہ ۶، اکتوبر ۱۹۵۰ء، ص ۳۰

۳۔ ماہنامہ زندگی، جلد ۱۰، ش ۵-۶، اگست ستمبر ۱۹۵۳ء، ص ۱۹

۴۔ حوالہ سابق

۵۔ ماہنامہ زندگی، جلد ۷، ش ۴، فروری ۱۹۵۲ء، ص ۱۴

۶۔ ماہنامہ زندگی، ج ۷، ش ۵، مارچ ۱۹۵۲ء، ص ۱۶

۷۔ ماہنامہ زندگی، ج ۴، ش ۴-۵ اگست ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۸-۱۹

۸۔ حوالہ سابق، ص ۲۴

۹۔ حوالہ سابق، ص ۲۷-۲۹

۱۰۔ ماہنامہ زندگی، ج ۴، ش ۶- اگست ۱۹۵۰ء، ص ۸

۱۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۴-۱۵

۱۲۔ حوالہ سابق، ص ۱۶-۱۷

۱۳۔ ماہنامہ زندگی، ج ۷، ش ۵، مارچ ۱۹۵۲ء، ص ۱۳

۱۴۔ ماہنامہ زندگی، ج ۸، ش ۳، جولائی ۱۹۵۲ء، ص ۱۳

۱۵۔ ماہنامہ زندگی، ج ۱۰، ش ۱، ص ۱۵-۱۷۔ یہ حصہ بعد میں جلد ۶۹، شمارہ ۲-۴، اگست تا ستمبر ۱۹۸۲ء میں مطالعۂ قرآن کے کالم میں 'مسئلہ شفاعت کی تحقیق' کے عنوان سے شائع ہوا۔

۱۶۔ ماہنامہ زندگی، ج ۴، ش ۴-۵، اگست ستمبر ۱۹۵۰ء، ص ۱۳

۱۷۔ ماہنامہ زندگی، ج ۹، ش ۶، مارچ ۵۳ء، ص ۵۴-۶۱، رسائل و مسائل بعنوان ''علم الٰہی''

۱۸۔ زندگی، ج ۹، ش ۶، مارچ ۱۹۵۳ء، ص ۶۳-۶۴، رسائل و مسائل بعنوان ''مسجد حرام کا مفہوم''

۱۹۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۱۹۵۱ء، ص ۲۲

۲۰۔ زندگی ج ۱۱، ش ۱، اکتوبر ۱۹۵۳ء، ص ۶۱-۶۴-۶۷، رسائل و مسائل بعنوان 'قرآن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصدق تورات ہونے کا مطلب'

۲۱۔ اس آیت کا یہ ترجمہ مولانا امین احسن اصلاحی نے بھی کیا ہے، لیکن انھوں نے نہ کلام عرب سے استدلال کیا ہے، نہ قرآنی نظائر پیش کیے ہیں اور نہ لغوی بحث کی ہے۔ ملاحظہ کیجیے تدبر قرآن تاج کمپنی دہلی، ۱۹۸۹ء، جلد اول ص ۲۸۱۔ البتہ انھوں نے آل عمران کی آیت ۸۱ کی تفسیر کے ضمن میں ایک شعر سے استدلال کیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے تدبر قرآن، دوم، ص ۱۳۵

۲۲۔ زندگی، ج ۱۵، ش ۵، جنوری ۵۶ء، ص ۴۴-۵۱، رسائل و مسائل بعنوان "قرآن کے مصدق تورات ہونے کا مطلب" (مزید وضاحت)

۲۳۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۵۱ء، ص ۲۸

۲۴۔ حوالہ سابق، ص ۳۱

۲۵۔۲۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۵۱ء، ص ۲۸

۲۴۔ حوالہ سابق، ص ۳۱

۲۵۔ زندگی، ج ۹، ش ۵، فروری ۵۳ء، ص ۱۶-۶۳، رسائل و مسائل بعنوان 'ہاروت ماروت' کیا سکھاتے تھے؟"

۲۶۔ زندگی، ج ۷، ش ۳، جنوری ۵۳ء، ص ۱۹

۲۷۔ زندگی، ج ۷، ش ۴، فروری ۵۲ء، ص ۲۶

۲۸۔ زندگی، ج ۸، ش ۳، جولائی ۵۲ء، ص ۹

۲۹۔ زندگی، ج ۸، ش ۴، اگست ۵۲ء، ص ۱۴

۳۰۔ حوالہ سابق، ص ۱۸

۳۱۔ زندگی، ج ۸، ش ۵، ستمبر ۵۲ء، ص ۱۴

۳۲۔ زندگی، ج ۹ ش ۱، اکتوبر ۵۲، ص ۱۰

۳۳۔ زندگی، ج ۹، ش ۶، مارچ ۵۳ء، ص ۱۱-۱۲

۳۴۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۳، جون ۵۳ء، ص ۱۲

۳۵۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۵-۶، اگست ستمبر ۵۳ء، ص ۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۶۔ زندگی، ج ۴، ش ۴-۵، اگست ستمبر ۵۰ء، ص ۱۶

۳۷۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۵۱ء، ص ۲۳

۳۸۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۱-۱، اپریل ۵۳ء، ص ۱۹

۳۹۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۲، اپریل ۵۳ء، ص ۱۸

۴۰۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۵۱ء، ص ۲۵

۴۱۔ زندگی، حوالہ سابق

۴۲۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۳، جون ۵۳ء، ص ۱۰

۴۳۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۳، جون ۵۳ء، ص ۱۶

۴۴۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے مولانا صدرالدین اصلاحی پر اپنے ایک مضمون شائع شدہ ماہ نامہ بیدار ڈائجسٹ لاہور، جلد ۱۰، ش ۱، جنوری ۱۹۹۹ء میں لکھا ہے: ''فراہی مکتب فکر کے حوالہ سے مولانا صدرالدین اپنی مدت العمر بے تعلق سے رہے۔ ان کی زندگی کے کسی دور میں بھی مولانا فراہی کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ میں نے ملاقاتوں میں بھی کبھی ان کی زبان سے فراہی اور فکر فراہی کا ذکر نہیں سنا۔ نہ ہی ان کی کسی تحریر میں مجھے اس کا سراغ ملا'' مولانا فراہی کے بارے میں مولانا صدرالدین اصلاحی کے مذکورہ اقتباس کی موجودگی میں ڈاکٹر شرف الدین کے اس بیان کی صحت مشتبہ ہو جاتی ہے۔

۴۵۔ زندگی، ج ۴، ش ۴-۵، اگست ۵۰، ص ۱۳

۴۶۔ الامام عبدالحمید فراہی، رسائل الامام الفراہی۔ دلائل النظام۔ دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڑھ، طبع دوم ۱۹۹۱ء، ص ۱۰۵

۴۷۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۵-۶، اگست ستمبر ۵۳ء، ص ۱۰

۴۸۔ زندگی، ج ۷، ش ۴، فروری ۵۲ء، ص ۲۰

۴۹۔ زندگی، ج ۸، ش ۱، مئی ۵۲ء، ص ۹

۵۰۔ حوالہ سابق

۵۱۔ زندگی، ج ۴، ش ۴-۵، اگست ستمبر ۵۰ء، ص ۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۲۔ تفہیم القرآن، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، جلد اول طبع پنجم، ۱۹۶۳ء، ص ۱۴۱-۱۴۲

۵۳۔ زندگی، ج ۸، ش ۳، جولائی ۱۹۵۲ء، ص ۱۵

۵۴۔ تفہیم القرآن، اول، ص ۱۵۱

۵۵۔ زندگی، ج ۸، ش ۴، اگست ۵۲ء، ص ۱۷

۵۶۔ حوالہ سابق

۵۷۔ تفہیم القرآن، اول، ص ۱۵۹-۱۶۰

۵۸۔ زندگی، ج ۸، ش ۵، ستمبر ۵۲ء، ص ۱۸

۵۹۔ تفہیم القرآن، اول، ص ۱۹۵

۶۰۔ زندگی، ج ۱۰، ش ۱، اپریل ۵۳ء، ص ۱۸

۶۱۔ زندگی، ج ۷، ش ۱-۲، نومبر دسمبر ۵۱ء، ص ۱۷

۶۲۔ حوالہ سابق، ص ۲۴

۶۳۔ حوالہ سابق، ص ۲۵

۶۴۔ زندگی، ج ۷، ش ۵، مارچ ۵۲ء، ص ۱۰

۶۵۔ زندگی، ج ۸، ش ۱، مئی ۵۲ء، ص ۹

۶۶۔ زندگی، ج ۸، ش ۲، جون ۵۲ء، ص ۱۷

۶۷۔ بعد میں یہ مقالہ 'قرآن کی حیثیت' کے عنوان سے زندگی، جلد ۵۵، شمارہ ۱، نومبر ۷۵ء میں دوبارہ شائع کیا گیا۔

۶۸۔ قرآن مجید کا تعارف، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی دہلی، طبع اول، ۱۹۶۳ء، ص ۷

۶۹۔ حوالہ سابق، ص ۷-۸

۷۰۔ یہ تفسیر مولانا مرحوم کے صاحب زادے مولانا رضوان احمد فلاحی کی ترتیب و تدوین کے ساتھ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی سے جون ۲۰۰۶ء میں شائع ہو گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلخیص تفہیم القرآن

مولانا صدرالدین اصلاحی کی قرآنی خدمات کے ذیل میں ان کی ناتمام تفسیر 'تیسیر القرآن' کے علاوہ 'تلخیص تفہیم القرآن' کے نام سے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی شہرۂ آفاق تفسیر کی تلخیص خصوصی اہمیت کی حامل ہے۔

'تیسیر' سے 'تلخیص' تک

جماعت اسلامی ہند کی تشکیل کے کچھ ہی عرصہ کے بعد اس کے اکابرین اور ذمہ داروں نے قرآن کریم کی ایک ایسی تفسیر کی ضرورت محسوس کی جسے غیر مسلم ذہن کو سامنے رکھ کر لکھا گیا ہو اور جس میں ان مسائل اور موضوعات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہو جو غیر مسلموں کی دلچسپی کے ہوں۔ ان کی نگاہِ انتخاب مولانا اصلاحی پر پڑی۔ وہ بجا طور پر اس کام کے لیے موزوں اور اس کی انجام دہی کے اہل تھے۔ مولانا نے 'تیسیر القرآن' کے نام سے یہ تفسیر لکھنی شروع کی اور اس کے اجزا جماعت کے ترجمان ماہ نامہ زندگی رام پور میں شائع ہونے لگے۔ اس کی پہلی قسط اگست-ستمبر ۱۹۵۰ء کے مشترکہ شمارے میں شائع ہوئی۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جماعت کے ذمہ داروں کو جلد ہی اس بات کا احساس ہوگیا کہ موجودہ حالات میں قرآن کے ایک نئے ترجمے اور تفسیر کی تیاری سے زیادہ اہم کام یہ ہے کہ نئے انداز کا دعوتی لٹریچر تیار کیا جائے، جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات کی توضیح و تشریح کی گئی ہو اور جسے غیر مسلموں اور مسلمانوں دونوں کے سامنے یکساں طور پر پیش کیا جاسکے، چناں چہ جماعت کی متعدد مرکزی مجالس شوریٰ میں یہ بات کہی جاتی رہی۔ ۱۰/جنوری ۱۹۵۱ء کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منعقد ہونے والی مجلس شوریٰ میں یہ فیصلہ کیا گیا:

''جدید دعوتی لٹریچر تیار کرنے کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ فی الحال چھ مہینے کے لیے مولانا صدرالدین صاحب اصلاحی ترجمہ و تفسیر کا کام ملتوی کر کے ضروری لٹریچر تیار کرنے کا کام انجام دیں'' (روداد مجلس شوریٰ جماعت اسلامی ہند، ۱/۵۸)

دو سال کے بعد مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۴/اپریل تا یکم مئی ۱۹۵۳ء میں پھر اس فیصلے کی تجدید کی:

''دعوت و تبلیغ کے لیے اعلیٰ لٹریچر کی تیاری کے سلسلے میں طے کیا گیا کہ مولانا صدرالدین صاحب ترجمۂ قرآن کے کام کو ملتوی کر کے اعلیٰ لٹریچر کی تیاری کا کام کریں۔''

(روداد مجلس شوریٰ، ۱/۸۴)

یہی فیصلہ جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲-۹/جون ۱۹۵۵ء میں بھی کیا:

''ایک عرصہ سے یہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ دعوت کے ارتقا کے لیے جدید لٹریچر کی تیاری کی شدید ضرورت ہے۔ اس احساس کے پیش نظر حسب ذیل باتیں طے کی گئیں:

مولانا صدرالدین صاحب جو پہلے شعبۂ تصنیف و تالیف سے متعلق کر دیے گئے تھے، اب بالکل یکسو ہو کر جدید لٹریچر تیار کریں اور تیسیر القرآن کے کام کو ملتوی رکھا جائے۔'' (روداد مجلس شوریٰ، ۱/۱۰۲)

تیسیر القرآن کے عنوان سے مولانا نے جو کچھ لکھا تھا وہ ماہ نامہ زندگی میں قسط وار شائع ہوتا رہا۔ اس کی ۲۹ قسطیں شائع ہوئیں۔ آخری قسط (اگست ستمبر ۱۹۵۳ء کے مشترکہ شمارہ) کے ساتھ سورۂ بقرہ کی تفسیر مکمل ہوئی تو ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی گئی کہ ''بعض وجوہ کی بنا پر ترجمہ و تفسیر کا کام روک دیا گیا ہے، لہٰذا زندگی میں یہ سلسلہ ایک غیر معین مدت کے لیے ملتوی رہے گا'' (ص ۱۹) لیکن یہ التوا پھر کبھی ختم نہ ہو سکا اور یہ تفسیر نا تمام رہ گئی۔

موجودہ دور کے ذہن کو سامنے رکھ کر آسان زبان میں عام فہم دعوتی تفسیر کی ضرورت مولانا مودودی نے بھی محسوس کی تھی۔ اس کے تحت انھوں نے فروری ۱۹۴۲ء سے تفسیر لکھنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع کی تھی، جو جون ۱۹۷۲ء میں مکمل ہوئی۔ یہ تفسیر تفہیم القرآن کے نام سے پہلے بالاقساط ماہ نامہ ترجمان القرآن میں شائع ہوئی، بعد میں کتابی صورت میں چھ ضخیم جلدوں میں اس کی اشاعت ہوئی۔

جماعت اسلامی ہند کے قائدین نے تفہیم القرآن کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت محسوس کی کہ ایک جلد میں اس کی تلخیص تیار کی جائے، تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ ہاتھوں میں پہنچایا جاسکے اور دیگر زبانوں میں بھی اس کے تراجم کرائے جاسکیں۔ چناں چہ جماعت کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۸ر جون ۱۹۷۴ء میں اس کی تجویز منظور کی اور اس وقت بھی اس اہم کام کی انجام دہی کے لیے مولانا صدرالدین اصلاحی ہی کا انتخاب عمل میں آیا۔ مولانا نے شوریٰ کی ہدایت کے مطابق کام شروع کردیا اور چھ سات ماہ میں تفہیم کی دو جلدوں کی تلخیص کرڈالی۔ اس دوران مولانا مودودی کی جانب سے 'دعوت' میں یہ اعلان شائع کرایا گیا کہ کوئی اور شخص تفہیم کی تلخیص کا کام نہ کرے، کیوں کہ مختصر حواشی کے ساتھ ترجمۂ قرآن کی اشاعت خود ان کے پیشِ نظر ہے۔ اس بنا پر تلخیص کا مذکورہ کام روک دیا گیا، مگر مولانا مودودی کا ترجمۂ قرآن مع مختصر حواشی ایک جلد میں شائع ہوا تو جماعت اسلامی ہند کے اکابرین بہ شمول مولانا صدرالدین اصلاحی نے محسوس کیا کہ حواشی کے بہت زیادہ مختصر ہونے کی وجہ سے وہ ضرورت پوری نہیں ہوئی جسے تلخیص تفہیم القرآن کے لیے محسوس کیا گیا تھا۔ چناں چہ مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی سے رجوع کیا اور تفہیم القرآن کی تلخیص کی ضرورت کے دلائل دے کر اس کام کی اجازت طلب کی۔ مولانا مودودی نے بہ خوشی اس کی اجازت دے دی۔ اجازت ملنے کے بعد جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۷-۲۲ فروری ۱۹۷۸ء میں مولانا اصلاحی سے اس کام کو مکمل کرنے کی گزارش کی۔ مولانا نے تقریباً تین سال میں تفہیم القرآن کی بقیہ چار جلدوں کی تلخیص تیار کردی۔ تلخیص پر مولانا اصلاحی کے قلم سے جو پیش لفظ ہے اس پر ۱۳ر جنوری ۱۹۸۱ء کی تاریخ درج ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل مولانا تلخیص کے کام سے فارغ ہوچکے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد رضی الاسلام ندوی

تفہیم القرآن کی اہمیت اور تلخیص کی ضرورت

موجودہ دور میں اردو زبان میں جو تفسیریں لکھی گئی ہیں ان میں تفہیم القرآن کی کیا اہمیت ہے؟ اور اس کی تلخیص کرنے کی کیوں ضرورت محسوس کی گئی؟ مولانا صدرالدین اصلاحی نے اپنے پیش لفظ میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ یہاں اسے نقل کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے تفہیم القرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نوراللہ مرقدہ کی مشہور زمانہ تفسیر 'تفہیم القرآن' وقت کی ایک بہترین تفسیر ہے۔ یہ تفسیر موجودہ دور کے ذہن کو قرآن حکیم اور اس کے بیان کردہ حقائق اور تعلیمات کے بارے میں جس طرح یقین واطمینان کی ٹھنڈک سے بہرہ ور کرتی ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ یہ پڑھنے والوں کے اندر صرف قرآن کا فہم ہی نہیں پیدا کرتی ہے، بلکہ طالبانِ حق کو ایمان کی تازگی اور عمل کی سرگرمی بھی عطا کرتی ہے اور ان کے اندر داعیانہ جذبات کو حرکت میں لاتی ہے۔'' (ص ۳)

تفہیم القرآن چھ ضخیم جلدوں میں ہے۔ اس کے صفحات کی مجموعی تعداد ۴۲۳۸ ہے۔ جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ نے اس کی تلخیص کی ضرورت محسوس کی۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے مولانا نے لکھا ہے:

> ''دین کا مفاد اور اسلام کا دعوتی مزاج تقاضا کرتا ہے کہ ایسی گراں قدر تفسیر کی اشاعت وسیع سے وسیع پیمانے پر ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے، لیکن ایک تو یہ تفسیر ابھی صرف اردو زبان میں ہے، دوسرے چھ ضخیم جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ان دونوں باتوں کے نتیجے میں غیر اردو داں حلقے تو اس سے فائدہ بالکل اٹھا ہی نہیں سکتے اور اردو جاننے والوں کے لیے بھی اس کی افادیت عملاً اتنی نہیں ہوسکتی جتنی ہونی چاہیے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ نے طے کیا کہ اس طویل تفسیر کی ایک جامع تلخیص تیار کرلی جائے جو صرف ایک جلد میں آسکے اور اسے صرف اردو ہی میں نہیں، بلکہ ملک کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دوسری تمام اہم زبانوں میں منتقل کرا کے شائع کیا جائے، تا کہ اس سے فائدہ اٹھا سکنے کی راہ میں یہ واقعی دشواریاں ختم ہو جائیں، لوگوں کے لیے اس کا حاصل کرسکنا، بلکہ بالعموم ہر وقت ساتھ رکھنا بھی آسان ہو جائے، پھر ایک ہی مجلد میں ہونے کا ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہو کہ تلاوت قرآن کی ضرورت بھی اس سے پوری ہوتی رہے۔ مجلس شوریٰ نے یہ نازک اور بھاری ذمہ داری راقم الحروف کے سر ڈالی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے اس فیصلے کے تحت اور مصنف کی باضابطہ اجازت کے ساتھ اس نے اپنی بساط بھر پوری احتیاط اور احساس ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو انجام دے دیا۔'' (تلخیص، ص ۳)

تلخیص تفہیم القرآن میں مولانا اصلاحی کا کام

کسی بھی کتاب کی تلخیص ایک انتہائی نازک اور بہت زیادہ ذمہ داری کا کام ہے۔ اس میں ایک طرف عبارت کا خلاصہ پیش نظر ہوتا ہے، تو دوسری طرف اس پر بھی نظر رکھنی ہوتی ہے کہ مصنف کی منشا پوری ہو اور کوئی اہم بات چھوٹنے نہ پائے۔ مولانا اصلاحی نے اس نازک کام کو بہت خوب صورتی سے انجام دیا ہے اور پوری احتیاط ملحوظ رکھی ہے۔ مولانا کے کام کو درج ذیل نکات میں بیان کیا جاسکتا ہے:

۱۔ تفہیم القرآن کے کل حواشی کی تعداد ۶۰۹۴ ہے۔ سورہ العصر میں صرف ایک حاشیہ ہے اور سب سے زیادہ حواشی (۳۴۲) سورۂ البقرہ میں ہیں۔ تلخیص میں پوری شدت سے یہ التزام کیا گیا ہے کہ تفہیم کا کوئی ایک حاشیہ بھی کلیۃً چھوٹنے نہ پائے۔

۲۔ مختصر کیے ہوئے حواشی کی ایک قسم تو وہ ہے جو حذف و اختصار کے بعد بھی تمام تر مصنف کے اپنے ہی الفاظ پر مشتمل ہیں۔ دوسری قسم ان حواشی کی ہے جن میں کہیں کہیں ایک دو لفظ یا ایک آدھ جملے مولانا اصلاحی کے بڑھائے ہوئے ہیں۔ یہ اضافے حواشی کے بعض حصے حذف کیے جانے کے بعد باقی ماندہ عبارتیں باہم مربوط کرنے کے لیے ناگزیر تھے۔ اس اضافہ کو اس طرح کے بریکٹ [] میں رکھا گیا ہے، تا کہ وہ مصنف کے الفاظ سے بالکل الگ اور ممیز رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۔ مولانا مودودی نے اپنے آخری دورِ حیات میں 'ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی' کے نام سے قرآن مجید کا جو ترجمہ تھوڑے سے مختصر ترین حواشی کے ساتھ علیحدہ سے ایک جلد میں شائع کیا تھا، اس کے حواشی اگرچہ تفہیم القرآن ہی کے حواشی کا اختصار ہیں، لیکن اس میں انھوں نے کچھ حواشی بالکل نئے سرے سے بھی لکھے ہیں، جو تفہیم القرآن میں نہیں تھے اور اب بھی نہیں ہیں۔ مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی کی منشا کے مطابق اس تلخیص میں ان نئے حواشی کا بھی اضافہ کردیا ہے۔ انھیں ذیلی نمبر (مثلاً حاشیہ نمبر۶/الف) لگا کر درج کیا گیا ہے۔

۴۔ مولانا مودودی نے 'ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی' میں تفہیم القرآن کے حواشی کو صرف مختصر ہی نہیں کیا ہے، بلکہ ان میں سے کچھ کے اندر تھوڑی بہت لفظی ترمیمات بھی کی ہیں۔ چوں کہ ان ترمیموں کی حیثیت واضح طور پر نظرثانی شدہ اور اصلاح یافتہ مسودۂ تحریر کی ہے، اس لیے تلخیص میں انھی بدلی ہوئی عبارتوں کو لیا گیا ہے۔ اسی طرح 'ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی' میں بھی اگرچہ تفہیم القران ہی کا ترجمہ دیا گیا ہے، مگر اس میں کہیں کہیں مولانا مودودی نے چھوٹی موٹی لفظی ترمیمیں کی ہیں۔ چوں کہ ان ترمیموں کی حیثیت بھی اصلاح کی ہے۔ اس لیے 'تلخیص' میں اس ترمیم شدہ ترجمہ کو لیا گیا ہے۔ البتہ تفہیم القرآن میں بعض آیتوں کے ترجموں پر دو لفظی حاشیے دیے گئے ہیں انھیں 'ترجمۂ قرآن مجید مع مختصر حواشی' میں حاشیہ کے طور پر دینے کے بجائے ترجمہ کے متن ہی کے اندر بریکٹ میں دے دیا گیا ہے۔ تلخیص میں انھیں حاشیہ ہی میں رکھا گیا ہے۔

مولانا نے تفہیم القرآن کی کس انداز سے تلخیص کی ہے اسے ایک مثال سے سمجھا جاسکتا ہے۔ تفہیم القرآن میں سورۃ الفاتحہ کی آیت الرحمٰن الرحیم پر یہ حاشیہ ہے:

''انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیغوں میں اس کو بیان کرتا ہے اور اگر ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا تو پھر وہ اس معنی کا ایک اور لفظ بولتا ہے، تاکہ وہ کمی پوری ہوجائے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ کرنے میں یہی نکتہ پوشیدہ ہے۔ رحمٰن عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے، اس قدر وسیع ہے، ایسی بے حد وحساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا، اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر رحیم کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں 'سخی' کا لفظ بول کر جب تشنگی محسوس کرتے ہیں تو اس پر 'داتا' کا اضافہ کردیتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب 'گورے' کو کافی نہیں پاتے تو اس پر 'چٹے' کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں۔ درازیٔ قد کے ذکر میں جب 'لمبا' کہنے سے تسلی نہیں ہوتی تو اس کے بعد 'تڑنگا' بھی کہتے ہیں۔" (حاشیہ نمبر:۴)

مولانا اصلاحی نے اس حاشیہ کی تلخیص ایک جملے میں کی ہے جس کا نصف مولانا مودودی کے الفاظ پر مشتمل ہے اور نصف مولانا اصلاحی کے الفاظ پر:

"اللہ کی تعریف میں رحمٰن کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر رحیم کا اضافہ [اس کی رحمت کی بے حد وحساب وسعت ظاہر کرنے کے لیے کیا گیا ہے]

تلخیص کی نوعیت اور اس کا تناسب

مولانا اصلاحی نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے تفہیم القرآن کے نصف سے زائد حواشی جوں کے توں رکھے ہیں اور بقیہ میں کہیں معمولی اور کہیں زیادہ تلخیص سے کام لیا ہے۔ تلخیص کے تناسب کا اندازہ درج جدول سے کیا جاسکتا ہے:

فی صد	تفہیم القرآن کے حواشی	تلخیص تفہیم القرآن
۵۵	بہت مختصر حواشی	کسی تلخیص کے بغیر جوں کے توں برقرار رکھے گئے ہیں
۳۰	اوسط درجے کی طوالت رکھنے والے حواشی	زیادہ تر کو قدرے مختصر کردیا گیا ہے، کچھ کو کسی مخصوص اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر علیٰ حالہ باقی رکھا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵	طویل حواشی	زیادہ تر کو کافی مختصر کر دیا گیا ہے، بعض کو کسی اہمیت کے پیش نظر بعینہ لے لیا گیا ہے۔

مولانا نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ انھوں نے عام طور سے تین طرح کے حواشی کی تلخیص کی ہے:

۱۔ وہ حواشی جن میں فقہی یا تاریخی تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔

۲۔ وہ حواشی جن میں قرآنیات یا توریت یا انجیل کے یکے بعد دیگرے کئی کئی حوالے دیے گئے ہیں۔

۳۔ وہ حواشی جن کے مضامین پہلے کہیں دوسرے حواشی میں گزر چکے ہیں۔

تلخیص میں حذف کر دیے جانے والے مباحث

مولانا اصلاحی نے اقوالِ مفسرین، واقعاتِ سیرت، احادیث، فقہ، تاریخ، بائبل اور اسرائیلی روایات، عربی اشعار وغیرہ سے متعلق تفہیم القرآن کے وہ حصے عموماً حذف کر دیے ہیں جو اگرچہ معلومات کے اعتبار سے اہم تھے، لیکن تفہیم آیات میں ان کی بنیادی اہمیت نہیں تھی اور ان کے بغیر بھی آیات کا مفہوم سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آتی تھی۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ مولانا مودودی نے آیت وَاَخَوٰتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ (النساء۲۳) کی تفسیر میں رضاعت سے رشتوں کی حرمت کی تفصیل بیان کی ہے۔ حرمتِ رضاعت کس قدر دودھ پینے سے اور کس عمر میں پینے سے ثابت ہوتی ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کے اختلافات ذکر کیے ہیں (حاشیہ: ۳۸) آیت وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ (النساء:۱۰۱) کے تحت، سفر میں صرف فرض پڑھے جائیں یا سنتیں بھی؟ سفر میں قصر ضروری ہے یا نہیں؟ قصر کے لیے مقدار سفر کیا ہے؟ اثنائے سفر دورانیہ قیام کیا ہے جس میں قصر کی جا سکتی ہے؟ ان مباحث میں فقہاء کے اختلافات ذکر کیے ہیں (حاشیہ: ۱۳۲) سورۂ جمعہ کی تفسیر میں مذاہب اربعہ میں احکام جمعہ کا خلاصہ بیان کیا ہے (حاشیہ: ۱۸) آیت يُوفُونَ بِالنَّذْرِ (الدھر: ۷) کی تفسیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ضمن میں نذر کے احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں (حاشیہ:۱۰) مولانا اصلاحی نے اس طرح کی تمام بحثیں حذف کردی ہیں۔

۲۔ مولانا مودودی نے آیت وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ (آیت:۱۵۷) کی تفسیر میں تلمود اور بائبل کے حوالے سے یہود کے ہاتھوں قتل انبیاء کے بعض واقعات نقل کیے ہیں (حاشیہ:۱۹۱) مولانا اصلاحی نے سب کا خلاصہ ایک جملہ میں یوں سمیٹ دیا ہے: ''یہود کی تاریخ تو ایسے سیاہ کارناموں سے بھری پڑی ہے'' آیت وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ (الحجر:۶۷) کے تحت مولانا مودودی نے تالمود کے حوالے سے قوم لوط کی اخلاقی برائیوں کے کچھ واقعات لکھے ہیں (حاشیہ:۳۹) مولانا اصلاحیؒ نے انھیں حذف کردیا ہے۔

۳۔ اسی طرح کا حذف مولانا اصلاحی نے واقعاتِ سیرت اور احادیث کے ضمن میں بھی کیا ہے۔ مثلاً مولانا مودودی نے آیت وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِن نِّسَائِهِمْ (المجادلۃ:۳) کے تحت عہد نبوی میں ظہار کے چار واقعات بیان کیے ہیں (حاشیہ:۷) اور وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا (الحجرات:۱۷) کے ضمن میں غیبت کی بعض صورتوں کا جواز بیان کرنے کے لیے عہد نبوی کے بعض واقعات نقل کیے ہیں (حاشیہ:۲۶) مولانا اصلاحی نے یہ واقعات حذف کردیے ہیں۔ آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (الاحزاب:۵۶) کی تفسیر میں مولانا مودودی نے پہلے صلاۃ وسلام کی لغوی تشریح کی ہے، پھر احادیث میں صلاۃ وسلام کے کیا الفاظ آئے ہیں؟ ان سے متعلق روایتیں نقل کی ہیں، آخر میں صلاۃ وسلام واجب ہے تو کب؟ اور کتنی مرتبہ؟ اس سلسلے میں فقہاء کے اختلافات سے بحث کی ہے۔ (حاشیہ:۱۰۷) مولانا اصلاحی نے صرف لغوی تشریح باقی رکھی ہے، بقیہ سب حذف کردیا ہے اور قوسین میں لکھ دیا ہے ''[انھیں حدیث کی کتابوں سے معلوم کیا جاسکتا ہے]'' آیت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ (الطلاق:۱) کی تشریح کرنے کے بعد مولانا مودودی نے اس مضمون کی احادیث نقل کی ہیں، پھر طلاق کی قسمیں، احکام اور فقہاء کے اقوال ذکر کیے ہیں (حاشیہ:۱) مولانا اصلاحی نے احادیث اور فقہی تفصیلات حذف کردی ہیں۔

۴۔ مولانا مودودی نے آیت وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (الاحزاب:۶) کی تفسیر کے ضمن میں ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

شیعوں پر نقد کیا ہے جنھوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ کو ہدف تنقید بنایا ہے اور ان کے خلاف روایات گھڑی ہیں (حاشیہ:۱۳) سورۂ ص کی تفسیر میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے واقعات کے ضمن میں مفسرین کے اقوال نقل کیے ہیں (حاشیہ: ۲۸، ۳۵) آیت فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ (الرحمٰن:۱۳) کی تفسیر کرتے ہوئے لفظ 'آلاء' کے تین معانی بیان کیے ہیں اور دلیل میں سات اشعار پیش کیے ہیں (حاشیہ:۱۲) مولانا اصلاحی نے اس طرح کی تمام بحثیں حذف کردی ہیں۔

مذکورہ چند مثالیں تلخیص کی نوعیت واضح کرنے کے لیے پیش کی گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مولانا اصلاحی نے ہر جگہ احادیث، فقہی مباحث، سیرت اور تاریخ کے واقعات، اسرائیلی روایات اور تفسیری اقوال وغیرہ کو حذف کردیا ہے، بلکہ کثرت سے ایسی مثالیں بھی ہیں کہ مولانا نے تلخیص کے ساتھ انھیں باقی رکھا ہے، یا کم ازکم ان کی طرف اشارہ کردیا ہے اور ان کے حوالے دے دیے ہیں۔ ایسی مثالوں کا بیان طول کا باعث ہوگا اس لیے ان سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

اہم مباحث بغیر تلخیص کے یا معمولی تلخیص کے ساتھ

مولانا صدرالدین اصلاحی نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے تفہیم القرآن کے طویل حواشی کو، جن کا تناسب تقریباً ۱۵ فی صد ہے، عموماً کافی مختصر کردیا ہے، لیکن ان میں سے بعض کو کسی اہمیت کے پیش نظر بعینہٖ لے لیا ہے۔ ان حواشی کا تعلق ان مباحث سے ہے جو تفہیم القرآن کے امتیازات میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں اس سلسلے کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں:

قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ان الفاظ میں مذکور ہے: إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ (آل عمران:۵۱) مولانا مودودی نے تفہیم القرآن کے ۲ صفحات میں عہد نامۂ جدید کے حوالے سے عقیدۂ توحید سے بحث کی ہے (حاشیہ: ۴۸) آیت وَمَا كُنتَ تَرْجُو أَن يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ (القصص:۸۶) کے ضمن میں مولانا نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفصیل سے منصبِ نبوت اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبل نبوت زندگی پر اظہار خیال کیا ہے (حاشیہ:۱۰۹) یہ بحث تفہیم القرآن کے ۳ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ آیت وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ (الصّٰفّٰت:۱۰۷) کی تفسیر میں مولانا نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذبیح ہونے پر ۶ دلیلیں دی ہیں (حاشیہ:۶۷) یہ بحث ۴ صفحات پر محیط ہے۔ آیت مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ (یوسف:۷۶) کے ذیل میں 'دین الملک' پر بہت عمدہ بحث ہے، جو ۳ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے (حاشیہ:۶۰) ان تمام مباحث کو تلخیص تفہیم القرآن میں بھی بغیر تلخیص کے باقی رکھا گیا ہے۔

آیت شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ (الشوریٰ:۱۳) کے تحت مولانا مودودی نے 'اقامتِ دین' پر بہت اچھی بحث کی ہے، جو تفہیم القرآن کے ۷ صفحات پر مشتمل ہے (حاشیہ:۲۰) آیت قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ (المائدہ:۷۷) کی تفسیر کے ضمن میں عیسائیوں کی گم راہی پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے حوالے دیے ہیں (حاشیہ:۱۰۱) یہ بحث ۵ صفحات پر محیط ہے۔ مولانا اصلاحی نے بہت معمولی تلخیص کے ساتھ ان بحثوں کو باقی رکھا ہے۔

اشاعتِ نو کے سلسلے میں چند مشورے

تلخیص تفہیم القرآن مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی سے ۱۹۸۴ء سے شائع ہو رہی ہے۔ ۲۳ سال کے عرصہ میں اس کے دسیوں ایڈیشن منظر عام پر آئے ہیں اور اسے دینی، دعوتی اور تحریکی حلقوں میں قبولِ عام حاصل ہوا ہے۔ اس کی اشاعت کو بہتر اور قارئین کے لیے سہل الاستفادہ بنانے کے لیے ذیل میں چند مشورے درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ تلخیص میں ترجمہ کی کتابت زیرِ متن کرائی گئی ہے۔ اس لیے اس میں پیراگراف قائم نہیں کیے گئے ہیں، حالاں کہ مصنف کے نزدیک بجا طور پر اس پیراگرافنگ کی بڑی اہمیت تھی۔ اس کے لیے ایک مخصوص طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ مصنف نے جہاں جہاں نئے پیراگراف قائم کیے ہیں وہاں کتابت کراتے وقت اس طرح کی '۱' کھڑی لائنیں لگوا دی گئی ہیں۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بجائے یہ طریقہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہوگا کہ ہر صفحہ کی بالائی سطروں میں آیات درج کی جائیں اور نیچے کی سطروں میں ترجمہ کی کتابت کروائی جائے۔ اس طرح پیراگرافنگ کو باقی رکھا جاسکتا ہے۔

۲۔ ہر صفحہ سے متعلق حواشی اس صفحہ پر مکمل نہیں ہو سکے ہیں۔ اس صورت میں متعلقہ صفحات کے آخر میں لکھا گیا ہے "باقی حواشی صفحہ نمبر فلاں پر" ان حواشی کی تکمیل کے لیے آخر میں ۹۵ صفحات لگائے گئے ہیں۔ اس طرح قاری کو نا تمام حواشی کا مطالعہ کرنے کے لیے بار بار ضخیم کتاب کو پلٹ کر آخری صفحات سے رجوع ہونا پڑتا ہے۔ قاری کو اس زحمت سے بچانے کے لیے بہتر ہوگا کہ مذکورہ ۹۵ صفحات کو کتاب کے آخر میں لگانے کے بجائے ان میں سے ہر صفحہ کو نا تمام حواشی والے صفحہ کے بعد متصلاً لگا دیا جائے، جیسا کہ تفسیر ماجدی کے پاکستانی ایڈیشن میں کیا گیا ہے۔

خاتمہ

تفہیم القرآن کی تلخیص کا کام جب مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کے حوالے کیا گیا۔ اس وقت ان کی عمر ۵۷ سال ہو چکی تھی، قویٰ مضمحل ہو رہے تھے اور مختلف بیماریوں کی وجہ سے صحت کافی گر گئی تھی۔ اس کے باوجود انھوں نے تلخیص کے کام میں غیر معمولی محنت کی اور اسے اعلیٰ معیار کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ ان کے صاحب زادے مولانا رضوان احمد فلاحی کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ "مولانا نے ناتوانی کے باوجود جس انداز سے یہ ذمہ داری نبھائی وہ اپنی مثال آپ ہے، "ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ"۔

(تیسیر القرآن، حرفے چند، ص: ۷ حاشیہ نمبر: ۱)

جماعت اسلامی ہند کی مرکزی مجلس شوریٰ نے تفہیم القرآن کی تلخیص تیار کرنے کی ضرورت اس لیے ظاہر کی تھی، تاکہ "اسے صرف اردو میں ہی نہیں، بلکہ ملک کی دوسری تمام اہم زبانوں میں بھی منتقل کرا کے شائع کیا جائے۔" (تلخیص تفہیم القرآن، پیش لفظ، ص ۳) افسوس کہ یہ کام جتنی تیز رفتاری سے ہونا چاہیے تھا، نہ ہو سکا۔ تلخیص کا ہندی ترجمہ ربع صدی کے بعد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب شائع ہوسکا ہے اور ملک کی دیگر زبانوں میں اس کے ترجمے کے سلسلے میں اب تک کوئی پیش رفت نہیں ہوسکی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا صدرالدین اصلاحیؒ کی قرآنی خدمات کے دو جامع عناوین ہیں۔ ایک تیسیر القرآن اور دوسرا تلخیص تفہیم القرآن۔ مؤخرالذکر کتاب ۱۹۸۴ء سے برابر شائع ہورہی ہے اور اس سے کما حقہ فائدہ اٹھایا جارہا ہے اور مولانا کے صاحب زادے جناب رضوان احمد فلاحی کی دل چسپی سے اور ان کی ترتیب و تدوین کے ساتھ اول الذکر کتاب ۲۰۰۶ء میں شائع ہوگئی ہے۔ اس طرح اس سے استفادہ کی بھی راہ ہموار ہوگئی ہے وللہ الحمد۔

٭٭٭

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

قرآنی موضوعات پر چند تصانیف کا جائزہ

اس باب میں قرآنی موضوعات پر گزشتہ دو دہائیوں میں، برصغیر ہند میں شائع ہونے والی چند کتابوں پر تبصرے پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ تبصرے ماہ نامہ الرشاد اعظم گڑھ، سہ اشاعتی آیات علی گڑھ اور سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں شائع ہوئے ہیں۔ اس سے جہاں یہ واضح ہوگا کہ قرآنیات سے متعلق کن موضوعات پر کام ہو رہا ہے؟ وہیں اس کام کی قدر و قیمت اور ان کتابوں کے علمی معیار کا بھی کچھ اندازہ کیا جا سکے گا۔ راقم سطور نے اپنے تبصروں کو متوازن بنانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ اس نے جہاں ایک طرف ان کے عمدہ مباحث اور قیمتی تحقیقات کی تحسین کی ہے، وہیں ان کے کم زور پہلوؤں پر نقد کرنا بھی ضروری سمجھا ہے۔ اس سے ان کتابوں کی تنقیص اور ان کے مؤلفین کی تحقیر ہرگز مقصود نہیں رہی ہے، بلکہ بحیثیت تبصرہ نگار صحیح بات قارئین تک پہنچانا پیش نظر رہا ہے اور علمی امانت کے طور پر یہ ناگوار خدمت انجام دی گئی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱) اردو رسائل کے قرآنی مضامین کا اشاریہ

مصنف: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

ناشر: ادارۂ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ، ۲۰۰۵ء

صفحات: ۳۲۳، قیمت: ۱۵۰ روپے

آج کی علمی دنیا میں اشاریہ سازی کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کی وجہ سے محققین کتابوں اور رسائل کی غیر ضروری ورق گردانی سے بچ جاتے ہیں اور مطلوبہ معلومات تک بہ سہولت ان کی رسائی ہوجاتی ہے۔ اس اہمیت کی بنا پر بہت سے علمی، ادبی اور دینی مجلّات کے اشاریے تیار کیے گئے ہیں اور شخصیات اور موضوعات کی بھی اشاریہ سازی کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب میں قرآنیات پر چند اہم اردو رسائل میں شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ مرتب کیا گیا ہے۔

یہ اشاریہ اولاً مجلّہ علوم القرآن علی گڑھ میں کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں اس کی افادیت کے پیش نظر ادارہ کی جانب سے کتابی صورت میں اس کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔ اس میں ہند و پاک کے ۳۴ / اہم علمی و دینی مجلات میں شائع ہونے والے ۲۸ سو سے زائد مضامین کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اور ۲۱ ذیلی موضوعات میں انھیں مرتب کیا گیا ہے۔

دینی موضوعات اور خاص طور پر قرآنیات میں اشاریہ سازی کے سلسلے میں اب تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا ہے۔ اس اعتبار سے مصنف اور ناشر علمی حلقوں کی جانب سے شکریے کے مستحق ہیں کہ اس کتاب کے ذریعے قاری کو مختلف قرآنی موضوعات پر کئی ہزار مضامین کا علم ہوجاتا ہے۔ لیکن افسوس کہ اشاریہ سازی میں جو دقت و احتیاط اور حسن ترتیب ہونی چاہیے وہ اس کتاب میں مفقود ہے۔ کسی بھی اشاریہ سے دو فائدے لازماً حاصل ہونے چاہئیں: ایک یہ کہ قاری کو مطلوبہ معلومات بہ سہولت حاصل ہوسکیں، دوسرے مکمل معلومات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوں، تا کہ وہ متعلقہ رسائل میں اپنی مطلوبہ چیزوں کو تلاش کر سکے۔ اس کتاب کے یہ دونوں پہلو کم زور ہیں۔ اگر کوئی قاری یہ جاننا چاہے کہ مذکورہ رسائل میں نظم قرآن، اقسام القرآن، فکر فراہی، مسئلہ رجم، حروف مقطعات وغیرہ پر کتنے مضامین شائع ہوئے ہیں تو اسے یہ معلومات کہیں یکجا نہیں مل سکتیں، بلکہ پورے اشاریے کی ورق گردانی کرنی پڑے گی۔ اور صحیح اور مکمل معلومات کا یہ حال ہے کہ پروف ریڈنگ کی لاپروائی کی وجہ سے کہیں مضامین کے عناوین غلط چھپ گئے ہیں، کہیں مضمون نگار کا نام چھوٹ گیا ہے، کہیں مہینہ تو کہیں سنہ اشاعت غائب ہے۔ ایک ہی مضمون اگر ایک سے زائد رسالوں میں شائع ہوا ہے تو اسے الگ الگ ذکر کیا گیا ہے۔ قسط وار مضامین کی تمام قسطوں کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، ایک ہی مضمون کی بعض قسطوں کا تذکرہ کہیں ہے، بعض قسطوں کا تذکرہ کہیں اور، ایک ہی مضمون ایک جگہ ایک مضمون نگار کے نام سے ہے، وہی مضمون دوسری جگہ دوسرے مضمون نگار کے نام کے ساتھ درج ہے۔ 'تعارف کتب' کے کالم میں عموماً تبصرہ نگار کا نام دیا گیا ہے، لیکن کہیں کہیں تبصرہ نگار کی جگہ 'مؤلف' کا نام درج ہے۔ بعض تبصروں کو 'مضامین' سمجھ کر انھیں دوسرے موضوعات کے ضمن میں جگہ دی گئی ہے۔ اپنے ابتدائیہ میں فاضل مرتب نے ان رسائل کا تعارف کرایا ہے جن کے مضامین اس اشاریے میں شامل کیے گئے ہیں۔ ان میں سہ اشاعتی آیات، علی گڑھ کا ذکر نہیں ہے، مگر اس کے مضامین بھی اشاریہ میں شامل ہیں۔ معلوم نہیں کیوں ماہ نامہ 'حکمت قرآن' لاہور کے مضامین اس اشاریہ میں جگہ نہیں پا سکے ہیں۔

○○○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲) امام حسن بصریؒ اور ان کی تفسیری خدمات

مصنف: احمد اسماعیل البسیط، مترجم: مولانا عبدالقیوم
ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، ۱۸۱ ع۔ حوض سوئی والان، نئی دہلی ۲
سنۂ اشاعت: ۱۹۹۷ء، صفحات: ۳۳۶، قیمت: ۹۵ روپے

ادھر کچھ عرصے سے مختلف دینی علوم، مثلاً تفسیر، سیرت، فقہ وغیرہ میں صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی خدمات کے تحقیقی مطالعہ کا رجحان پیدا ہوا ہے اور ایک ایک شخصیت پر مفصل کام ہو رہا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس کے مصنف احمد اسماعیل البسیط اردن کے رہنے والے ہیں اور تنظیم اسلامی کانفرنس (O.I.C.) میں کام کر رہے ہیں۔

مختصر مقدمہ اور خاتمہ کے علاوہ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں چار فصلوں کے تحت امام حسن بصریؒ کے عہد، ان کے حالات زندگی اور شیوخ و تلامذہ کا تذکرہ ہے۔ نیز ان کے علم و فضل کے بارے میں قدیم اور جدید اہل علم کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ باب دوم، جو تین فصلوں پر مشتمل ہے، اس میں حسن بصری کے عہد تک علم تفسیر کے ارتقاء پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کے تفسیری مکتب فکر (اہل الحدیث یا اہل الرائے؟) کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ان کی تفسیری خصوصیات، اسانید اور ان کی صحت و ضعف کی تحقیق کی گئی ہے۔ باب سوم حسن بصری کے تفسیری منہج پر ہے۔ اس میں چھ فصلوں کے تحت تفسیر بالاثر، تفسیر بالرائے، تخریج مسائل، ناسخ و منسوخ اور اسباب نزول وغیرہ کے سلسلے میں حسن بصری کا نقطۂ نظر اور منہج واضح کیا گیا ہے۔

فاضل مصنف لائق صد مبارک باد ہیں کہ انھوں نے اعلیٰ تحقیقی معیار پر یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ امام حسن بصری کے تفسیری اقوال کتب تفسیر و حدیث میں بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔ اس کتاب میں نہ صرف انھیں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے بلکہ ان کی روشنی میں حسن بصری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تفسیری منہج سے بھی تحقیقی انداز میں بحث کی گئی ہے۔ اس قابل قدر کاوش پر مصنف علمی حلقوں کی جانب سے ازحد شکریے کے مستحق ہیں۔

ترجمہ میں کہیں کہیں نظر ثانی کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔ مثلاً ص ۱۶۱ پر ہے "واصل بن عطا حسن بصری کی مجلس سے کنارہ کش ہوگیا اور حسن نے فرمایا "واصل ہم سے الگ ہوگیا" اور اس طرح اس کے فرقے کا نام معتزلہ پڑ گیا۔" جب تک معتزلہ کے معنی (یعنی الگ ہوجانے والی جماعت) کی وضاحت نہ کی جائے اس وقت تک اردو خواں قاری حسن بصری کے قول اور معتزلہ کی وجہ تسمیہ میں ربط نہیں سمجھ سکتا۔

ایک جگہ مصنف نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب رجال الفکر والدعوۃ فی الاسلام سے ایک اقتباس نقل کیا ہے (ص ۱۳۷) اس کا اردو میں ترجمہ کرنے کے بجائے کتاب کے اردو ایڈیشن 'تاریخ دعوت وعزیمت' سے اقتباس لینا اور اس کا حوالہ دینا مناسب تھا۔

کتاب میں جن مراجع و مآخذ کا حوالہ آیا ہے، آخر میں ان کی مکمل فہرست (مع مطبع، ناشر، سنہ اشاعت وغیرہ کی تفصیلات) ہونی چاہیے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) برِ صغیر میں مطالعۂ قرآن

سہ ماہی 'فکر و نظر' اسلام آباد کی خصوصی اشاعت

ناشــــر : ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

جلد: ۳۶، شمارہ: ۳-۴، جنوری تا جون ۱۹۹۹ء

صفحات: ۳۹۶، قیمت : ۱۰۰ روپے

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام ایک چار روزہ سیمینار 'برصغیر میں مطالعۂ قرآن' کے مرکزی عنوان کے تحت ۲۸/اپریل تا یکم مئی ۱۹۹۷ء کو منعقد ہوا تھا۔ اس میں پاکستان کی جامعات، مدارس اور علمی حلقوں کے محققین نے شرکت کی تھی۔ اس سیمینار میں جو مقالات پڑھے گئے ان کا انتخاب اب ادارہ کے ترجمان سہ ماہی مجلّہ فکر و نظر کی زیرِ نظر خصوصیت اشاعت کی صورت میں منظرِ عام پر آیا ہے۔

اس مجموعۂ مقالات کو تین ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اول کا عنوان 'علوم القرآن' ہے۔ اس کے تحت چھ مقالات ہیں۔ ان میں دو مقالے خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ایک ڈاکٹر عبدالرشید رحمت کا مقالہ 'قرآن فہمی کے اصول۔ علمی کام کا جائزہ' جس میں پندرہ مفسرین (جن میں شاہ ولی اللہ (م۱۷۶۲ء) اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی (م۱۸۱۰ء) کے علاوہ سب بیسویں صدی کے ہیں) کی تفسیروں اور علومِ قرآن کے موضع پر تالیفات کی روشنی میں ان کے اصولِ تفسیر سے بحث کی گئی ہے اور دوسرا ڈاکٹر اعجاز فاروق اکرم کا مقالہ 'برصغیر میں مطالعۂ قرآن' جس میں برصغیر میں انجام پانے والے قرآن کے تراجم اور تفاسیر کا مبسوط جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب دوم بعنوان 'اردو تفاسیر اور مفسرین' کے تحت آٹھ مقالات ہیں۔ ان میں برصغیر کی تفاسیر بالخصوص بیان القرآن (تھانوی) تفسیر مرادیہ (مراد اللہ)، التفسیرات لاحمدیۃ (ملاجیون)، تفہیم القرآن (مودودی) تفسیر ثنائی (امرتسری) اور تفسیر ضیاء القرآن (کرم شاہ) کا تعارفی مطالعہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش کیا گیا ہے۔ باب سوم کے تحت دو مقالات ہیں جن میں چند قرآنی مخطوطات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

اس خصوصی شمارہ کے بعض مقالات معیاری اور تحقیقی ہیں، لیکن بعض سرسری انداز میں لکھے گئے ہیں اور بعض ناقص معلومات فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر فضل احمد کے مقالہ 'برصغیر کے حوالہ سے خدمات لغات القرآن کا تحقیقی جائزہ' میں مولانا عبدالکریم پاریکھ کی کتاب 'لغات القرآن' کا تذکرہ انگریزی اور ہندی دونوں زبانوں کی کتابوں میں کیا گیا ہے، لیکن اردو زبان کی کتب لغات القرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے، جب کہ یہ کتاب اصلاً اردو زبان میں لکھی گئی ہے۔ اسی طرح اردو کتابوں میں غلام احمد پرویز کی لغات القرآن کا بھی ذکر نہیں ہے۔ مولانا حمید الدین فراہی کی کتاب مفردات القرآن کا تذکرہ عربی کتابوں میں بھی ہے اور اردو کتابوں میں بھی، حالاں کہ اردو زبان میں اس کا ترجمہ اب تک نہیں ہوا ہے۔

اس خصوصی اشاعت پر ادارۂ تحقیقات اسلامی کے ڈائرکٹر جنرل ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری اور مدیر مجلّہ ڈاکٹر صاحب زادہ ساجد الرحمٰن مبارک باد کے مستحق ہیں۔ امید ہے علمی حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوگی۔

⚪⚪⚪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴)بین علم آدم والعلم الحدیث (علم آدم اور سائنس)[عربی]

مصنف: مولانا محمد شہاب الدین الندوی۔طبع دوم

ناشر: فرقانیہ اکیڈمی،۱۶۵۔داسرہلی،بنگلور۔۵۷

مولانا محمد شہاب الدین ندوی عصرِ حاضر میں برِصغیر کے ان چند علماء میں سے ہیں جنھوں نے 'اسلام اور سائنس' کے موضوع پر اردو زبان میں اچھا خاصا لٹریچر تخلیق کیا ہے۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اب عربی اور انگریزی زبانوں میں ان کے ترجمے کا کام بھی شروع ہوگیا ہے۔ زیرِتبصرہ کتاب اسی سلسلہ کی پہلی کڑی ہے۔

اس کتاب میں مؤلف نے آیت "وَعَلَّمَ آدَمَ الاَسْمَاءَ كُلَّهَا" (البقرة:۳۱) پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ 'الاسماء' میں جدید علوم بھی داخل ہیں۔ جس طرح آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تمام علوم سے نوازا تھا اسی طرح ان کی اولاد بالخصوص مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ بھی تمام مروجہ علوم بشمول جدید سائنسی علوم میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ابتداء میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قلم سے 'تقدیم' ہے، جس میں انھوں نے موضوع کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولف کی خدمات کو سراہا ہے۔ لکھتے ہیں:

> "مولانا شہاب الدین نے لفظ 'اسماء' کا اطلاق سائنسی ایجادات واکتشافات پر کیا ہے اور بعض معاصر افکار ونظریات پر بحث کی ہے۔ انھوں نے پہلے تفسیر اور لغت کی کتابوں سے لفظ 'اسماء' کے مفہوم کی تعیین کے سلسلہ میں علماء کی آراء نقل کی ہیں، پھر جدید آراء کا تجزیہ کیا ہے۔ باوجود اپنے ایجاز اور صغرِ حجم کے اپنے موضوع پر یہ ایک مفید کتاب ہے۔ مولانا شہاب الدین نے بعض قرآنی اصطلاحات اور جدید اصطلاحات کے درمیان یکسانیت اور ہم آہنگی ثابت کی ہے۔ انھوں نے سائنسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلومات کی روشنی میں جدید ذہن کو اپیل کرنے اور بعض قرآنی تعبیرات کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔" (ص ۴)

خود مولانا شہاب الدین ندوی نے مباحثِ کتاب کا خلاصہ یوں بیان کیا ہے:

"گزشتہ صفحات میں ہم نے جدید علوم کی روشنی میں مختلف پہلوؤں سے اسماء اور ان کے متعلقات، جن کی حیثیت قرآنی اقدار کی ہے، سے بحث کی ہے۔ اس سے دینی اور دنیوی اعتبار سے جدید علوم کی اہمیت اور قدر و قیمت واضح ہوتی ہے۔ یہ علوم عسکری، سیاسی، تہذیبی اور اجتماعی پہلو سے بھی اہمیت رکھتے ہیں اور فکر و فلسفہ کے میدان میں بھی۔ ان تمام پہلوؤں سے ہم پر لازم ہوتا ہے کہ ان میں کمال اور مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اسی فکری عمل اور تہذیبی نقطۂ آغاز سے اسلامی نشأۃ ثانیہ کا باب وا ہوسکتا ہے اور مسلمان خلافت ارضی کے منصب پر فائز ہوسکتے ہیں۔" (ص ۹۱)

آخر میں مؤلف نے قرآن کریم کے دقیق فہم اور عصری تقاضوں کے مطابق اس کی تشریح کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اس کام کے لیے دینی اور دنیوی علوم کے ماہر علماء پر مشتمل ایک کمیٹی ہونی چاہیے، جو کتاب اللہ کے حقائق و اسرار اور مکنون خزانوں کو آشکارا کرے اور مسلمانوں کو درپیش تمام فکری مسائل حل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی بنیادی عمل کے ذریعے فکر و فلسفہ کی دنیا میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔" (ص ۹۹)

مؤلف نے 'خلافت' کی بحث میں ابن تیمیہؒ اور مفسر طبریؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "انسان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ نیابت کسی کی غیر حاضری میں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر وقت اور ہر جگہ موجود ہے۔" مؤلف کی اس رائے سے تبصرہ نگار متفق نہیں۔ خلیفہ کے مفہوم میں لازماً یہ بات شامل نہیں ہے کہ کسی کی غیر حاضری میں اس کی جانشینی کی جائے۔ مفسر طبری نے خلیفہ کے مفہوم کے سلسلہ میں دوسرے اقوال کے ساتھ یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آدم اللہ کے خلیفہ بنائے گئے، بلکہ اسی قول کو ترجیح دی ہے (دیکھئے تفسیر طبری، قدیم ایڈیشن،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلد اوّل، ص ۱۵۳-۱۵۴) دوسرے مفسرین مثلاً رازی (تفسیر کبیر، ۲۶۵/۱)، خازن (تفسیر خازن، ۳۸/۱)، بغوی (بر حاشیہ خازن، ۳۸/۱) اور ابو سعود وغیرہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ انھوں نے اس کا مطلب یہ بتلایا ہے کہ حضرت آدمؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے احکام نافذ کرنے والے بنائے گئے ہیں۔ یہ رائے حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے۔ آیت کے موقع و محل اور سیاق و سباق سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

الحاصل یہ کہ اپنے موضوع پر یہ ایک مفید اور لائق استفادہ کتاب ہے۔

٭٭٭

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۵) پوری کائنات محوِ عبادت ہے

مصنف : ڈاکٹر ابوالحیات اشرف

ناشر : مکتبہ البلاغ، پوسٹ بکس نمبر ۱۶۹۸، دہلی جی پی او، دہلی ۶، طبع اول، ۱۹۹۳ء

صفحات : ۶۴، قیمت: ۲۰ روپے

کائنات کے مختلف مظاہر پر انسان اگر عقل و بصیرت کی نگاہ سے غور کرے تو ان میں حیرت انگیز نظم اور ہم آہنگی پائے گا اور دیکھے گا کہ ہر چیز متعین قواعد و ضوابط اور محکم اصولوں کے مطابق اپنے مخصوص فرائض انجام دے رہی ہے۔ غور و فکر کا یہ انداز اسے راہِ راست کی جانب رہ نمائی کرے گا۔ زیرِ تبصرہ کتابچہ اسی موضوع سے بحث کرتا ہے۔ مصنف نے بیان کیا ہے کہ یہ حقیقۃً ان کی ایک دوسری کتاب کا پہلا باب تھا، جسے طوالت کے خوف سے انھوں نے الگ کتابی شکل دے دی ہے۔ (ص ۸)

مصنف نے کتاب کے آغاز میں لکھا ہے کہ کائنات کی تمام اشیاء خالقِ کائنات کے آگے اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہیں اور اپنے فرائض کی تکمیل میں پوری طرح سرگرم ہیں۔ ان کی ان خدمات کی بجا آوری کو قرآن مجید کی بعض آیتوں میں فعل 'تسبیح' اور بعض میں فعل 'سجدہ' کہا گیا ہے (ص ۱۰) اس کے بعد انھوں نے سائنسی معلومات کی روشنی میں کائنات کی تخلیق، ستاروں اور سیاروں کی تعداد، جسمِ انسانی، نطفہ، خلیہ، پانی کی مختلف اقسام، نباتات، حیوانات اور پرندوں سے بحث کی ہے اور ان کے وظائف و منافع پر روشنی ڈالی ہے۔ ساتھ ہی قرآنی آیات سے بھی استشہاد کیا ہے۔ آخر میں انھوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جب کائنات کی ہر شئی اپنے خالق کے آگے سربسجود ہے اور اس کے احکام سے سرتابی نہیں کرتی تو انسان کو بھی اس کی مکمل اطاعت کرنی چاہیے اور تکبر و سرکشی کی روش نہیں اپنانی چاہیے۔

بعض مقامات پر انگریزی اقتباسات بغیر ترجمے کے ہیں (مثلاً ص ۱۶، ۲۰، ۴۶، ۵۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زیادہ بہتر ہوتا کہ ساتھ ہی ان کا ترجمہ بھی دے دیا جاتا۔ راقم سطور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ سائنسی موضوعات میں قرآنی آیات سے استدلال یا ان کی ترجمانی میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے، ورنہ بسا اوقات تفسیر بالرای کا احتمال ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک مثال یہاں پیش کی جاتی ہے۔ فاضل مصنف نے لکھا ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے زمین کی حفاظت کے لیے طرح طرح کے انتظامات کر رکھے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے: وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ (الحجر:۱۷) ''اور ہر شیطان مردود سے ان کو محفوظ کر دیا'' (ص ۲۷) جب کہ اس آیت کا تعلق صریح طور پر آسمان کی حفاظت سے ہے، نہ کہ زمین کی۔ اس سے پہلے کی آیت کا ترجمہ یہ ہے'' آسمان میں ہم نے بہت سے مضبوط قلعے بنائے، ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا (الحجر:۱۶) اور آیت وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا أَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ (الحج:۵) کی ترجمانی یوں کی گئی ہے: ''اور تم دیکھتے ہو کہ زمین سوکھی پڑی ہے، پھر جہاں ہم نے اس پر مینہ برسایا کہ (عملِ بیکٹیریا سے) یکایک وہ پھپک اٹھی'' (ص ۴۸)۔ مصنف نے اگرچہ آیت کی ترجمانی میں اپنی بات قوسین میں لکھی ہے، مگر احتیاط کا تقاضا تھا کہ اسے ترجمہ سے الگ، تشریح میں ذکر کیا جاتا۔ بہرکیف تبصرہ نگار مولانا اخلاق حسین قاسمی کی اس رائے سے متفق ہے جو انھوں نے پیش لفظ میں ظاہر کی ہے:

> ''مصنف محترم نے جدید اکتشافات کی روشنی میں خدا کی جلوہ گری کے چہرہ سے نقاب اٹھانے کی ممکن حد تک کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ مصنف محترم کی یہ علمی کاوش مقبول ہوگی اور قرآن و سائنس کے موضوعات سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔'' (ص ۷)

✪✪✪

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(٦) 'تدبر قرآن' پر ایک نظر

مصنف: مولانا جلیل احسن ندوی'' ترتیب و تعلیق: مولانا نعیم الدین اصلاحی

ناشر: ادارۂ علمیہ، جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ، ۲۰۰۶ء
صفحات: ۱۷۰، قیمت: ۷۰

'تدبر قرآن' مولانا امین احسن اصلاحیؒ (م ۱۹۹۷ء) کی مشہور و متداول تفسیر ہے۔ انھوں نے اپنے 'استاذ امام' مولانا حمید الدین فراہیؒ (م ۱۹۳۰ء) کے افادات و افکار سے استفادہ کرتے ہوئے 'نظم قرآن' کے تصور پر مبنی یہ تفسیر لکھی ہے۔ کلام عرب سے استدلال، اسالیبِ قرآنی کی توضیح، اصطلاحات اور مشکل الفاظ کی تشریح، قرآن کی بلاغت اور ادبی محاسن کا انکشاف اس کے امتیازات ہیں۔ مولانا جلیل احسن ندوی (م ۱۹۸۱ء) نے مولانا اصلاحی کی 'بلا طلب اجازت' سے 'تدبر قرآن' پر نقد و نظر کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جو ان کی وفات کے بعد ماہ نامہ زندگی رام پور میں نومبر ۱۹۸۲ء سے اگست ۱۹۸۴ء تک ۱۷ اقساط میں شائع ہوا۔ مولانا ندوی کی ان تنقیدوں میں بقول ان کے ''ان کی رائے کا حصہ بہت کم اور مولانا اختر احسن اصلاحیؒ کا فیضان زیادہ ہے۔'' (ص ۸)

زیر نظر کتاب میں شامل، سورۂ مائدہ تک کے نظرات ماہ نامہ زندگی میں اور سورۂ انعام اور سورۂ اعراف کے نظرات ماہ نامہ حیات نو میں شائع ہوئے تھے۔ مولانا کے قلم سے سورۂ الفتح کی آیت ۲۹ کی تفسیر ماہ نامہ زندگی دسمبر ۱۹۸۰ء میں 'دعوتی فروغ اور جماعتی ارتقاء کیوں کر؟' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں دو مقامات پر مولانا امین احسن اصلاحی پر نقد ہے۔ ایک مقام کا اقتباس اس کتاب میں شامل ہے، جب کہ دوسرا اقتباس شامل ہونے سے رہ گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ اعراف کی آیات ۱۲۰-۱۲۹ کی تفسیر ماہ نامہ زندگی جون ۱۹۸۱ء میں 'صبر اور عزم کا عظیم نمونہ' کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ اس میں ایک جگہ مولانا اصلاحی پر نقد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ بھی شاملِ کتاب نہیں ہوسکا ہے۔ کتاب میں زیر بحث آیات کا حوالہ دے کر ان کے صرف ابتدائی اور آخری الفاظ درج کیے گئے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ پوری آیات نقل کردی جاتیں۔

مولانا جلیل احسن ندوی کے ان نظرات کی ترتیب اور ان پر تعلیق کی خدمت جامعۃ الفلاح کے استاذِ تفسیر مولانا نعیم الدین اصلاحی نے انجام دی ہے۔ انھوں نے بہت محنت سے مولانا اصلاحی یا مولانا ندوی کے نقطۂ نظر کے لیے قدیم مفسرین اور اردو مترجمینِ قرآن و مفسرین کی تائیدات فراہم کی ہیں۔ ان کا کام اسی حد تک رہتا تو بہتر تھا، لیکن انھوں نے بیش تر مقامات پر اپنے نقطۂ نظر کی شمولیت اور دونوں بزرگوں کی آراء پر محاکمہ اور تحسین و تخطیہ کو ضروری سمجھا ہے۔

مولانا سید احمد عروج قادری (م ۱۹۸۶ء) نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''مولانا جلیل احسن ندوی مرحوم کے یہ نظرات ایک امانت کی حیثیت رکھتے ہیں'' (ص ۸) جامعۃ الفلاح اعظم گڑھ کا ادارۂ علمیہ قابلِ مبارک باد ہے کہ اس کے توسط سے، دیر ہی سے سہی، کتابی صورت میں ان کی اشاعت عمل میں آئی ہے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۷) تذکرۂ حیوانیت (قرآن کریم میں)

مصنف: ڈاکٹر میر گوہر علی خاں

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی۔۲۵

سنۂ اشاعت: دسمبر ۱۹۹۸ء، **صفحات:** ۲۶۸، **قیمت:** ۶۵ روپے

قرآنیات پر کام کے نئے نئے پہلو سامنے آتے رہتے ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب میں سائنسی نقطۂ نظر سے ان حیوانات (چرند، پرند اور حشرات الارض وغیرہ) کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے نام قرآن میں آئے ہیں۔ مصنف نے ۱۹۵۳ء میں وٹنری سائنس میں بیچلر کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کے بعد سے تیس سال تک حکومتِ آندھرا پردیش کے شعبۂ حیوانات میں ایک سرجن کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔

'حیواناتِ قرآنی' کے نام سے ایک کتاب مشہور مفسّرِ قرآن مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے ۱۹۵۴ء میں تصنیف کی تھی۔ اس موضوع پر تقریباً نصف صدی کے بعد کوئی کتاب شائع ہو، جس کا مصنف ماہر علم الحیوانات ہو تو اس کے بارے میں توقع کی جانی چاہیے کہ اس میں اپنے موضوع پر اوّل الذکر کتاب سے زیادہ معلومات فراہم کی گئی ہوں گی، لیکن کتاب کے مطالعہ سے یہ توقع پوری نہیں ہوتی۔

کتاب کی بعض بحثیں ضرور قابل قدر اور مفید ہیں، مثلاً اونٹ کی بناوٹ (ص ۴۹-۵۷) شیر ببر کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہونے والے جنگلی گدھے (ص ۹۸) حضرت یونسؑ کو نگل لینے والی حوت (ص ۱۱۷-۱۲۲) مردار جانور، خون اور خنزیر کی حرمت کی حکمت (ص ۲۰۱-۲۱۵) پر فاضل مصنف نے بہت اچھا لکھا ہے، لیکن بیش تر حیوانات کے بارے میں انھوں نے محض قرآنی بیانات نقل کر دینے پر اکتفا کیا ہے، ان حیوانات کے خصائص، عادات و اطوار اور دیگر باتوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ قرآن میں بعض حیوانات کی طرف بعض صفات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا افعال منسوب کیے گئے ہیں، مثلاً کتے کے بارے میں اِن تَحۡمِلۡ عَلَیۡهِ یَلۡهَثۡ (الاعراف:۱۷۶) یوم السبت میں پانی پر ابھرنے والی مچھلیوں کے بارے میں شُرَّعاً (اعراف ۱۶۳) گدھے کی آواز کے بارے میں اَنۡکَرَ الۡاَصۡوَاتِ (لقمان ۱۹) وغیرہ۔ اگر علم الحیوانات کی روشنی میں مصنف ان قرآنی بیانات کی معنویت آشکارا کرتے اور فہم قرآن میں معاون فنی معلومات فراہم کرتے تو یہ ان کا قابلِ قدر اضافہ ہوتا، لیکن اس کے بجائے وہ آیتوں کی تشریح میں لگ جاتے ہیں اور اس میدان میں اختصاص اور مناسبت نہ ہونے کی بنا پر ان سے غلطیاں سرزد ہوجاتی ہیں۔ گھوڑا (ص۱۰۵) سلویٰ (ص۱۳۴) مکڑی (ص۱۶۱) پتنگے (ص۱۸۱) کے عنوانات کے تحت ان کی تشریحات اس کی مثالیں ہیں۔

فاضل مصنف کو اعتراف ہے کہ وہ عربی زبان سے بالکل ناواقف ہیں (ص۱۰)۔ انھوں نے قرآن کے انگریزی اور اردو تراجم کی مدد سے یہ خدمت انجام دی ہے۔ اس عدمِ واقفیت کے نمونے کتاب میں جابجا نظر آتے ہیں۔ مثلاً قرآن میں مذکور پرندوں میں وہ ابابیل کو بھی شمار کرتے ہیں (ص۱۳۴) حالاں کہ سورۂ فیل میں وارد لفظ 'ابابیل' کے معنیٰ جھنڈ کے ہیں، اردو کے ابابیل سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ثمانیۃ ازواج (الانعام:۱۴۳، زمر:۶) کے ضمن میں ان کا اصرار ہے کہ لفظ 'زوج' (جوڑا) ایک نر اور ایک مادہ کو ملا کر ہی کہا جاتا ہے، یا دو ہم شکل چیزیں، جیسے موزوں کا ایک جوڑا، دستانوں کا ایک جوڑا (ص۱۹۲) اس بنا پر قرآن نے آٹھ جوڑے کہہ کر جن آٹھ جانوروں کا تذکرہ کیا ہے وہ ان کے نزدیک دراصل چار جوڑے ہیں۔ مزید چار جوڑوں کی تلاش میں انھوں نے جو مفصل بحث کی ہے وہ سراسر دور کی کوڑی ہے (ص۱۹۳-۱۹۹) موصوف کو نہیں معلوم کہ عربی میں نر اور مادہ دونوں کو الگ الگ بھی زوج کہا جاتا ہے (اور دونوں مل کر زوجین ہوتے ہیں۔) قرآن میں ہے فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَالۡاُنۡثٰی (قیامہ:۳۹) مفردات اصفہانی میں ہے: یقال لکل واحد من القرینین من الذکر والانثی فی الحیوانات المتزاوجة زوج، ولکل قرینین فیها وفی غیرها زوج کالخف والنعال (ص۲۱۵-۲۱۶ دار المعرفة بیروت) تراجم و تفاسیر پر انحصار ہی کی وجہ سے وہ بسا اوقات قرآن اور تفسیرِ قرآن میں فرق نہیں کر پاتے۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے جن چار پرندوں کو اپنے ساتھ ہلا لینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی ہدایت کی تھی (البقرۃ: ۲۶۰) بعض مفسرین نے ان کی تعیین کی ہے اور انھیں مور، مرغ، کبوتر اور کوا بتایا ہے۔ اسی طرح بَيْضٌ مَّكْنُونٌ (صافات: ۴۹) کی تفسیر میں بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد شترمرغ کے انڈے ہیں۔ چناں چہ فاضل مصنف نے ان پرندوں کا شمار بھی قرآن میں مذکور پرندوں میں کرلیا ہے۔ (ص ۱۳۴)

قرآن میں قَسْوَرَة (شیر ببر) کا تذکرہ ہے (مدثر: ۵۱) مصنف نے اس پر مستقل عنوان کے تحت لکھنے کے بجائے 'جنگلی گدھے' کے تحت ضمناً اس کا تذکرہ کیا ہے (ص ۹۹-۱۰۱) قرآن میں 'غنم' کا تذکرہ تین مواقع پر ہے: ایک سورۂ انبیاء، آیات: ۷۸-۷۹ میں حضرت سلیمانؑ کے عدالتی فیصلے کے ضمن میں۔ وہاں مصنف نے غنم سے مراد بھیڑیں لی ہیں۔ بقیہ دو مقامات الانعام: ۱۴۶، طہٰ: ۱۸۰ کی جن آیات کا ترجمہ انھوں نے نقل کیا ہے (ص ۱۲۳، ۱۹۲) ان میں غنم سے مراد بکریاں ہیں، اس کے باوجود کتاب میں بکریوں پر کچھ نہیں لکھا گیا ہے۔

کتابت کی بھی متعدد فاش غلطیاں رہ گئی ہیں، مثلاً زیدالخیرؓ کو زید ابجیر (ص ۲۳۵) جامعہ ازہر کو اظہر (ص ۲۳۳) Uterus کو Citerus لکھا ہے۔ Embryology کی متبادل عربی اصطلاح علم القبالت دی گئی ہے (۲۹) حالاں کہ صحیح علم الجنین ہے۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی کی کتاب 'قرآن اور سائنس' (ترجمہ افاداتِ سید قطب) کو ایک جگہ 'قرآنی اساس' لکھا گیا ہے (ص ۱۵) اور دلچسپ بات یہ کہ فہرست مآخذ و مصادر میں دونوں کو الگ الگ کتابوں کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے۔

ان معمولی فروگذاشتوں سے ہٹ کر فاضل مصنف کی یہ علمی کاوش قابلِ قدر ہے۔ امید ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۸) تذکرہ القراء

مصنف: محمد الیاس الاعظمی

ناشر: دانش بک ڈپو، ٹانڈہ، ضلع امبیڈکر، یوپی

سنۂ اشاعت: ۱۹۹۶ء، صفحات: ۲۱۶، قیمت: ۵۰ روپے

تذکرہ وسوانح پر دارالمصنفین کے محققین نے جو قابل قدر کام انجام دیا ہے، جدید ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ سیر الصحابہ، سیر الصحابیات، بزم صوفیہ، تذکرۃ المحدثین، تذکرۃ الفقہاء اور تذکرہ مفسرین ہند اس ذریں سلسلہ کی چند اہم کڑیاں ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف کا اگرچہ دارالمصنفین سے باضابطہ تعلق نہیں، لیکن انھوں نے یہ کتاب وہاں کے علمی ماحول میں رہ کر، اس کے کتب خانہ سے استفادہ کرکے اور اس کے فاضل محققین کی رہ نمائی میں تیار کی ہے اور بقول مقدمہ نگار مولانا مجیب اللہ ندوی ''زبان و بیان اور اسلوب نگارش میں بھی علامہ شبلی اور ان کے تلامذہ کے علمی انداز تحریر کو اپنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔'' (ص ۱۴)

علوم قرآنی میں ایک اہم علم تجوید و قرأت کا ہے۔ جن بزرگوں نے اس علم کو پروان چڑھایا اور اس کی خدمت کے لیے اپنی زندگیاں وقف کردیں ان کے تذکرے یوں تو قدیم ماخذ و مراجع میں بکھرے ہوئے ہیں، لیکن انھیں یکجا کرنے اور ان پر مستقل کتابیں لکھنے کی طرف کم توجہ کی گئی ہے۔ اردو زبان میں بھی جو چند کتابیں ملتی ہیں ان میں صرف قراء سبعہ کا تذکرہ کیا گیا ہے اور وہ بھی بہت مجمل۔ زیر تبصرہ کتاب غالباً اب تک شائع شدہ تذکروں میں سب سے زیادہ جامع اور مفصل ہے۔ نیز اس میں قراء سبعہ کے علاوہ ان کے مشہور تلامذہ اور رواۃ کی بھی سوانح بیان کی گئی ہے۔

اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے، جیسا کہ خود مصنف نے اپنے دیباچہ میں اشارہ کیا ہے، کہ یہ صرف قراء کرام کا تذکرہ ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے عہد کی ایک مختصر تاریخ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس سے جہاں مسلمانوں کی دینی و دنیوی سعادت و فلاح اور ان کی معراج کمال کا اندازہ ہوتا ہے وہیں اس دور کے فتنوں پر بھی روشنی پڑتی ہے۔" (ص ۱۵)

یہ کتاب بنیادی مآخذ و مراجع کو سامنے رکھ کر تالیف کی گئی ہے اور ہر جگہ ان کے حوالے بھی دیئے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ثانوی مراجع کے حوالے کھٹکتے ہیں، مثلاً ص ۷۹ پر الفہرست کا حوالہ اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ کے واسطے دیا گیا ہے۔ ابن ندیم کی الفہرست بہت عام اور سہل الحصول کتاب ہے۔ اس کا براہِ راست حوالہ مناسب تھا۔

قراء کرام کا تذکرہ شروع کرنے سے قبل اگر ایک مقدمہ ہوتا جس میں فن تجوید و قراءت کے آغاز و ارتقاء اور اس کی تاریخ پر اجمالاً روشنی ڈالی جاتی تو اس سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوتا۔

فاضل مصنف نے حسب ضرورت کہیں کہیں عربی عبارتیں ترجمہ کے ساتھ درج کی ہیں۔ تبصرہ نگار کے نزدیک بعض ترجمے نظر ثانی کے محتاج ہیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ تقریباً ہر صاحب تذکرہ کے بارے میں سوانح نگاروں نے **انتھت الیه مشیخة الاقراء** یا اس سے ملتا جلتا جملہ لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: "ان پر قرأت کی مشیخت ختم ہوگئی" **انتھی الی** کا معنی ختم ہونا نہیں، بلکہ پہنچنا ہے۔ ایسے جملے کا یوں ترجمہ ہونا چاہیے: "انھیں اپنے زمانہ میں قرأت کی مشیخت حاصل تھی۔"

۲۔ خلیفہ ہارون رشید نے امام ابوبکر بن عیاشؒ سے دریافت کیا کہ آپ نے بنوامیہ کا دور بھی دیکھا ہے اور ہمارا بھی۔ ان میں کون بہتر ہے؟ انھوں نے جواب دیا: **اولئک کانوا انفع للناس وانتم اقوم بالصلوٰۃ** اس جملہ کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے: "وہ لوگوں کے لیے نفع بخش تھے اور تم ان کے اچھے جانشین ہو۔" (ص ۱۳۹) **انتم اقوم بالصلوۃ** کا ترجمہ "اور تم نمازوں کا زیادہ اہتمام کرنے والے ہو" ہونا چاہیے۔

۳۔ امام کسائی دربار سلطانی میں حاضری دینے کی وجہ سے شاہانہ لباس استعمال کرتے تھے۔ بعض علماء نے تنقید کی تو فرمایا: **ادب من ادب السلطان لا یثلم دینا ولا یدخل فی بدعة ولا یخرج عن سنة.** اس کا ترجمہ یہ درج ہے "دربار شاہی کا ایک شعار جو نہ قرض پر مبنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور نہ بدعت اور نہ ہی سنت کے خلاف ہے۔" (ص ۳۰۲) اس عبارت میں دین 'د' کے زبر سے نہیں، بلکہ زیر سے ہے۔ یثلم کے لغوی معنی ہیں رخنہ ڈالنا، شگاف پیدا کرنا۔ اس اعتبار سے لا یثلم دینا کا ترجمہ ہوگا "جو دین کو نقصان نہیں پہنچاتا۔"

۴۔ عباسی خلیفہ سفاح کے چچا سلیمان نے امام ابو عمرؒ سے کچھ دریافت کیا۔ انھوں نے جو جواب دیا وہ اسے پسند نہیں آیا۔ اس پر امام صاحب نے یہ شعر پڑھا:

اذا ما صدقتهم خفتهم　　　　ويرضون منّي بان يكذبوا

اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے: "جب میں ان کی تصدیق کرتا ہوں تب بھی ان سے ڈرتا ہوں، جب کہ وہ مجھ سے اس پر راضی ہوتے ہیں کہ ان کی تکذیب کی جائے" (ص ۷۷) شعر کا صحیح ترجمہ یہ ہوگا: "جب میں ان کے سامنے صحیح بات کہتا ہوں تو ان کے عتاب سے ڈرتا ہوں۔ وہ لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ میں ان کے سامنے خلافِ واقعہ بات کہوں۔"

عموماً بزرگوں کی سوانح میں بعض بڑے مبالغہ آمیز واقعات اور بے سروپا روایتیں ملتی ہیں۔ فاضل مصنف نے کہیں کہیں تو تنقیدی نظر ڈالی ہے، لیکن بعض مقامات پر بغیر کسی تنقید کے انھیں نقل کر دیا ہے، مثلاً امام خلف بغدادیؒ کے بارے میں ذہبی اور خزرجی کے حوالے سے لکھا ہے کہ "انھوں نے زندگی بھر روزہ رکھا" (ص ۱۷۶) امام ابوبکر عیاش کے بارے میں لکھا ہے کہ "انھوں نے چالیس سال تک اپنے پہلو کو زمین سے نہیں لگایا، پچاس سال تک ان کے لیے بستر نہیں بچھایا گیا (ص ۱۳۶) ستر سال تک روزہ رکھا اور راتوں کو مسلسل نماز پڑھی (ص ۱۳۷) اسی طرح بعض قراء کرام کی عجیب وغریب کرامتیں نقل کی ہیں۔

ان معمولی فروگذاشتوں کے باوجود یہ کتاب تذکرہ وسوانح کے ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے، جس پر فاضل مصنف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹) تعلیماتِ قرآن

مصنف: اشہد رفیق ندوی

ناشر: اکیڈمی آف ساؤتھ ایشین اسٹڈیز، علی گڑھ

سنۂ اشاعت: ۲۰۰۸ء، صفحات: ۳۰۴، قیمت: ۱۶۰ روپے

اقرا انٹرنیشنل ایجوکیشن فاؤنڈیشن شکاگو نے اپنے ایکزیکیٹو ڈائرکٹر ڈاکٹر عابد اللہ غازی کی سربراہی میں جدید انداز میں عالمی معیار کے مطابق نصابیات سازی کی قابل قدر خدمت انجام دی ہے۔ یہ نصابی سیریز اصلاً دیار مغرب میں پرورش پانے والی نوخیز مسلمان نسل کی صحیح اسلامی تعلیمات کے مطابق ذہنی، فکری اور اخلاقی تربیت کے لیے تیار کی گئی ہے۔ متعدد ملکوں میں اس کی پذیرائی ہوئی ہے اور بہت سے اداروں نے اسے اپنے یہاں داخل نصاب کیا ہے۔ فاؤنڈیشن نے حکومت سنگاپور کی درخواست پر وہاں کے دینی مدارس کی جدید کاری کا کام اپنے ذمہ لیا اور پرائمری سے عالمیت کی سطح تک نصابی خاکہ، نصاب تعلیم، نصابی کتابیں، ان کے مطابق مشقی کتابیں اور رہنمائے معلمین تیار کرائیں ۔ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک زرّیں کڑی ہے۔

یہ کتاب ثانوی درجات کے طلبہ کے لیے لکھی گئی ہے۔ اس کا مقصد نوجوان نسل کو قرآن مجید کی تعلیمات سے روشناس کرانا ہے۔ نصابی ضرورت اور تقاضوں کے پیش نظر اس میں صرف وہ تعلیمات بیان کی گئی ہیں جن کی عام طلبہ اور نوجوانوں کو زندگی کے مختلف میدانوں میں قدم قدم پر ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب تین مباحث پر مشتمل ہے: عقائد، عبادات اور اخلاقیات۔ عقائد میں توحید (اللہ اور اس کے فرشتوں پر ایمان) رسالت (پیغمبروں اور آسمانی کتابوں پر ایمان) اور آخرت (قیامت، حشر، جنت وجہنم) کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ عبادات میں نماز، روزہ، حج، زکوۃ کے علاوہ جہاد فی سبیل اللہ پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی بحث کی گئی ہے۔ اخلاقیات کے ضمن میں حقوق العباد، اخلاق حسنہ اور بری عادات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایک باب تزکیۂ نفس اور دعوت الی اللہ پر بھی ہے۔

فاضل مصنف دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علاوہ مدرسۃ الاصلاح اعظم گڑھ کے بھی فیض یافتہ ہیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے لکھنؤ یونی ورسٹی سے ایم اے (عربی) اور علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی سے ایم فل کیا ہے اور گزشتہ ۱۷ سال سے سینئر سیکنڈری اسکول مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں عربی کے استاد ہیں۔ اقرا فاؤنڈیشن کے تحت وہ انسائیکلوپیڈیا آف قرآن اور انسائیکلوپیڈیا آف عقائد اینڈ فقہ بھی مرتب کر چکے ہیں، جو ابھی منتظر اشاعت ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں قرآنی تعلیمات بڑے سلیقہ اور حسن ترتیب کے ساتھ عام فہم اسلوب میں بیان کی گئی ہیں اور قرآنی آیات کے ذریعے ان کو مدلل کیا گیا ہے۔ آیات نقل کرنے میں مصحف کا طرزِ کتابت اختیار کیا جاتا اور اعراب لگانے کا اہتمام کیا جاتا تو زیادہ بہتر تھا۔ قرآنی تعلیمات کی توضیح و تشریح میں احادیثِ نبوی سے بھی استفادہ کیا گیا ہے اور جا بجا ان کے حوالے دیے گئے ہیں، اگرچہ بہت سے مقامات پر احادیث بلا حوالہ درج ہیں۔ بعض احادیث کو عام اقوال کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً يدالله على الجماعة (ص ۲۱۵) جب کہ یہ حدیثِ رسولؐ ہے اور ترمذی (۲۱۶۷) اور نسائی (۴۰۲۵) میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

بعض احادیث کے سلسلے میں ضبطِ الفاظ میں کوتاہی نظر آتی ہے۔ مثلاً ص ۲۳ پر یہ حدیث درج کی گئی ہے: تعاهدوا القرآن فو الذی نفسی بیده لهو اشد تعاهداً من الابل فی عقلها اور بخاری کا حوالہ دیا گیا ہے۔ جب کہ بخاری (۵۰۳۳) میں تعاهداً کے بجائے تفصیاً کا لفظ ہے۔ یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ اس میں ایک روایت (۱۸۴۲) میں تفصیا اور دوسری روایت (۱۸۴۴) میں تفلتاً کا لفظ ہے۔ آخر میں کتابیات ہے، مگر وہ بڑی ناقص ہے، اس لیے کہ بہت سی کتابوں کے حوالے اندرون کتاب آئے ہیں، مگر کتابیات میں ان کا ذکر نہیں ہے۔

کتاب کے بعض مشتملات پر نظر ثانی اور تصحیح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مثلاً سورۂ اخلاص کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "حدیث میں اسے نصف قرآن کہا گیا ہے" اور حوالہ ترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص کا دیا گیا ہے (ص: ۵۳)، جب کہ ترمذی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مذکورہ مقام پر جتنی روایتیں ہیں سب میں سورۂ اخلاص کو 'ثلث قرآن' کہا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھا گیا ہے کہ مشرکین فرشتوں کو کبھی خدا کی بیٹی اور کبھی بیٹا قرار دیتے تھے (ص۲۷) جب کہ مشرکین کے، فرشتوں کو خدا کا بیٹا قرار دینے کی بات محتاج ثبوت ہے۔ قیامت کے مراحل بیان کرتے ہوئے پہلا مرحلہ نفخ صور قرار دیا گیا ہے۔ اس ضمن میں لکھا گیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو بار صور پھونکا جائے گا" (ص۱۲۵) جب کہ قرآنی بیانات سے تین بار صور پھونکے جانے کا اشارہ ملتا ہے۔ (تفسیر القرآن العظیم، علامہ ابن کثیر، تفسیر سورۃ النمل، آیت ۸۷، تفہیم القرآن، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، سورۂ حاقہ، حاشیہ ۱۰)۔ رمی جمرات کے تعلق سے لکھا گیا ہے کہ "حاجی حضرات دو الگ مقررہ دنوں میں یہاں آکر ان ستونوں پر کنکری مارتے ہیں (ص۱۸۸) جب کہ رمی جمار کا عمل حجاج تین دن انجام دیتے ہیں۔

ان معمولی فروگذاشتوں کے باوجود یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت مفید اور لائق قدر ہے۔ امید ہے، طلبہ اور نوجوانوں کے درمیان اسے مقبولیت حاصل ہوگی اور عام مسلمان بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔

⭘⭘⭘

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) ذبیح کون؟ اسحاقؑ یا اسماعیلؑ؟

(The Only Son offered for Sacrifice: Isaac or Ishmael?)

مصنف : عبدالستار غوری

ناشر: المورد انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سائنسز، لاہور

تقسیم کلو: دارالتذکیر، رحمٰن مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور

سن اشاعت: ۲۰۰۴ء، صفحات: ۳۱۰، قیمت: ۳۰۰ روپے

یہودی، مسیحی اور اسلامی مطالعات کا ایک مہتم بالشان مسئلہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جس بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہا تھا وہ حضرت اسحاق علیہ السلام تھے یا حضرت اسماعیل علیہ السلام؟ مولانا حمیدالدین فراہی (۱۸۶۲-۱۹۳۰ء) نے اپنے عربی رسالہ الرأی الصحیح فی من ھو الذبیح؟ (شائع شدہ ۱۹۱۹ء) میں ثابت کیا تھا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔ انھوں نے اس کے حق میں تورات اور قرآن سے تیرہ تیرہ دلیلیں دی تھیں۔ زیرِ نظر انگریزی کتاب میں صرف بائبل کی روشنی میں اس موضوع کا بہت شرح و بسط سے جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ کتاب گیارہ ابواب اور تین ضمیموں پر مشتمل ہے۔ باب اول میں فاضل مصنف نے بائبل سے واقعۂ قربانی کی تفصیل پیش کی ہے۔ اگلے تین ابواب (دوم تا چہارم) میں یہ بحث کی ہے کہ تورات کے مطابق 'پہلوٹھے بچے' کی قربانی ضروری تھی، نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو جس بیٹے کی قربانی کا حکم دیا تھا اس کے لیے 'جو تیرا اکلوتا ہے' اور 'جسے تو پیار کرتا ہے' کی صفات بیان کی ہیں، جو بائبل کے مطابق بھی صرف اور صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام پر منطبق ہوتی ہیں۔ بائبل میں مقامِ قربانی کا نام 'مریا' مذکور ہے۔ مصنف نے چار ابواب (پنجم تا ہشتم) میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے حقیقی مقام سے علمائے اہلِ کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناواقف ہیں۔ کوئی اسے حبرون کے قریب پہاڑی پر بتاتا ہے، کسی کے نزدیک یہ وہ مقام ہے جہاں عیسائیوں کے مطابق حضرت عیسیٰ کو سولی دی گئی تھی اور کوئی اسے کوہِ جریزیم پر قرار دیتا ہے، جبکہ اصلاً یہ سرزمینِ عرب کا مقام 'مروہ' ہے جو بعد میں بنی اسماعیل کا مسکن بنا۔ کتاب پیدائش میں اولادِ اسماعیل کا مسکن 'حویلہ سے شور تک' قرار دیا گیا ہے، بابِ نہم میں مصنف نے اس پر بحث کرتے ہوئے اسے سرزمین عرب میں ثابت کیا ہے۔ باب دہم میں یہ بحث ہے کہ کتاب یسعیاہ: ۶۰ میں جس قربانی کا تذکرہ ہے وہ اصلاً مکہ میں انجام دی جاتی تھی۔ گیارہویں باب میں یہ بحث کی گئی ہے کہ کتاب زبور: ۸۴ میں حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی جس 'وادیٔ بکا' کا ذکر ہے اور جس کا مقام علمائے اہل کتاب کو معلوم نہیں، وہ اصلاً مکہ ہے۔ ضمیمے بھی اہم مباحث پر مشتمل ہیں۔ پہلے ضمیمہ میں مصنف نے یہ بحث کی ہے کہ 'بئر سبع' جس کا ذکر بائبل میں حضرت اسماعیلؑ و حضرت ہاجرہ کے سیاق میں ہے وہ اصلاً بئر زمزم ہے۔ ضمیمہ دوم میں بائبل کی تحریفات اور ضمیمہ سوم میں ہیکل سلیمانی کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

فاضل مصنف کا اسلوبِ تحریر معروضی، سائنٹفک اور تحقیقی ہے۔ انھوں نے اپنی بحثوں میں بائبل کے مختلف نسخوں، تراجم، شروح، لغات و معاجم، اٹلس اور انسائیکلوپیڈیاز سے مدد لی ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس پر فاضل مصنف تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۱) علامہ شبلی نعمانی کی قرآن فہمی

مصنف: ڈاکٹر محمد سعود عالم قاسمی

ناشر: فاران اکیڈمی، اقرا کالونی، علی گڑھ، ۲۰۰۵ء

صفحات: ۱۱۲، قیمت: درج نہیں

علامہ شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷-۱۹۱۴ء) کو تاریخ، سیرت و سوانح اور ادب کے میدانوں میں جو غیر معمولی شہرت ملی اس کے وہ بجا طور پر مستحق تھے، لیکن قرآنیات میں ان کی خدمات کا کماحقہ تعارف نہیں ہوسکا ہے۔ عموماً سوانح نگاروں نے اس پہلو کو نظر انداز کیا ہے، چناں چہ ان کی قرآنی فکر کے تجزیے پر کوئی تحریر نہیں ملتی۔ زیر نظر کتاب اس کمی کو بخوبی پورا کرتی ہے۔ یہ اصلاً وہ مقالہ ہے جسے شبلی نعمانی سمینار منعقدہ دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، نومبر ۲۰۰۴ء کے لیے لکھا گیا تھا۔ اسی کو نظر ثانی کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

یہ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اوّل علامہ شبلی کی تدریسِ قرآن پر ہے۔ اس میں علی گڑھ کے دورانِ قیام ان کے دروسِ قرآن کے اہتمام کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ باب دوم میں بعض علومِ قرآنی پر ان کی نگارشات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ باب سوم میں اسبابِ نزول اور زمانۂ نزول کے متعلق ان کی تحقیقات پر تبصرہ ہے۔ اور باب چہارم میں قرآنی آیات سے ان کے استشہاد و استدلال کے نمونے پیش کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے ذریعے علامہ شبلی نعمانی کی علمی شخصیت کے ایک اہم پہلو پر روشنی پڑتی ہے۔ اس خدمت پر فاضل مصنف تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ امید ہے اسے شبلی کے عقیدت مندوں اور علوم قرآن کے شائقین دونوں کے درمیان مقبولیت حاصل ہوگی۔

○○○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۲) گجرات کے علماء حدیث وتفسیر

مصنف: محبوب حسین عباسی

ناشر : A/4، ششی پارک، سرخیز روڈ، جوہاپورہ، احمد آباد۔۵۵، سنہ اشاعت ۲۰۰۳ء

صفحات :۱۵۱ قیمت: ۱۰۰ روپے

گجرات میں آٹھویں صدی ہجری/ چودہویں صدی عیسوی میں مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوا۔ اس کے بعد سے ان کے تقریباً پانچ سو سالہ دورِ اقتدار میں ان کے زیرِ سرپرستی علوم وفنون اور خاص طور پر دینی علوم کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ بڑے پیمانے پر تعلیمی ادارے قائم ہوئے۔ علماء نے درس وافادہ کی مسندیں بچھائیں اور تحریر وتصنیف کے میدان میں بھی گراں قدر خدمات انجام پائیں۔ گجرات میں علوم وفنون کے ارتقاء پر متعدد کتابیں تصنیف کی گئی ہیں۔ اردو زبان میں مولانا سید عبدالحیؒ حسنی کی 'یادِ ایام' اس سلسلے کی اولین، مختصر، لیکن اہم کتاب ہے۔ مولانا ابوظفر ندوی نے 'تاریخِ گجرات' اور 'جرات کی تمدنی تاریخ' میں اس موضوع پر اظہارِ خیال ہے۔ علماء کے تذکروں پر بھی بعض کتابیں ہیں۔ زیرِ نظر کتاب میں خاص طور پر علم حدیث وعلم تفسیر کے میدان میں خدمات انجام دینے والے علماء کے احوال اور ان کی تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے۔

یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں ۴۷ علمائے حدیث اور باب دوم میں ۳۱ علمائے تفسیر کا تذکرہ ہے۔ ان میں نو نام مشترک ہیں۔ اس کتاب میں بیرونِ گجرات کے ان علماء کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے جنھوں نے گجرات میں کچھ عرصہ رہ کر علمی خدمات انجام دیں اور ان کتب خانوں کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے جن میں ان علماء کا علمی سرمایہ مخطوطات کی شکل میں محفوظ ہے۔ مصنف نے تمام دست یاب مراجع کو پیشِ نظر رکھ کر بڑی محنت اور عرق ریزی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے یہ کتاب تصنیف کی ہے۔ اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ علمائے گجرات نے قرونِ وسطیٰ میں علم حدیث وتفسیر کے تمام شعبوں میں معتبر، معیاری اور قیمتی یادگاریں چھوڑی ہیں۔ یہ کتاب دیکھ کر خواہش ہوتی ہے کہ اسی طرح دیگر علومِ دینیہ میں بھی مہارت رکھنے والے علمائے گجرات کا تذکرہ جمع کر دیا جائے اور گجرات میں علوم وفنون کے ارتقاء کی جامع تاریخ مدوّن کی جائے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) قاموس الفاظ و اصطلاحاتِ قرآن

(افادات مولانا امین احسن اصلاحی)

ترتیب و تحقیق: اورنگ زیب اعظمی

ناشر: اسلامک بک سینٹر، دریا گنج، نئی دہلی، ۲۰۰۳ء

صفحات: ۵۰۰ **قیمت:** ۲۰۰ روپے

مولانا امین احسن اصلاحیؒ (م ۱۹۹۷ء) کی تفسیر 'تدبر قرآن' کا ایک امتیاز یہ ہے کہ اس میں قرآن کریم کے ادبی و بلاغی پہلو پر خصوصی توجہ دی گئی ہے اور اس کے اسالیب، الفاظ اور اصطلاحات کی بھرپور تشریح کی گئی ہے۔ اس طرح اردو قارئین پر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کے اختیار کردہ الفاظ اور اسالیب کتنے برمحل اور معنویت سے پُر ہیں۔ اپنے استاد مولانا حمید الدین فراہی (م ۱۹۳۰ء) کی گراں قدر تحقیقات سے استفادہ کرنے کے ساتھ مولانا اصلاحی نے خود بھی قابل قدر اضافہ کیا ہے۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں ان تشریحات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ دورانِ تشریح لغت و تفسیر کی جن کتابوں کا تذکرہ ہے، جن اشعار سے استشہاد کیا گیا ہے اور جن ماہرینِ لغت اور مفسرین کے تائیدی اقوال پیش کیے گئے ہیں، فاضل محقق نے حواشی میں ان کے مکمل حوالے دیے ہیں، اور مولانا کی بعض تحقیقات کی تائید میں مزید اشعار بھی پیش کیے ہیں۔ اندازہ ہوتا ہے کہ 'تدبر قرآن' کی ورق گردانی، الفاظ و اصطلاحات کے انتخاب، ترتیب اور حوالوں کی فراہمی میں خاصی محنت کی گئی ہے۔

فاضل مرتب نے تدبر قرآن کے ہر اقتباس کے آخر میں تاج کمپنی ایڈیشن کی جلد اور صفحہ نمبر دینے کا اہتمام کیا ہے، لیکن بہت سی جگہوں پر حوالے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہوں الفاظ صفح، اعجال، میر، ضاحکة، اخذة، بخس، بلد طیب، ثمرات، مثانی، حقب وغیرہ۔ ان کے مطابق طلبہ کی سہولت کے لیے الفاظ کی ترتیب مادہ کے حساب سے کی گئی ہے۔ اگر انھیں مادہ کے بجائے ابتدائی حروف کے اعتبار سے مرتب کیا جاتا تو عام قارئین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بھی استفادہ میں سہولت ہوتی۔ ویسے مادہ کے اعتبار سے بہت سے الفاظ اپنے صحیح مقام پر نہیں آسکے ہیں، جیسے بینة، تبتّل، سفع، ضاحکة، ضیزی، متطوع، طول، طائر، صواعق، سید، اعتراء، غلب، تفاوت، منسأة، نظر، انفاض، نقع، هاج، تسخیر ۔ یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ لفظ 'مسد' کو ان الفاظ کے ساتھ رکھا گیا ہے جن کے مادہ کا پہلا حرف 'س' ہے اور لفظ تمکین' کو ان الفاظ میں شامل کیا گیا ہے جن کے مادہ کا پہلا حرف 'ک' ہے، حالاں کہ دونوں الفاظ کے مادہ کا پہلا حرف 'م' ہے۔ بعض الفاظ کی تشریحات دوسرے الفاظ کے ضمن میں ہیں، مثلاً جوابی جفان کے ساتھ، لمزة همز کے ساتھ، سیئة حسنة کے ساتھ، هضم ظلم کے ساتھ۔

قرآن کے بہت سے الفاظ ایک سے زائد معانی رکھتے ہیں۔ ان کی تشریحات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اگر ساتھ میں آیتیں بھی ذکر کر دی جاتیں تو واضح ہوتا کہ کن آیات میں وہ الفاظ کن معانی میں ہیں؟ زیادہ بہتر ہوتا کہ ہر لفظ کے ساتھ آیت کا متعلقہ حصہ دے دیا جاتا، جس میں وہ لفظ آیا ہے، اس سے قارئین کو سہولت ہوتی۔

بعض دیگر چھوٹی موٹی غلطیاں بھی ہیں۔ مثلاً تؤزهم ازاً (مریم:۸۳) کو ذ سے سمجھ لیا ہے اور ترتیب میں اسی کا لحاظ کیا ہے۔ ایک جگہ لفظ 'زنی' لکھا ہے، مگر اقتباس میں اس کے بجائے وهن، ضعف اور استکانة کی تشریح ہے (ص۱۴۴-۱۴۵) مهیمن (ص۴۳۹، ۴۴۷) اور سحت (ص۱۹۰، ۱۹۴) کو دو جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے اور الگ الگ اقتباسات دیے ہیں۔ سوی (ص۲۱۵، ۲۱۶) اور افاض (ص۳۴۰، ۳۴۱) مکرر ہیں۔ کتاب میں حواشی کے نمبر ۳۷۵ تک پڑے ہوئے ہیں، مگر ۳۲۲ کے بعد کے حواشی غائب ہیں۔

یہ دیکھ کر افسوس ہوا کہ مرتب نے الفاظ و اصطلاحات جمع کرنے میں دقّت نگاہی سے کام نہیں لیا ہے۔ چناں چہ بہت سے الفاظ چھوٹ گئے ہیں جن کی تشریحات تدبر قرآن میں موجود ہیں۔ تبصرہ نگار نے صرف الف اور ب سے شروع ہونے والے الفاظ پر نظر ڈالی تو ان میں ارم، اوّاب، باساء، بضع اور بهیمة کو غائب پایا، جب کہ مولانا نے اپنی تفسیر میں ان الفاظ کی تشریح کی ہے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴) قرآن اور علم الافلاک

مصنف : پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی

ناشر : رنگ محل پبلی کیشنز، انصاری روڈ، مظفر نگر، یوپی

طبع اول: ۱۹۸۷ء، طباعت لیتھو، **صفحات:** ۶۴، **قیمت :** ۱۲روپے

قرآن کریم نے اپنے عقائد کے اثبات کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں ان میں مظاہر کائنات کا نظم ونسق اور باہمی توافق شامل ہے۔ سورج، چاند، زمین اور سیاروں کے وجود، حرکت اور افادیت کو قرآن نے توحید باری پر استدلال کے لیے پیش کیا ہے۔ علمائے اسلام نے جدید علم الفلک کی روشنی میں قرآن کے ان بیانات پر بحث کی ہے اور ان کی حقانیت ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اسی موضوع سے بحث کرتی ہے۔

مصنف پروفیسر حکیم سید محمد کمال الدین حسین ہمدانی طب یونانی کی جانی پہچانی اور قدآور شخصیت کے مالک ہیں۔ شعبۂ کلیات وعلم الامراض اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے چیرمین رہ چکے ہیں۔ طب یونانی کے مختلف موضوعات پر آپ کی گراں قدر تصنیفات طلبہ اور اہل فن کا مرجع ہیں۔ طب کے علاوہ بھی متعدد موضوعات پر آپ نے خامہ فرسائی کی ہے۔

کتاب کا آغاز بغیر پیش لفظ یا مقدمہ کے ہوا ہے۔ ابتداء میں فاضل مصنف نے فلک کی حقیقت بیان کی ہے، پھر شمس (سورج)، قمر (چاند)، دیگر سیارات اور ارض (زمین) کے عناوین قائم کرکے ہر ایک پر متعدد پہلوؤں سے بحث کی ہے، مثلاً 'سورج' کے عنوان کے تحت ان سوالات سے بحث کی ہے: کیا آفتاب حرکات اجرامِ فلکیہ کا مرکز ہے؟ آفتاب ایک ہے یا کئی؟ آفتاب اور ماہتاب پر کوئی مخلوق ہے یا نہیں؟ اور 'زمین' کے عنوان کے تحت درج ذیل سوالات سے بحث کی ہے: زمین کی شکل کیسی ہے؟ زمین کس چیز پر قائم ہے؟ کیا زمین جرم سماوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ زمین ایک ہے یا کئی؟ وغیرہ مصنف کا انداز بحث یہ ہے کہ وہ عموماً جدید حکماء اور سائنس دانوں کے نظریات نقل کرتے ہیں، پھر ان کی تائید میں قرآن کی آیات یا امام جعفر صادق اور مسلم حکماء کے اقوال پیش کر کے ان سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ جو بات آج کے سائنس دانوں نے کائنات کے بارے میں طویل تحقیقات کے بعد بتائی ہے وہ قرآن اور مسلم حکماء ایک ہزار سال پیش تر بتا چکے ہیں۔

کتاب میں جا بجا تحقیقی مواد کی پیشکش میں عصری معیارات کا بڑا فقدان محسوس ہوتا ہے۔ مصنف نے جدید حکماء اور سائنس دانوں کے جتنے اقوال نقل کیے ہیں سب بغیر حوالہ کے ہیں۔ قرآنی آیات بھی بیش تر مقامات پر بغیر حوالے اور بغیر اعراب کے ہیں۔ کتب لغت کا حوالہ بھی ناقص ہے۔

مظاہرِ کائنات سے متعلق قرآنی آیات کی تشریح میں معاون احادیث بھی خاصی تعداد میں ملتی ہیں، لیکن مصنف نے ان کے بیان سے احتراز کیا ہے اور شیعی رجحانِ طبع کے پیش نظر صرف 'ائمہ معصومین'، 'اوصیاء اہل بیت' اور خاص کر امام جعفر صادقؒ کی روایات ذکر کی ہے، لیکن ان میں بھی صحیح روایات کے نقل کا اہتمام نہیں ہو سکا ہے۔ پہلے تو انھوں نے بتکلّف قرآنی آیات سے وہ مفہوم نکالنے کی کوشش کی ہے جس سے جدید علمائے یورپ کے پیش کردہ نظریات کی تائید ہو سکے اور اگر ایسا ممکن نہیں ہو سکا تو امام جعفر صادق کے اقوال سے ان کی تائید پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

ص ۱۴۳ پر مصنف نے 'آفتاب ایک ہی ہے یا کئی' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''حکمائے جدید نے بہت سے آفتاب بیان کئے ہیں اور دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ ثوابت و سیارے بجائے خود ایک ایک آفتاب ہیں، جو فضا میں گردش کرتے رہتے ہیں۔'' تائید میں سورۂ فرقان کی آیت ۶۱ تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِیْ السَّمَاءِ بُرُوجاً وَجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجاً پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس آیت میں قرأت مشہورہ سِرَاجاً ہے.....مگر مفسرین نے اسے سُرُجًا بھی پڑھا ہے، جو سراج کی جمع ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہو تو قرآن مجید سے بھی تعدّدِ آفتاب ثابت ہو جائے گا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جس کا اعتقاد متاخرین حکماء کو ہے۔''

زمین کا سایہ ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مصنف لکھتے ہیں:

''زمین کے سایہ کا وجود کلامِ الٰہی سے بھی واضح ہوتا ہے: " وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا" (سورۂ نحل آیت ۸۱) ''اور اللہ نے بنا دیئے تمھارے واسطے اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے'' (ص ۴۱)

پھر ایک خلاباز میجر گارین کا مشاہدہ نقل کرتے ہوئے جدید علم الفلک کی رو سے زمین کا سایہ ثابت کیا ہے۔ اگر اس طرزِ استدلال اور اس استنباط کو صحیح مان لیا جائے تو پھر سورج کا بھی سایہ ہونا چاہیے، کیوں کہ مِمَّا خَلَقَ میں زمین کو شامل کر کے اس کے لیے سایہ ہونے پر استدلال کرنے کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے۔

جدید یورپی سائنس دانوں کے نظریات بیان کر کے ان کی تائید میں قرآنی آیات نقل کرنے کا اندازِ تحقیق بہت کھٹکتا ہے۔ اس طرح قرآن کو کسوٹی بنانے کے بجائے ہم غیر محسوس طریقے پر جدید سائنسی نظریات کو پیمانہ مان لیتے ہیں۔ تبصرہ نگار کے نزدیک یہ ایک خطرناک رجحان ہے، جس سے احتراز کرنے کی ضرورت ہے۔

اگر فاضل مصنف دائرۂ بحث کو محدود کر کے علم الفلک سے متعلق صرف قرآنی آیات کے ذکر اور کتبِ تفسیر کی روشنی میں ان کی تفہیم وتشریح پر اکتفا کرتے تو ان کے لیے آسانی ہوتی اور قاری بھی قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز کرنے کی زحمت سے بچ جاتا اور خود موضوع کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کتاب کے شروع میں مختصراً یہ بحث آجاتی کہ مظاہرِ کائنات کے ذکر سے قرآن کا مقصد کیا ہے؟ اور اس نے اس سے کن چیزوں پر استدلال کیا ہے؟ تو کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوتا۔

⭘⭘⭘

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۵) قرآن اور منافقین کا کردار

مصنفہ: فاطمۃ الزہراء

ناشر: اسلامک بک سینٹر، دریا گنج، نئی دہلی ۲، ۲۰۰۵ء

صفحات: ۱۰۴، **قیمت:** ۵۰ روپے

قرآن کریم میں 'مومنوں' اور 'کافروں' کے علاوہ ایک تیسرے گروہ 'منافقوں' کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے محض دنیاوی مفادات کے حصول کے لیے زبان سے تو اسلام کا اقرار کرلیا تھا، مگر ان کے دل کفر پر جمے ہوئے تھے۔ چناں چہ وہ اسلام اور اہلِ اسلام کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ قرآن میں ان کے کردار پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، ان کے رویوں سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور ان کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اس موضوع پر بہت پہلے مولانا صدرالدین اصلاحیؒ (م ۱۹۹۸ء) نے 'حقیقتِ نفاق' کے عنوان سے ایک وقیع کتاب تصنیف کی تھی، جسے علمی اور تحریکی حلقوں میں قبول عام حاصل رہا ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں آیاتِ قرآنی کی روشنی میں منافقوں کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔

ابتدا میں نفاق کے لغوی اور اصلاحی مفہوم اور اس کے بنیادی محرکات وعوامل کی وضاحت کی گئی ہے۔ باب اول میں منافقین کی وہ سرگرمیاں بیان کی گئی ہیں جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انجام دیتے تھے۔ باب دوم میں ان کے اخلاقی عیوب بیان کیے گئے ہیں۔ باب سوم میں ان کے ان کاموں کا بیان ہے جن سے معاشرہ متاثر ہوتا تھا اور باب چہارم میں ان عیوب کا تذکرہ ہے جن کا اثر خود ان کی ذات پر پڑتا تھا۔

نفاق اور منافقین کے موضوع پر سادہ زبان اور عام فہم اسلوب میں یہ ایک مفید مطالعہ ہے۔ امید ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۶) قرآنِ حکیم اور علمِ نباتات

مصنف: مولانا محمد شہاب الدین ندوی

ناشر: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، ۱۶۵ب۔ داسرہلی، بنگلور۔۵۷۔

طبع اول: ۱۹۹۰ء، طباعت آفسیٹ، **صفحات:** ۴۴۲، **قیمت مجلد:** ۱۰۰ روپے

مولانا محمد شہاب الدین ندوی جدید سائنس کی روشنی میں اسلام کے بنیادی عقائد کا علمی ثبوت پیش کر کے 'جدید علم کلام' پر مبنی لٹریچر مرتب کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، جس کے ذریعہ عالمِ انسانی پر اتمام حجت ہو سکے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے کئی سیریز شروع کر رکھی ہیں۔ قرآن اور سائنس کے موضوع پر ان کی تصانیف میں 'تخلیق آدم اور نظریۂ ارتقاء'، 'جدید علم کلام قرآن اور سائنس کی روشنی میں'، 'اسلام اور جدید سائنس' اور 'قرآن سائنس اور مسلمان' خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب مصنف کے بقول ان کے پچیس تیس سالہ مطالعہ اور غور و فکر کا نتیجہ ہے۔ سب سے پہلے یہ آج سے بیس سال قبل ایک مبسوط مقالہ کی شکل میں ماہ نامہ برہان دہلی میں 'کلوروفل اور قرآن' کے عنوان سے کئی قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ بعد میں متعدد ترمیمات و اضافات سے گزرنے کے بعد وہی مقالہ اب موجود ضخیم کتاب کی صورت میں شائع ہوا ہے۔

مصنف نے مقدمہ میں کتاب کی قدر و قیمت اور اہمیت پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''پیش نظر کتاب میں اس قسم کے (یعنی عقائد اسلام کو ثابت کرنے والے) سائنسی حقائق و شواہد تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں پیش کیے گئے ہیں اور فلسفۂ جدیدہ کے مطالبہ کے مطابق اسلام کے بعض بنیادی عقائد کی تشریح کر کے 'ایجابی' نقطۂ نظر سے توحید، رسالت اور یوم آخرت کا سائنٹفک ثبوت فراہم کرنے کی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کوشش کی گئی ہے اور یہ پوری بحث جدید علم کلام کا ایک نمونہ قرار دی جاسکتی ہے اور اس سلسلہ میں صرف دنیائے نباتات سے تعرض کرتے ہوئے بالخصوص ایک جدید ترین سائنسی انکشاف سبزہ یا کلوروفل (دنیائے نباتات میں پایا جانے والا سبز مادہ جس کی بدولت نباتات ہرے ہرے نظر آتے ہیں) کو بنیاد بنا کر گفتگو کی گئی ہے، جو اس کتاب کا مرکزی موضوع ہے، اور دیگر تمام مباحث ضمناً ہیں۔"

مولانا مزید لکھتے ہیں:

"کہنے کو تو یہ قرآن اور علم نباتات کے بعض مباحث پر مشتمل ہے مگر کلامی نقطۂ نظر سے اس میں اتنی بحثیں پیدا کی گئی ہیں، یا سمو دی گئی ہیں جو اصولی طور پر کسی دوسری کتاب میں شاید ہی مل سکیں۔" (ص ۱۶-۱۷)

درج بالا اقتباس ہی سے کتاب کے مضامین و مندرجات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ کتاب چھ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں مصنف نے قرآن کی روشنی میں سائنس کے حدود و ضوابط متعین کر کے جدید علم کلام کا ایک خاکہ مرتب کیا ہے۔ دوسرے باب میں علم نباتات میں مسلم سائنس دانوں کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے نباتات کے بارے میں قرآنی بیانات بھی نقل کیے ہیں۔ تیسرے اور چوتھے ابواب میں انھوں نے قرآن میں کلوروفل کے ذکر کے ثبوت پر بحث کی ہے۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں سائنس کی روشنی میں باوجود باری تعالیٰ اور حیاتِ ثانی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ آخر میں فہرست مراجع، فرہنگ اصطلاحات اور مضامین و مندرجات کا مفصل اشاریہ بھی دے دیا ہے، جس سے کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

مصنف کا اصرار ہے کہ سورۂ انعام آیت ۹۹ فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا میں خضر سے مراد کلوروفل ہے اور یہ قرآن کا اعجاز ہے، جس کا انکشاف صدیوں بعد ہو سکا ہے اور یہ کہ خضر سے کلوروفل مراد لے کر ہی آیت کی بصیرت افروز تاویل ممکن ہے۔ تبصرہ نگار 'اصرار' کا لفظ اس لیے استعمال کر رہا ہے، کیوں کہ مصنف نے بار بار 'کلوروفل' کو 'اصل حقیقت' قرار دیا ہے اور مفسرین و مترجمین پر اس اصل حقیقت کے منکشف نہ ہو سکنے کا تذکرہ کیا ہے۔ (دیکھیے کتاب کے صفحات ۲۰۱، ۲۰۳ اور دیگر مقامات) تبصرہ نگار کا احساس ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ سائنسی معلومات کی روشنی میں آیات کی تفسیر و تاویل میں جتنی احتیاط مطلوب ہے وہ ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔مصنف نے 'خضرا' کا ترجمہ 'کلوروفل' یہ مانتے ہوئے کیا ہے کہ 'حب' (غلہ) کلوروفل سے بنتا ہے، لیکن اگر جدید تحقیقات سے یہ ثابت ہوجائے کہ اس عمل میں صرف کلوروفل ہی نہیں، بلکہ دیگر عوامل بھی شامل ہوتے ہیں تو بحث کی پوری عظیم الشان عمارت ہی ڈھ جائے گی۔

ص۹۱ پر البیرونی کی تصنیف کا نام الصیدلۃ فی الطب درج ہے، جب کہ صحیح نام الصیدنۃ (ن کے ساتھ) فی الطب ہے۔

مولانا موصوف اسلامی عقائد و ایمانیات کو سائنس کی روشنی میں ثابت کرنے کی جو کوشش کررہے ہیں وہ قابلِ قدر اور لائقِ تحسین ہے۔اس سلسلہ میں ان کی زیر تبصرہ تصنیف اور دیگر کتابیں اہمیت کی حامل ہیں، جن کی پذیرائی کی جانی چاہیے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۷) قرآن کا راستہ

مصنف: خرم مراد، مترجم: مسلم سجاد

ناشر: منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

سنۂ اشاعت: ۲۰۰۲ء، صفحات: ۱۷۰، قیمت: ۶۰ روپے

زیرِ نظر کتاب تحریکِ اسلامی پاکستان کے معروف قائد مرحوم خرم مراد (م ۱۹۹۶ء) کی مقبول اور موثر ترین کتاب Way to The Quran کا اردو ترجمہ ہے۔ موصوف نے سرگرم عملی اور تحریکی زندگی گزارنے کے ساتھ علمی میدان میں بھی قابلِ قدر کام انجام دیا ہے اور اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں دینی، دعوتی اور تحریکی موضوعات پر بڑی مفید اور موثر کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان کے فیض کا سلسلہ وفات کے بعد بھی جاری ہے اور ان کی تقریریں اور دروسِ قرآن وغیرہ تدوین و ترتیب کے بعد کتابی صورت میں برابر شائع ہو رہی ہیں۔ مرحوم کو قرآن کریم سے گہرا لگاؤ تھا۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی قرآن کو سمجھنے، اس کے مطابق عمل کرنے اور اس کا پیغام عام کرنے میں گزار دی اور دوسروں کو بھی قرآن سے مضبوط تعلق پیدا کرنے اور اس کی رہ نمائی میں زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔ ان کی موثر تحریروں نے ہزاروں نوجوانوں کی زندگیوں میں انقلاب برپا کر دیا ہے اور قرآن سے مضبوط بنیادوں پر ان کا تعلق استوار کیا ہے۔

یہ کتاب سات ابواب پر مشتمل ہے۔ ابتدائی تین ابواب میں انسانی زندگی میں قرآن کی اہمیت، مطالعۂ قرآن کے لیے بنیادی شرائط اور دورانِ مطالعہ قلب و شعور اور جسم کے مطلوبہ احوال سے بحث کی گئی ہے۔ چوتھے باب میں تلاوت کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ پانچویں باب میں فہمِ قرآن کی اہمیت، بنیادی شرائط، عمومی اصول اور ہدایات ذکر کی گئی ہیں۔ چھٹا باب اجتماعی مطالعۂ قرآن پر ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ حلقۂ مطالعۂ قرآن کس طرح چلایا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے؟ درس کی تیاری کس طرح کی جائے؟ اور درس کس طرح دیا جائے؟ ساتویں باب میں قرآن کے مطابق زندگی گزارنے اور اس کے پیغام کو عام کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ آخر میں دو ضمیمے ہیں: ایک میں قرآن کے بعض مخصوص حصوں کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات جمع کر دیے گئے ہیں اور دوسرے میں انفرادی اور اجتماعی مطالعہ کے لیے نصابات تجویز کیے گئے ہیں۔

کتاب کا ترجمہ بہت سلیس، شستہ اور رواں ہے۔ ضرورت ہے کہ اس مفید کتاب کی ہندوستان میں بھی اشاعت کی کوئی سبیل نکالی جائے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۸) قرآن کریم میں نظم و مناسبت

(دورِ اول کے علمائے ادب و بلاغت کے افکار کا مطالعہ)

مصنف: ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی

ناشر: انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ

سنۂ اشاعت: ۱۹۹۸ء، صفحات: ۱۵۸، قیمت: ۱۰۰ روپے

قرآن کریم رہتی دنیا تک کے لیے معجزہ ہے۔ تمام دنیا کے انسان مل کر بھی اس جیسا کلام پیش کرنے کی کوشش کریں تو اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اس کے اعجاز کے مختلف پہلو ہیں۔ ایک پہلو اس کا نظم ہے۔

نظم کا مفہوم زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بدلتا رہا ہے، یا بالفاظ دیگر اس میں وسعت آتی گئی ہے۔ دورِ اول کے علمائے ادب و بلاغت کے نزدیک نظم کا مطلب آیات کا اندرونی دروبست اور الفاظِ قرآنی کا ادبی و بلاغی ارتباط تھا۔ اس سے آگے بڑھ کر کوئی وسیع تر اور جامع نظم ان کے پیش نظر نہ تھا۔ اعجاز قرآن میں اس کے الفاظ کو اہمیت حاصل ہے یا ان کے معانی کو؟ الفاظ ذاتی طور پر بلاغت کے حامل ہوتے ہیں یا ان کا برمحل اور موزوں استعمال ان میں ادبی حسن پیدا کرتا ہے؟ اس طرح کے مباحث پر انھوں نے بہت تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ بعد میں بعض مفسرین نے نظم کا یہ تصور پیش کیا کہ پورا قرآن اللہ کا مرتب، مربوط اور منضبط کلام ہے، اس کی تمام سورتیں اور سورتوں کی تمام آیتیں باہم اس طرح مربوط ہیں کہ اگر کسی سورت کی کسی آیت کو نکال دیا جائے یا کسی سورت کی کسی آیت کو آگے پیچھے کر دیا جائے تو اس کا نظم درہم برہم ہو جائے گا۔

ڈاکٹر عبید اللہ فہد نے نظم قرآن کی پوری تاریخ کا تحقیقی مطالعہ کیا ہے اور عہد بعہد جائزہ لیتے ہوئے اس تصور کے حاملین کے افکار کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ زیر نظر کتاب نظم قرآن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موضوع پر علمائے ادب و بلاغت کے افکار کے مطالعہ تک محدود ہے۔ نظم کا جامع تصور پیش کرنے والے معروف مفسرین کے افکار کا مطالعہ ڈاکٹر فہد نے اپنی ایک دوسری تصنیف میں پیش کیا ہے، جو منتظر طبع ہے۔

زیر نظر کتاب میں چار ابواب ہیں۔ پہلے باب میں نظم قرآن کی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب کا عنوان ہے 'نظم قرآن کے ادبی مطالعات'۔ اس میں ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)، رمانی (م ۳۸۴ھ)، عبدالجبار اسد آبادی (م ۴۱۵ھ)، خطابی (م ۳۸۸ھ) اور باقلانی (م ۴۰۳ھ) کے نظریات بیان کیے گئے ہیں۔ تیسرا باب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں عبدالقاہر جرجانی (م ۴۷۱ھ) کی تصانیف 'دلائل الاعجاز' اور 'اسرار البلاغۃ' کی روشنی میں ان کے نظریۂ نظم سے مفصل بحث کی گئی ہے اور دوسری فصل میں جرجانی پر جدید مطالعات کا خلاصہ پیش کر کے ان پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ چوتھے باب میں نظم قرآن پر زمخشری (م ۵۳۸ھ) کی تفسیر الکشاف کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔

زیر نظر کتاب اپنے موضوع پر ایک اہم اور منفرد پیش کش ہے۔ فاضل مصنف نے دینی اور عصری دونوں تعلیم گاہوں سے کسبِ فیض کیا ہے، اس لیے ان کی تحریروں میں علم و تحقیق کی گہرائی بھی ہے اور اظہار اور پیش کش کی سحر انگیزی بھی۔ اس کتاب میں موضوع کے تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

تصحیح کا اہتمام کرنے کے باوجود پروف کی خاصی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ آیات کو مصحف کے طرز کتابت پر اعراب کے ساتھ لکھنا مناسب تھا۔ نظم قرآن سے متعلق زمخشری کے افکار و خیالات کو اس کتاب کے بجائے دوسری کتاب میں شامل کرنا زیادہ موزوں تھا۔ اس لیے کہ زمخشری کی زیادہ تر بحثیں نظم قرآن کے جامع اور وسیع تر تصور سے متعلق ہیں۔

امید ہے علمی حلقوں میں اس کتاب کی پذیرائی ہوگی۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۹) قرآن کی دعوتِ فکر

مصنف: مولانا محمد سعود عالم قاسمی (ناظم دینیات سنی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

ناشر: اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی

طبع اول: ۱۹۹۲ء، طباعت آفسیٹ، صفحات: ۶۴، قیمت: ۱۱ روپے

زیر تبصرہ کتابچہ قرآنیات کے موضوع پر ایک مفید رسالہ ہے، جس سے قرآن کی عظمت آشکارا ہوتی ہے اور مطالعہ وفہم قرآن کی تحریک ملتی ہے۔ اسے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ناظم دینیات مولانا محمد سعود عالم صاحب قاسمی نے تحریر کیا ہے۔ مصنف کے بیان کے مطابق یہ مباحث ابتداءً لیکچر کی شکل میں نور ہاسپٹل مکہ مکرمہ، ایشین کار تر جدہ اور فیکلٹی آف تھیالوجی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں پیش کیے گئے تھے۔ پھر مقالات کی شکل میں مجلہ دراسات دینیہ، مجلہ علوم القرآن اور ماہ نامہ زندگی نو میں شائع ہوئے۔ (ص ۴)

پہلے مقالے کا عنوان ہے: ''قرآن معیارِ ہدایت''۔ اس میں دیگر آسمانی کتابوں کے معاملے میں قرآن کا رویہ، اس پر ایمان لانے والوں کی اقسام، دنیا اور آخرت میں حاملین قرآن کی فضیلت اور قرآن پاک کے مختلف امتیازات بیان کیے گئے ہیں۔ قرآن بنی نوع انسان سے کیا مطالبات کرتا ہے؟ اس کی بھی نشان دہی کی گئی ہے اور آخر میں اس سے استفادہ کا صحیح طریقہ بتایا گیا ہے۔ دوسرا مقالہ 'قرآن کی دعوتِ فکر' کے موضوع پر ہے۔ اس میں قرآن کے ذریعے ہونے والے علمی انقلاب کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ آفاق وانفس کا مطالعہ کرنے اور ان میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ تیسرے مقالے میں قرآنی واقعات کی حکمتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

صفحہ ۵۰ پر سورۂ لقمان آیت ۲۰ کا کچھ درمیانی حصہ چھوٹ گیا ہے۔ مصنف نے عموماً تخریجِ احادیث کا اہتمام کیا ہے، پھر بھی کچھ احادیث کے حوالے رہ گئے ہیں۔ (ص ۷، ص ۲۱،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ص۵۵) ضبطِ احادیث میں بھی احتیاط نہیں برتی گئی ہے۔ مثلاً درج ذیل احادیث یوں درج ہیں:

- ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواماً ویضع بھا آخرین (ابن ماجہ) ص۱۹، جب کہ صحیح 'بہ' کے ساتھ ہے۔
- اقرءوا القرآن ماائتلفت علیہ قلوبکم (بخاری) ص۲۵، حدیث میں 'علیہ' نہیں ہے۔
- لا ینبغی لصاحب القرآن أن یجد مع وجد (مستدرک) ص۳۰۔ صحیح 'مع من وجد' ہے۔
- خیرکم من تعلّم القرآن وعلّمہ الناس (بخاری) ص۳۵۔ حدیث میں "الناس" کا لفظ نہیں ہے۔

مصنف نے ایک جگہ حسن بصری کے حوالے سے لکھا ہے کہ شب قدر رمضان کی چوبیسویں رات ہے (ص۱۵) تبصرہ نگار کے نزدیک یہ قول قابل اعتنا نہیں ہے، کیوں کہ صحیح احادیث میں صراحت ہے کہ شبِ قدر رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں سے ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک جگہ انھوں نے لکھا ہے کہ "مطالعۂ انفس میں دوسری چیز جو شامل ہوسکتی ہے وہ ان جان دار ہستیوں کا مطالعہ ہے جن میں حیات اور شعور مشترک ہے، یعنی جانور اور حیوانات، کیوں کہ نفس کا اطلاق ان پر بھی ہوتا ہے (ص۴۷) تبصرہ نگار اس خیال سے متفق نہیں ہے۔ قرآن نے 'انفسھم' یا 'انفسکم' کی صراحت کی ہے، جس کا اطلاق صرف انسانوں پر ہوتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن نے حیوانات کی نوع بہ نوع اقسام پیش کرکے فکر و تدبر پر اکسایا ہے، مگر ان کا شمار 'انفس' کے بجائے 'آفاق' میں کیا جاتا ہے۔

بہر کیف قرآن سے وابستگی پیدا کرنے اور اس کے مطالعہ پر ابھارنے کے لیے یہ ایک مفید اور قابل قدر رسالہ ہے۔

○○○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۰) قرآن کے تدریسی مسائل

مصنف: مولانا محمد فاروق خاں

ناشـــــر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی۔ ۲۵

سنۂ اشاعت: ۱۹۹۸ء، صفحات: ۵۲، قیمت: ۱۵ روپے

پیشِ نظر کتابچہ درحقیقت وہ مقالہ ہے جسے انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ کے زیرِ اہتمام 'دینی مدارس اور ان کے مسائل' کے موضوع پر ایک سمینار منعقدہ ۱۹۸۸ء میں پیش کیا گیا تھا۔ عام افادہ کی غرض سے معمولی ترمیم اور اضافہ کے بعد اب اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔

مصنف محترم نے ابتداء میں قرآن کی عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی تعلیم و تدریس میں آج کل عام طور سے برتی جانے والی کوتاہی پر متنبہ کیا ہے۔ قرآن فہمی میں احادیث و روایات اور اسرائیلیات کے مقام، دیگر علوم، کتبِ سابقہ، لغات اور نحو سے استفادہ، قرآن کے ادبی محاسن اور صوتی حسن و جمال اور نظمِ کلام کی اہمیت سے بحث کی ہے۔ نیز اسالیبِ قرآن سے اچھی واقفیت کو ضروری قرار دیتے ہوئے اس کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ انھوں نے بیان کیا ہے کہ قرآن کی رہنمائی میں انسانی زندگی سے تعلق رکھنے والے بہت سے علوم کو مدوّن کیا جاسکتا ہے۔ بطور مثال انھوں نے نظریۂ تاریخ، روحانیت، جمالیات اور جنس کی طرف اشارے کیے ہیں۔

اس کتابچہ میں بجا طور پر قرآن میں غور و تدبر پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ ماقبل مفسرین نے تساہل سے کام لیا اور تدبرِ قرآن میں کوتاہی کی، اسی وجہ سے انھیں آیات کی تاویل میں دھوکے ہوئے ہیں، صحیح تجزیہ نہیں ہے۔ اسی طرح نظمِ کلام کا دعویٰ کرکے آیات کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنی طرف سے ایک مفہوم متعین کر کے اس مفہوم سے متعارض احادیث کو 'کم زور قسم کی روایات' قرار دے دینا بھی درست رویّہ نہیں ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ قرآن کے ادبی پہلو پر اب تک کوئی تحقیقی کام ہی نہیں ہوا ہے۔

قرآن کے مطالعہ و فہم اور تعلیم و تدریس کے سلسلہ میں یہ ایک مفید کتابچہ ہے۔ اس سے استفادہ کیا جانا چاہیے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۱) قرآنِ مبین کے ادبی اسالیب

مصنف: ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی

ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی

سنۂ اشاعت: اگست ۲۰۰۰ء طبع اول، **صفحات:** ۲۰۸، **قیمت:** ۵۰ روپے

قرآن کریم عربی زبان و ادب کا معجزہ ہے۔ اس کا اعجاز اس کے نظم، اسلوب اور بلاغت میں بھی ہے، احکام و تعلیمات میں بھی، اس کی غیب کی خبروں اور پیشین گوئیوں میں بھی اور اس کے دیگر پہلو بھی ہیں۔ علماء نے قرآنی اسالیب کے محاسن اور بلاغتوں کو آشکارا کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور مختلف ادوار میں اس موضوع پر قابلِ قدر تصانیف منظرِ عام پر آئی ہیں۔ ماضی قریب میں مولانا حمیدالدین فراہی (م۱۹۳۰ء) کی کتاب 'اسالیب القرآن' اس موضوع پر وقیع اضافہ ہے۔

زیرِ نظر کتاب کے مصنف ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز میں ریڈر ہیں۔ اس کتاب میں انھوں نے قرآن کے ادبی اسالیب کو موضوعِ بحث بنایا ہے اور جاہلی کلام کی تائید سے قرآنی اسالیب کے محاسن اور ان کی بلاغتیں واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

حرفِ آغاز میں اسلوب کی لغوی و اصطلاحی تعریفیں اور اس کی لازمی خصوصیات ذکر کی گئی ہیں۔ اس کے بعد قرآن کے انیس اسالیب زیرِ بحث آئے ہیں۔ دو سو صفحات کی اس کتاب کی کتابیات کی فہرست ۱۶۹ کتابوں پر مشتمل ہے۔

اسالیبِ قرآن کے موضوع پر اب تک کیا کام ہوا ہے؟ اور اس کتاب کی تالیف کے دوران اس موضوع کی کچھ متعین کتابیں مصنف کے پیشِ نظر رہی ہیں یا ان کی تمام بحثیں طبع زاد ہیں؟ ان باتوں کا تذکرہ حرفِ آغاز میں ہونا چاہیے تھا۔ مولانا فراہی کی کتاب ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شائع ہوئی تھی۔ زیرِ تبصرہ کتاب کی قدر و قیمت جاننے کے لیے تبصرہ نگار نے اس کا اول الذکر کتاب سے موازنہ کیا تو حیرت ہوئی کہ اس کا تقریباً تین چوتھائی حصہ مولانا فراہیؒ کی کتاب سے مستفاد ہے۔ بہت سی عبارتیں اس کا صاف ترجمہ معلوم ہوتی ہیں۔ جس کتاب پر اس حد تک انحصار ہو اس کا خصوصی تذکرہ اور اعتراف ضروری تھا۔

زیرِ تبصرہ کتاب کا دوسرا افسوس ناک پہلو یہ ہے کہ اس میں بہت سے عربی اشعار کے ترجمے غلط ہیں۔ 'تکرار' کی بحث پہلے مجلہ تحقیقاتِ اسلامی (اکتوبر-دسمبر ۱۹۸۴ء) میں شائع ہوچکی ہے۔ اس پر نقد و استدراک کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی نے متعدد اشعار کے ترجموں کی غلطی واضح کی تھی۔ (ملاحظہ کیجیے تحقیقاتِ اسلامی، جولائی-ستمبر ۱۹۸۵ء) مصنف نے اس سے بالکل فائدہ نہیں اٹھایا ہے۔ چناں چہ وہ ساری غلطیاں اس کتاب میں بھی موجود ہیں۔ دیگر بہت سے اشعار کا بھی صحیح ترجمہ نہیں ہوسکا ہے۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

قصیدہ کعب بن زہیرؓ کے شعر انبئت ان رسول اللہ او عدنی کا یہ ترجمہ کیا ہے "مجھے بتایا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے مجھے معاف کرنے کا وعدہ کیا ہے" (ص ۱۰۷) جب کہ اوعد (باب افعال سے) کے معنی 'دھمکی دینے' کے ہیں۔

امیہ بن ابی صلت کے شعر فهل تخفى السماء على بصير کا یہ ترجمہ کیا ہے "کیا بصیر و علیم خدا پر آسمان مخفی رہ سکتا ہے؟" (ص ۱۵۴) صحیح ترجمہ یہ ہوگا "کیا کسی دیدۂ بینا رکھنے والے شخص پر آسمان مخفی رہ سکتا ہے؟"

خداش بن زہیر کا شعر ہے:

قفار وقد ترعى بها ام رافع　　　مذانبها بين الاسلة والصخر

اس کا یہ ترجمہ کیا ہے "اب وہ سارے مقامات صحراء میں تبدیل ہوچکے ہیں۔ جب کہ ایک زمانہ وہ تھا جب ام رافع کی وجہ سے چٹانوں اور چشموں کے درمیان علاقے محفوظ تھے۔" (ص ۱۱۲) ترعی کے معنی 'چرانے' کے ہیں۔ اسلة نباتات کی ایک قسم ہے اور 'مذانب' جانور کو کہتے ہیں۔ صحیح ترجمہ یہ ہوگا "...... جب ام رافع چٹانوں اور اسلہ نامی نباتات کے درمیان اپنے جانور چراتی تھی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نابغہ کے شعر ولیس وراء اللہ للمرء مذھب کا ترجمہ یہ کیا ہے ''اور اللہ کے سوا آدمی کے لیے کوئی مذہب نہیں ہے'' (ص۷۹-۸۰) مذہب کا ترجمہ 'جائے فرار' کرنا چاہیے۔

بحتری کے شعر (ص۱۳۴) میں از کاھم عوداً کا ترجمہ 'سب سے زیادہ طاقت ور' کیا ہے۔ اس کے بجائے 'سب سے زیادہ نفاست پسند' (سب سے اچھی خوشبو استعمال کرنے والا) ہونا چاہیے۔ اس طرح کی اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔

اردو خواں طبقہ میں قرآن کے ادبی محاسن کو متعارف کرنے کی یہ ایک اچھی کوشش ہے۔ تاہم ان تسامحات کے نتیجے میں اس کی قدر و قیمت بہت کچھ متاثر ہوگئی ہے۔ امید ہے اس کا اگلا ایڈیشن بہتر صورت میں منظرِ عام پر آئے گا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۲) قرآن مجید اور دنیائے حیات: جدید سائنس کی روشنی میں چند حقائق

صفحات: ۱۲۲، طباعت: آفسیٹ، طبع اول: ۱۹۸۶ء، قیمت: ۱۲ روپے

(۲۳) قرآن، سائنس اور مسلمان

صفحات: ۱۳۹، طباعت: آفسیٹ، طبع اول: ۱۹۸۸ء، قیمت: ۱۶/۵۰ روپے

(۲۴) جدید علم کلام۔ قرآن اور سائنس کی روشنی میں

صفحات: ۱۱۵، طباعت: آفسیٹ، طبع اول: ۱۹۸۹ء، قیمت: ۱۵ روپے

مصنف: مولانا محمد شہاب الدین ندوی

ناشر: فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، ۱۶۵۔ داسرہلی، بنگلور۔ ۵۷

جنوبی ہند کے شہر بنگلور میں قائم فرقانیہ اکیڈمی ۱۹۷۰ء سے علمی خدمات میں مصروف ہے۔ اب تک اکیڈمی سے اس کے ناظم جناب مولانا محمد شہاب الدین ندوی کی تقریباً پچیس کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ یوں تو ان میں سے متعدد مطبوعات اسلامی معاشرت اور عائلی قوانین سے متعلق ہیں، لیکن اکثر کتابیں 'اسلام اور سائنس' سے بحث کرتی ہیں۔ جدید سائنس اور اس سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر مصنف کا پسندیدہ موضوع ہے۔ وہ مسلمانوں کو سائنسی علوم حاصل کرنے اور سائنس و ٹکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھنے کی تلقین کرتے ہیں اور قرآن کریم سے اس سلسلہ میں دلائل فراہم کرتے ہیں۔ اس موضوع پر ان کی کچھ کتابیں درج ذیل ہیں: اسلام اور عصر حاضر، اسلام اور جدید سائنس، چاند کی تسخیر قرآن کی نظر میں، اسرار نبوت سائنٹفک نقطۂ نظر سے، تخلیق آدم اور نظریۂ ارتقاء، اسلامی شریعت علم اور عقل کی میزان میں، قرآن، سائنس اور مسلمان، قرآن مجید اور دنیائے حیات اور جدید علم کلام قرآن اور سائنس کی روشنی میں۔ سطور ذیل میں ان کی مؤخر الذکر تین کتابوں پر تبصرہ کیا جا رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'قرآن مجید اور دنیائے حیات حقیقت میں ایک مقالہ ہے جو کچھ دنوں قبل ماہ نامہ البلاغ کراچی کی چند اشاعتوں میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ پھر 'بیالوجی قرآن کی نظر میں' کے نام سے کراچی ہی سے کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اب اسی کو فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ نے مذکورہ نام سے شائع کیا ہے۔

کتاب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے اس میں حیاتیات (بایالوجی) سے تعلق رکھنے والی تمام قرآنی آیات کو جمع کر دیا ہوگا یا 'دنیائے حیات' سے متعلق قرآن کے نقطۂ نظر پر تفصیل سے بحث کی ہوگی، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ پوری کتاب صرف سورۂ اعلیٰ کی ابتدائی پانچ آیات کی تشریح پر مبنی ہے۔ مصنف نے قدیم مفسرین اور ماہرین لغت کے اقوال کی روشنی میں آیت میں موجود الفاظ 'تخلیق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت' کا مفہوم واضح کیا ہے۔ ان الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے وہ جابجا لکھتے ہیں کہ "ان کا مفہوم انتہائی وسیع ہے۔ یہاں تک کہ اس کے لیے دفتر کے دفتر نا کافی ہیں۔" لیکن معلوم نہیں کیوں انھوں نے عملاً ان آیات کا اطلاق تمام مخلوقات پر کرنے کے بجائے صرف 'دنیائے حیات' پر کر کے انھیں بڑی حد تک محدود کر دیا ہے۔

مصنف نے بجا طور پر سائنسی افکار و نظریات کی تغیر پذیری پر نقد کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے قرآن کے اٹل حقائق پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس ضمن میں انھوں نے کسی قدر تفصیل سے نظریۂ ارتقاء کا ابطال کیا ہے اور اس کی غیر معقولیت پر دلائل دیے ہیں۔ ان کا کہنا ہے:

"اصل حقیقت جس سے مادہ پرست سائنس داں دامن بچانا چاہتے ہیں وہ ایک خلاقی اور فعال ہستی کے وجود کا اعتراف ہے، مگر اس خلاق اور پرجلال ہستی کا وجود تسلیم کیے بغیر کائنات کی گتھیاں سلجھ نہیں سکتیں وہ بلکہ وہ اور زیادہ پُراسرار بن جاتی ہیں۔" (ص ۱۷)

'قرآن، سائنس اور مسلمان' مؤلف کی ایک ضخیم کتاب 'اسلام کی نشأۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں' (جو ۱۹۸۳ء میں مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کراچی سے شائع ہوئی تھی) کا خلاصہ ہے۔ اس کے مضامین تین حصوں میں تقسیم کیے گئے ہیں۔ پہلے حصہ کے مضامین قرآن اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائنسی علوم کے درمیان روابط کو واضح کرتے ہیں۔ مصنف کے بقول ''ان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اسلام ان علوم کی ترقی کا داعی اور محرک ہے اور جدید سائنس کا ارتقاء قرآن کریم کی انقلابی دعوت ہی کی بدولت عمل میں آسکا ہے۔ خدائی نعمتوں سے استفادہ سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی سے ہی ممکن ہے۔ مسلم دور کے سائنس دانوں اور محققین نے قرآنی ہدایات ہی کے پیش نظر سائنسی علوم میں تحقیقات کر کے یونانی سرمایہ میں اضافہ کیا ہے۔ اور قرآن نے مظاہر کائنات کا مطالعہ کرنے اور ان کی تسخیر کرنے کا حکم دے کر جدید سائنسی علوم کے ارتقاء میں نہایت اہم کردار انجام دیا ہے۔'' دوسرے حصے کے مضامین میں مصنف نے دینی و شرعی نقطۂ نظر سے جدید علوم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ علمی و کلامی نقطۂ نظر سے موجودہ بگڑے ہوئے انسان پر اتمام حجت کے لیے یہ علوم کس قدر ضروری ہیں اور ان کو بنیاد بنا کر کس طرح موجودہ مادی فلسفوں اور مادی تحریکوں کا توڑ کیا جاسکتا ہے؟ مصنف نے لکھا ہے کہ ''اسلام کے نزدیک دینی اور دنیاوی علوم کی تقسیم غلط ہے علم ایک وحدت ہے۔ شریعت اور فطرت اس کے دو بازو ہیں۔ قرآن علم فطرت کو بھی علم شمار کرتا ہے اور اس کے ماہرین کو 'علماء' کے لقب سے نوازتا ہے'' تیسرے حصے میں مصنف نے خلافت ارض کے نقطۂ نظر سے امت مسلمہ کو متحرک کرنے اور اس کی نشأۃ ثانیہ کے لیے سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں سرگرم عمل ہونے پر زور دیا ہے۔ خلافت کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کی اہمیت واضح کی ہے اور امت مسلمہ کی زبوں حالی دور کرنے اور قوت و طاقت حاصل کرنے کے لیے عالم اسلام کا اتحاد ضروری قرار دیا ہے۔

مصنف کے نزدیک قرآن نے مظاہر کائنات کا مطالعہ کرنے اور ان کی تسخیر کا حکم دے کر جدید سائنسی علوم کے ارتقاء میں نہایت اہم رول ادا کیا ہے۔ اس ضمن میں وہ جابجا بہت ہی فخر سے کہتے ہیں کہ 'اسلام جدید سائنس کا علم بردار اور داعی ہے۔' (ص ۲۵، ۶۸) مصنف کا علوم کائنات کے لیے 'جدید سائنس'' کا لفظ استعمال کرنا تبصرہ نگار پر بہت شاق گزرتا ہے۔ کیوں کہ سائنس کی اب تک جتنی تعریفیں کی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی قرآن کے تصور علم اور اس کے بیان کردہ علوم کائنات سے میل نہیں کھاتی۔ سائنس کو اسباب و مسببات کی بندشوں میں اس طرح جکڑ دیا گیا ہے کہ اس میں کسی مافوق الفطرت ہستی (جو کائنات کی خالق اور مدبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے) کا وجود محال ہے۔ مصنف نے قرآن اور سائنس میں ربط پر اس حد تک زور دیا ہے کہ دونوں میں تعارض کے پہلو دب کر رہ گئے ہیں۔ مصنف یہ کہنے میں یقیناً حق بجانب ہیں کہ قرآن نے مظاہر فطرت میں غور و خوض کرنے پر اس حد تک زور دیا ہے کہ اس سے جدید علوم کی تحصیل کی اہمیت واضح ہوتی ہے، لیکن یہ کہنا کہ قرآن جدید سائنس کا عالم بردار ہے ـــ وہ سائنس جو الحاد و دہریت پر مبنی ہے، جس کی نظر سے انسان کا منصب خلافت اوجھل ہے، جسے کائنات کا مقصد تخلیق معلوم نہیں اور جو کائنات سے انتفاع اور استفادہ کے بجائے اس کا استحصال کرتی ہے ـــ مصنف کے نزدیک بھی صحیح نہ ہوگا۔

فاضل مصنف نے اسی کتاب میں 'علم اشیاء اور نظام ربوبیت' (ص۸۱) کے عنوان کے تحت لکھا ہے کہ "بالفاظ دیگر خدا کی پیدا کردہ مخلوقات یا اشیائے عالم کے تفصیلی مطالعہ کا نام علم اشیاء یا سائنس ہے؟' پھر 'علم اشیاء' سے ربوبیت کا تعلق ثابت کیا ہے، حالاں کہ جدید سائنس کے نزدیک ربوبیت خارج از بحث ہے۔ یہ غلط فہمی بھی اسی بات پر مبنی ہے کہ مصنف کے نزدیک علوم کائنات اور سائنس ہم معنیٰ ہیں۔ مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "آج کل مذہبی حلقوں میں عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ موجودہ سائنسی علوم چند بدلتے ہوئے نظریات یا 'افکار پریشاں' کا نام ہے جن کی بنیاد پر کتاب اللہ کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ہوسکتا اور احتیاط کا تقاضا ہے کہ قرآن کی تفسیر میں اس قسم کے علوم کو داخل نہ کیا جائے۔ مبادا آگے چل کر یہ نظریات بدل جائیں اور کتاب الٰہی کی ابدیت پر حرف آجائے۔" (ص۹۸)

آگے انھوں نے تفصیل سے علماء کے اس خیال کی تغلیط کی ہے اور عناصر، ایٹم اور دوسری چیزوں کی مثالیں دیتے ہوئے لکھا ہے:

> "ابتداء میں انسانی علم محدود ہوتا ہے، نئے نئے انکشافات سے سابقہ معلومات یکسر باطل نہیں ہوجاتیں، بلکہ ان کے نئے پہلوؤں کا مزید علم حاصل ہوتا ہے۔"

مصنف نے مذہبی حلقوں کی جس بات کو غلط فہمی پر مبنی قرار دیا ہے وہ اپنے اندر وزن رکھتی ہے۔ یقیناً سائنس کے نظریات اٹل اور ناقابل تغیر نہیں، بلکہ تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ قرآن کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجمل بیانات کے ذریعہ ان کی تائید و توثیق سے انھیں درجۂ اعتبار ملے یا نہ ملے، قرآن کی صداقت پر ضرورت حرف آتا ہے۔ اس بات کو ایک مثال کے ذریعہ واضح کیا جاسکتا ہے۔ زمانۂ قدیم میں سائنس نے سورج اور دوسرے سیاروں کو متحرک اور زمین کو ساکن قرار دیا تو علماء نے قرآن سے اس کی تائید کی۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد سورج کو ساکن اور زمین سمیت دوسرے سیاروں کو متحرک قرار دیا جانے لگا۔ اس وقت کے علماء نے اس کی تائید میں بھی قرآن کی آیات پیش کردیں اور اب جدید سائنس کے نزدیک سورج دوسرے تمام سیاروں کے ساتھ ایک مخصوص سمت میں رواں دواں ہے۔ اس کی تائید میں بھی قرآن کی آیتیں پیش کی جاتی ہیں! ایک مسلمان حیران ہے اور اسے یہ پوچھنے کا حق ہے کہ آخر یہ کیسا قرآن ہے جو دو متضاد نظریات میں سے ہر ایک کی تائید کردیتا ہے؟

مصنف نے قرآنی اعجاز نمایاں کرنے میں بعض مواقع پر کھینچا تانی سے کام لیا ہے۔ مثلاً پورے ایک مضمون 'ایٹم اور قرآن' (ص ۵۱-۵۴) میں آیت "لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ" (سبا:۳) کی سائنسی معلومات کی روشنی میں تشریح کی ہے اور 'ذرۃ' سے مراد ایٹم لیا ہے۔ تبصرہ نگار کا خیال ہے کہ اس قسم کی علمی موشگافیاں روح قرآن کے منافی ہیں۔ آیت میں لفظ 'ذرۃ' کی سائنسی تشریح اور تفصیل سے وہ بات ذہن سے اوجھل ہو جاتی ہے جس پر قرآن زور دے رہا ہے۔

تیسری کتاب 'جدید علم کلام۔ قرآن اور سائنس کی روشنی میں' ہے۔ مصنف کے نزدیک قرآن کے منصوص بیان کے مطابق سائنسی تحقیقات کے ذریعے ایسے حقائق و معارف یا علمی و سائنٹفک دلائل مل سکتے ہیں جن سے اسلام کے بنیادی عقاید (توحید، رسالت، آخرت) کا ثبوت فراہم ہے اور ان معارف کی روشنی میں ایک نیا فلسفہ مرتب کیا جاسکتا ہے جو منکرین و معاندین حق کی غلط منطق اور ان کے الحادی نظریات کا رد بھی مؤثر طور پر کرسکتا ہے۔ اسی فلسفہ کو مصنف نے 'جدید علم کلام' سے تعبیر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جدید علم کلام کی تدوین ہونی چاہیے اور وہ یوں کہ قرآن کو اس کا محور و مرکز بنا کر اس میں نظام کائنات کے متعلق جو سیکڑوں آیتیں مذکور ہیں ان کی مفصل تشریح و تفسیر جدید سائنسی علوم کی روشنی میں کی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری کتاب میں مصنف نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن نے مظاہر فطرت میں غور وخوض کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے دینی اور دنیاوی علوم میں کوئی تقسیم نہیں کی ہے۔ وہ کائنات میں فکر و تدبر کرنے والوں کو اہل عقل، علماء اور دوسرے خطابات سے نوازتا ہے اور علمی اعمال کو عبادات سے افضل قرار دیتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جدید علوم سے اعراض تبلیغ دین کے پہلو سے بھی نقصان دہ ہے۔ جدید زمانے کے اسلوب میں قرآن کی دعوت عام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس کے علوم کو حاصل کیا جائے۔ اسی کے ذریعہ اقوام عالم پر اتمامِ حجت کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں مصنف امت مسلمہ کا صحیح منصب یہ قرار دیتے ہیں کہ ہر دور میں اس کے اندر ایک ایسی جماعت ہو جو آیات الٰہی میں غور وخوض اور تفکر و تدبر کرے اور اس کے انوکھے اور اچھوت اسباق و بصائر کو منظر عام پر لائے اور عصری تقاضوں کے مطابق عالم انسانی کی ہدایت ورہنمائی کا فریضہ بحسن و خوبی انجام دے۔" (ص ۱۰۸)

تینوں کتابوں میں ایک چیز جو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ ان میں مضامین کی بہ کثرت تکرار ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ مصنف منصوبہ بند طریقے پر مباحث کو ترتیب دیتے، ایک کتاب میں جو باتیں زیر بحث ہوتیں دوسری کتاب میں اس سلسلہ کی اگلی باتوں کا ذکر کرتے تو اس سے ان کتابوں کی علمی اور تحقیقی قدر و قیمت میں اضافہ ہوتا۔

فاضل مصنف کی یہ تمام کتابیں دعوتی لٹریچر کی حیثیت رکھتی ہے جن میں سائنسی علوم کی تحصیل پر زور دیا گیا ہے اور سائنس اور ٹکنالوجی کو مسلمانوں کی ترقی کا ضامن قرار دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے ان کتابوں کی افادیت مسلّم ہے کہ اس موضوع پر اب تک بہت کم کام کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ سائنسی علوم کا غائرانہ مطالعہ کرکے ان میں جو الحاد اور بے دینی پیدا کردی گئی ہے اس کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور قرآن ان علوم میں جس نظام ربوبیت کی صراحت کرتا ہے اس کا اثبات کرتے ہوئے اسلام کے بنیادی عقائد (توحید، رسالت، آخرت) کا اثبات کیا جائے۔ اسی صورت میں ان علوم کو 'جدید علم کلام' کہا جاسکے گا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۵) قرآنیات کے چند اہم مباحث

مصنف: ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی

ناشر: شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

سنۂ اشاعت: ۲۰۰۲ء، **صفحات:** ۲۶۲، **قیمت:** ۱۰۰ روپے

ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں استاد ہیں۔ لیکن وہ عربی اور اردو کے ادبی موضوعات کے علاوہ قرآنیات پر بھی مسلسل لکھتے رہتے ہیں۔ اردو زبان میں قرآنی موضوعات پر مطبوعہ کتب اور مقالات کا مبسوط اشاریہ، جسے انھوں نے بڑی محنت سے تیار کیا تھا، ششماہی مجلہ علوم القرآن علی گڑھ کی متعدد قسطوں میں شائع ہو چکا ہے۔ مولانا اسلم جیراج پوری، امام محمد بن حسن شیبانی، نقوش عقاد اور مصر میں مقالہ نگاری کا ارتقاء ان کی چند اہم تصانیف ہیں۔

زیرِ نظر کتاب قرآنیات کے موضوع پر مصنف کے دس مقالات کا مجموعہ ہے۔ ابتدائی تین مقالات میں مولانا حمیدالدین فراہی (م ۱۹۳۰ء) کی تصانیف (مفردات القرآن، حکمت قرآن اور تفسیر سورۂ التین) کا تعارف کرایا گیا ہے۔ تین مقالے مولانا امین احسن اصلاحی (م ۱۹۹۷ء) کی فکر کے تعارف پر ہیں۔ ان میں، ان کی تفسیر 'تدبر قرآن' میں سورتوں کے گروپ اور کلامِ عرب سے استشہاد و استدلال کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کی کتاب 'فلسفے کے بنیادی مسائل قرآن حکیم کی روشنی میں' کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ایک مقالہ ''مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی کی قرآنی خدمات' پر ہے۔ یہ بھی اصلاً فکرِ فراہی کا تسلسل ہے۔ ایک مقالہ میں ڈپٹی نذیر احمد کی مشہور کتاب 'مطالب القرآن' کا تعارف کرایا گیا ہے۔ ایک مقالے میں سورۂ توبہ کے آغاز میں بسم اللہ نہ ہونے کے اسباب پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس سلسلے میں مفسرین کے اقوال نقل کیے گئے ہیں۔ آخری مقالے میں عربی مجلہ المنہل جدہ کی قرآن پر خصوصی اشاعت پر تبصرہ اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشتملات کا تعارف کرایا گیا ہے۔

مولانا فراہیؒ اور ان کے شاگردوں اور فکری منتسبین نے قرآنیات پر جو کام انجام دیئے ہیں انھوں نے اہمیت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے علمی دنیا میں اپنا مقام بنا لیا ہے اور ان کا وزن محسوس کیا جا رہا ہے۔ غالباً مصنف کے پیش نظر ان کاموں کا صرف تعارف اور ان کی خصوصیات کا تذکرہ رہا ہے۔ اسی لیے انھوں نے ان کے تجزیاتی اور تنقیدی مطالعہ کی طرف توجہ نہیں کی ہے۔ ضرورت ہے کہ مولانا کی فکر کو آگے بڑھایا جائے اور قرآنیات کے جن پہلوؤں پر کام نہیں ہو سکا ہے، یا نا تمام یا ابتدائی شکل میں ہے، ان پر عصری تقاضوں اور معیارات کے مطابق تحقیقات کی جائیں۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۶) قرآنی مقالات (ماہنامہ الاصلاح کے منتخب مضامین)

ترتیب و پیش کش: ادارۂ علوم القرآن، پوسٹ بکس ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ

طبع اول: ۱۹۹۱ء، صفحات: ۳۲۰، قیمت عام ایڈیشن: ۶۰ روپے، لائبریری ایڈیشن: ۸۵ روپے

مولانا حمید الدین فراہیؒ اور ان کے ارشد تلامذہ نے قرآن میں غور و تدبر کا جو نہج اپنایا ہے اور جو نتائج تحقیق پیش کیے ہیں وہ فہم قرآن کی راہ میں ایک اہم پیش رفت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان افکار و تحقیقات کی اشاعت کے لیے ۱۹۳۶ء میں دائرۂ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سے ماہ نامہ الاصلاح کا اجراء عمل میں آیا تھا۔ یہ اپنے طرز کا منفرد مجلّہ تھا جس میں قرآنیات سے متعلق خاصے معیاری مضامین شائع ہوئے تھے۔ افسوس کہ وہ تین سال سے زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہ سکا۔ تقریباً نصف صدی کے بعد دبستانِ فراہی سے وابستہ مسلم یونیورسٹی کے کچھ اساتذہ نے اس علمی روایت کے احیاء کا فیصلہ کیا اور 'علوم القرآن' کے نام سے ایک ششماہی رسالہ کا اجراء کیا۔ 'الاصلاح' مرحوم کے نقشِ قدم پر یہ مجلّہ بھی قرآنی موضوع کے لیے مخصوص ہے۔

ادارۂ علوم القرآن کے ذمہ داروں نے اس مجموعہ کی صورت میں ماہ نامہ الاصلاح کے منتخب قرآنی مضامین کی اشاعت کا فیصلہ کرکے بہت اہم خدمت انجام دی ہے۔ اور اس طرح ان نادر قرآنی تحقیقات کو، جو نایاب فائلوں تک محدود تھیں۔ شائقینِ قرآنیات کے لیے سہل الحصول بنا دیا ہے۔

مقالات کو پانچ ذیلی عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ''اصولِ تفسیر' پر ہے، دوسرے حصے میں 'تفسیر و تاویل' کے عنوان کے تحت ایسے مقالات رکھے گئے ہیں جن سے نظم قرآن کی روشنی میں بعض آیتوں کی صحیح تاویل واضح ہوتی ہے۔ 'تحقیقات قرآنی' کے ذیل میں ایسے مقالات ہیں جو بعض اہم موضوعات، مثلاً اسماء سور، حروف مقطعات، تکرار، جمع، تصور نجات وغیرہ کی وضاحت کرتے ہیں۔ اگلا ذیلی عنوان 'اقسام القرآن' ہے، جس کے تحت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درج مقالات کے ذریعے بعض قرآنی قسموں سے نوعیتِ استشہاد پر روشنی پڑتی ہے۔ آخری عنوان 'تعلیمات قرآنی' کے تحت قرآن کے آئینہ میں مومن کی تصویر، تقوی اور خلوص کے موضوعات پر مقالات ہیں۔ مقالہ نگاروں میں مولانا فراہیؒ، مولانا اختر احسن اصلاحیؒ، مولانا امین احسن اصلاحیؒ، مولانا عبدالاحد اصلاحیؒ، مولانا داؤد اکبر اصلاحیؒ، مولانا ابواللیث اصلاحی ندویؒ اور مولانا بدرالدین اصلاحیؒ شامل ہیں۔ آخر میں عصری انداز تالیف کی رعایت میں اشاریہ بھی مرتب کیا گیا ہے مگر وہ ناقص ہے۔

اس مجموعہ میں مقالات کو ایک مخصوص ترتیب سے محض اکٹھا ہی نہیں کر دیا گیا ہے، بلکہ ادارہ کی جانب سے حواشی وحوالہ جات کی تکمیل، آیات نمبر کی تصریح، احادیث واشعار کی تخریج اور اساسی ماخذ کی مدد سے حواشی وتعلیقات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ تبصرہ نگار کا تاثر ہے کہ ابھی بہت سے حوالے نہیں دیئے جاسکے ہیں (مثلاً ص ۱۴، ص ۹۲ پر حضرت عمر کے قول، ص ۵۲ پر امام رازی، ص ۱۰۳ وص ۱۰۵ پر نیشاپوری، ص ۱۸۸ پر غزالی، ص ۲۳۰ وص ۲۸۲ پر حدیث کے حوالے وغیرہ) اگلے ایڈیشن میں اگر انہیں مکمل کر دیا جائے تو افادیت میں اضافہ ہوگا۔

اس قابل قدر مجموعہ کی اشاعت پر ادارۂ علوم القرآن کے ذمہ داران قرآنیات سے دلچسپی رکھنے والوں کی جانب سے ازحد شکریہ کے مستحق ہیں۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۷) مردود اقوام

مصنف: مولانا (ڈاکٹر) ابوالحیات اشرف دہلوی

ناشر: مکتبہ البلاغ، پوسٹ بکس ۱۶۹۸، دہلی۔۶

طبع اول: فروری ۱۹۹۲ء، **صفحات:** ۱۲۸، **قیمت:** ۲۵ روپے

قرآن کریم میں ایسی متعدد اقوام کا تذکرہ ہے جو اللہ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ سے بھٹک گئی تھیں۔ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے بھیجے۔ انھوں نے انھیں راہِ حق پر لانے کی انتھک کوشش کی۔ ہر طرح سے سمجھایا، مگر انھوں نے مان کر نہ دیا۔ بالآخر جب ان پر حجت تمام ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کرکے بعد کی نسلوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دیا۔ ان معذب اقوام کا تذکرہ قرآن میں بہت سے مقامات پر کیا گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا جب دشمنانِ اسلام قرآن کے بیان کردہ ان واقعات کو فرضی قصے قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ قرآن نے اپنے مخاطبین کو محض ڈراتے دھمکانے کے لیے ان قصوں کا سہارا لیا ہے، مگر ماضی قریب میں ہونے والی اثری تحقیقات اور ان سے برآمد ہونے والی الواح اور حاصل ہونے والی معلومات اور نتائج نے ان اقوام کے حالات کو طشت از بام کردیا ہے اور انہیں ایک زندہ حقیقت کے روپ میں پیش کیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں انہی معذب اقوام کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف کی صراحت کے مطابق اس میں صرف ان اقوام کا تذکرہ ہے جن پر عذاب کی کیفیت قرآن نے بالتفصیل بیان کی ہے، یعنی قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم لوط۔ قرآن کریم کی روشنی میں مصنف نے ان اقوام کی طرف بھیجے جانے والے انبیاء، ان کی دعوت، ان اقوام کا تمدنی عروج، انبیاء کی دعوت کے جواب میں ان کی سرکشی اور انجام کار ان پر عذاب سے بحث کی ہے۔ آخر میں 'درس عبرت' کے عنوان کے تحت انھوں نے اللہ تعالیٰ کے قانونِ مکافات پر روشنی ڈالی ہے کہ اس نے کن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برائیوں کے نتیجے میں گزشتہ اقوام کو ہلاک کیا؟ اور اس سے یہ نتیجہ پیش کیا ہے کہ اگر آج کل بھی ان سے اجتناب نہیں کیا جاتا تو اس کا یہ قانون کسی نہ کسی صورت میں پھر نافذ ہوسکتا ہے۔ مصنف نے ان معذب اقوام کے حالات کے سلسلہ میں جدید تصنیفات، سائنسی معلومات اور عصری تحقیقات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب، جو مصنف کی پہلی کاوش ہے، بحیثیت مجموعی اپنے موضوع پر ایک اچھی پیش کش ہے۔

مصنف کی نظر ثانی کے لیے چند باتوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے:

۱۔ آیات قرآنی کے ترجمہ یا ان سے استدلال کے سلسلہ میں جو احتیاط ملحوظ رکھی جانی چاہیے اس کی جا بجا کمی محسوس ہوتی ہے۔ مثلاً آیت وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا (ھود:۲۹) کا ترجمہ انھوں نے یہ کیا ہے: ''میں ان لوگوں کو دھوکے دینے سے بھی رہا'' (ص۱۴) جب کہ 'طرد' کے معنی دھوکہ دینا نہیں، بلکہ دھتکارنا، دھکا دینا، دفع کرنا وغیرہ آتے ہیں۔ آیت وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ (حجر:۶۷) کا ترجمہ یہ کیا ہے: ''شہر کے لوگ خوشی کے مارے بے تاب ہوگئے'' (ص۹۶) یہاں ''جاء'' کا ترجمہ ہی چھوڑ دیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے: ''قوم نوح کی ہلاکت پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا'' (ص۲۳) دلیل میں یہ آیت پیش کی ہے: فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (مومنون:۲۸) (کہو شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات دی) جب کہ اس آیت میں اللہ کا شکر ادا کرنے کا حکم ظالم لوگوں کی ہلاکت پر نہیں بلکہ ان سے نجات پانے پر دیا گیا ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے: ''حضرت لوط غمگین، پریشان حال اور بے بس تھے۔ فرمایا کہ کاش میرے اندر جسمانی طور پر تمھارے اس جبر و تشدد کے مقابلے کی طاقت ہوتی یا کوئی میرا بیٹا ہوتا جو اس وقت میرا سہارا بنتا۔'' (ص۹۸) مصنف نے یہاں حوالہ تو نہیں دیا، مگر واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ مفہوم اس آیت سے اخذ کیا ہے: قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ (ھود:۸۰) تبصرہ نگار کے نزدیک 'رکن شدید' سے بیٹا مراد لینا اس کے معنی کو محدود کر دیتا ہے۔

۲۔ مصنف نے قوم ثمود کے بارے میں لکھا ہے: ''یہ قوم جانوروں پر ظلم کرتی تھی۔ خدا نے ایک اونٹنی کو نشانی بنایا کہ جس دن تم نے اس کو ستایا وہی عذاب کا دن ہوگا۔'' (ص۷۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اونٹنی کے معجزہ، پھر قوم ثمود کے چند سر پھروں کے اسے قتل کر دینے سے یہ استدلال کہ وہ قوم جانوروں پر ظلم کرتی تھی، کچھ قرینِ قیاس نہیں معلوم ہوتا۔ مصنف نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ''حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دوٹوک بتا دیا کہ ایک دن معجزاتی اونٹنی تمام چراگاہوں اور چشموں سے مستفید ہوگی'' (۸۱) جہاں تک قرآن کا تعلق ہے اس سے صرف پانی پینے کی باری کا علم ہوتا ہے۔ اس نے چراگاہوں سے استفادہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔

۳۔ قوم نوح پر عذاب کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس سلسلہ میں مصنف کے بیانات تضاد کا شکار ہیں۔ ایک جگہ وہ لکھتے ہیں: ''طوفانِ نوح کی ابتدا شدید بجلی کی گرج اور چمک اور موسلا دھار بارش سے ہوئی، پھر زمین کے ایک خاص تنور سے پانی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔'' (ص ۳۰) جب کہ دوسری جگہ انھوں نے لکھا ہے: ''حضرت نوح کے زمانے میں جو سیلاب عظیم آیا اس کی ابتدا ایک تنور سے ہوئی......'' (ص ۳۲)

بحیثیت مجموعی کتاب قابلِ قدر ہے اور اصلاحی و تربیتی مقصد پورا کرتی ہے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۹۰) المصادر من القرآن الکریم

مؤلف : مولانا عزیز الحق کوثر عمری

ناشر: مکتبہ سراجیہ، J۳۶/۷۸ کچی باغ، وارانسی

سنۂ اشاعت: ۱۹۸۶ء، طبع دوم، صفحات: ۶۴ قیمت: درج نہیں

قرآن کریم کی تعلیمات سے آگاہ ہونے کے لیے اگرچہ مختلف زبانوں میں بے شمار تراجم موجود ہیں، مگر براہِ راست عربی زبان میں اسے پڑھنے کا لطف ہی کچھ اور ہے۔ عربی زبان کی تعلیم و تدریس کے لیے قواعد کی چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ مگر بقول مصنف ''ضروری ہے کہ قرآن مجید کی زبان سیکھنے کے لیے ایسا نصابِ تعلیم تیار کیا جائے جو کم سے کم وقت میں زبان سکھا دے اور اس کے متعلم میں تراجم قرآنی سے مدد لیے بغیر براہِ راست قرآن حکیم سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے'' (ص ۶) اسی ضرورت کی تکمیل کے لیے پیشِ نظر کتابچہ لکھا گیا ہے۔ اس کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف قرآن میں وارد مصادر بیان کیے گئے ہیں۔ مصنف نے ثلاثی مجرد اور ثلاثی مزید کے مختلف ابواب کے تحت مصادر، ان کے معانی اور ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل وغیرہ کے صیغے درج کیے ہیں۔ یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس وقت اس کا پہلا حصہ پیش نظر ہے، جس میں صرف وہ مصادر ذکر کیے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں یا ان کا کوئی مشتق مستعمل ہیں۔

جو لوگ قرآن کریم سمجھنے کے لیے عربی زبان کے قواعد سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کے لیے یہ کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۹۶۰ء میں ہوئی تھی۔

❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۹) مفتاح القرآن (تفسیر سورۂ انعام)

مصنف : مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی

ناشر: مکتبہ ازہریہ، رادھنہ، میرٹھ، یوپی

صفحات: ۱۵۰، سنۂ طباعت و قیمت: ندارد

مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی ایک جید عالم دین ہیں۔ ان کی تدریسی خدمات سے بہت سے مدارس فیض یاب ہو چکے ہیں۔ درس و تدریس کے علاوہ تصنیف و تالیف بھی آپ کا محبوب مشغلہ ہے۔ صحیح بخاری کی شرح کے علاوہ مفتاح القرآن کے نام سے قرآن کی تفسیر بھی لکھ رہے ہیں۔ زیر تبصرہ اس کا وہ حصہ ہے جس میں سورۂ انعام کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

اس حصہ کا مطالعہ کرنے سے اندازہ ہوا کہ فاضل مصنف نے بعض آیات کے ترجمہ اور تشریح میں جمہور مفسرین سے ہٹ کر بعض منفرد خیالات ظاہر کیے ہیں، مثلاً وہ آیت نمبر ۵۸ کی تشریح کرتے ہوئے سورۂ بروج کی آیات:۲۱-۲۲ بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ سے مراد وہ تختیاں بتاتے ہیں جن پر عہد نبوی میں قرآن کی کتابت ہوئی تھی (ص ۵۷) آیت ۷۶ میں مذکورہ حضرت ابراہیم کے مشہور واقعہ میں قَالَ هَـٰذَا رَبِّي کا قائل حضرت ابراہیم کے باپ آزر کو قرار دیتے ہیں (ص ۷۰) آیت ۱۲۸ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ میں الا ماشاء اللہ سے یہ مطلب نکالتے ہیں کہ اہل جہنم کو جہنم میں گاہے وقفہ بھی نصیب ہوگا (ص ۱۲۳) آیت ۱۴۵ کی تشریح کرتے ہوئے سورۃ النساء کی آیت ۱۶۰ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں "یہود کو ان کی شرارت کی وجہ سے ہم نے بہت سی چیزوں سے محروم کر دیا۔ (ص ۱۲۸)

ایک طرف یہ جدت طرازیاں اور بے تکی نکتہ آفرینیاں ہیں جن کی مفسرین سلف میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کسی کی تائید حاصل ہے نہ قرآنی اسلوب وزبان سے وہ معانی نکالتے ہیں، دوسری طرف مفسر کے فرزندگان دیباچہ میں قدیم وجدید تفاسیر میں پائے جانے والے نقائص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''ایک ایسی تفسیر امت پر قرض چلی آرہی تھی جس میں ہر آیت کا بالکل صحیح ودرست مطلب لکھا گیا ہو، والد صاحب کی اس تفسیر کے ذریعہ یہ قرض ادا ہو گیا۔''

کتابت وطباعت بھی جاذب نظر اور شایان شان نہیں ہے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۰) مولانا امین احسن اصلاحی نمبر

(ششماہی علوم القرآن علی گڑھ کی خصوصی اشاعت)

ناشـــر : ادارۂ علوم القرآن، پوسٹ بکس نمبر ۹۹، سرسید نگر، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲

جلد:۱۳-۱۵، جنوری ۱۹۹۸ء-دسمبر ۲۰۰۰ء

صفحات : ۶۰۰، قیمت : ۱۵۰ روپے

فکرِ فراہیؒ کے ترجمان، مایہ ناز مفسرِ قرآن، فکرِ اسلامی کے نقیب اور برصغیر کی اسلامی تحریک کے خادم مولانا امین احسن اصلاحی کی وفات (۱۵ر دسمبر ۱۹۹۷ء) کے بعد ان کی عظیم خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ہند و پاک کے مختلف رسائل و جرائد میں مضامین شائع ہوئے اور بعض رسائل نے خصوصی شمارے نکالے۔ ان میں سب سے ضخیم، مولانا مرحوم کی علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرنے والا اور معیاری و تحقیقی مقالات پر مشتمل زیرِ نظر خصوصی شمارہ ادارۂ علوم القرآن علی گڑھ نے شائع کیا ہے۔

یہ شمارہ تیس مضامین پر مشتمل ہے۔ انھیں تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے میں دس مقالات ہیں، جن میں مولانا مرحوم کی تفسیر 'تدبرِ قرآن' کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ مولانا محمد فاروق خاں اور مولانا محمد عمر اسلم اصلاحی نے اس تفسیر کی امتیازی خصوصیات سے بحث کی ہے۔ مولانا سلطان احمد اصلاحی نے تفسیر کی جلد اول (تا سورۂ آل عمران) کا مطالعہ پیش کرتے ہوئے 'تفسیر کے غیر فراہی عناصر' کی نشان دہی کی ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ مولانا کی حیثیت محض فکرِ فراہی کے ترجمان اور شارح کی ہی نہیں ہے، بلکہ ان کی طبع زاد تحقیقات کی تعداد بھی کافی ہے، جن میں وہ مولانا فراہیؒ سے اختلاف یا ان پر اضافہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ڈاکٹر ابوسفیان اصلاحی اور ڈاکٹر محمد صلاح الدین عمری نے مفرداتِ قرآنی کی لغوی تحقیق اور ڈاکٹر محمد سعود قالم قاسمی اور جناب ساجد حمید نے اسالیبِ قرآن کے موضوعات پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی قیمتی بحثوں کا تجزیہ کیا ہے اور ان کی قدر و اہمیت واضح کی ہے۔ ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی نے آیتِ صیام (البقرۃ ۱۸۴) میں لفظ "يُطِيقُونَ" کے سلسلے میں مولانا کی لغوی تحقیق کو مدلل کیا ہے۔ یہ مقالہ تحقیق و تجزیہ کا اچھا نمونہ ہے۔ حکیم الطاف احمد اعظمی اور مولانا نعیم الدین اصلاحی کے مقالے تنقیدی نوعیت کے ہیں۔ ان میں تدبر قرآن کے امتیازات کے تذکرہ اور اعتراف کے ساتھ ترجمہ و تفسیر کے بعض کم زور پہلوؤں اور مقامات کی بھی نشان دہی کی گئی ہے۔ یہ مقالات خصوصی شمارہ کے ایک تہائی سے زائد حصے پر محیط ہیں۔ ان سے تفسیر تدبر قرآن کی امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں، پھر بھی بعض پہلو تشنۂ تحقیق رہ گئے۔ مثلاً مولانا نے تفسیر میں کلامِ عرب سے استشہاد پر بہت زور دیا ہے، مگر اس موضوع پر اس مجموعہ میں کوئی مستقل مقالہ ہے، نہ کسی مقالے میں ضمناً بحث کی گئی ہے۔

مجموعہ کا دوسرا حصہ ان مقالات پر مشتمل ہے جن میں مولانا کی تصانیف اور تفسیر کے علاوہ دیگر خدمات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ مولانا نسیم ظہیر اصلاحی نے اپنے مقالے میں تمام تصانیف کا تعارف کراتے ہوئے ان کے مشتملات پر روشنی ڈالی ہے اور طباعتی تفصیلات پیش کی ہیں۔ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی نے 'اسلامی قانون کی تدوین'، مولانا محمد عارف عمری نے 'عائلی کمیشن کی رپورٹ' اور جناب عبدالخالق فاروقی نے 'تزکیۂ نفس' پر الگ الگ مطالعہ پیش کیا ہے۔ مولانا مرحوم کی ادارت میں مدرسۃ الاصلاح سے 'الاصلاح' نامی ایک ماہ وار رسالہ چار سال تک (جنوری ۱۹۳۶ء تا نومبر ۱۹۳۹ء) نکلا تھا۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحی نے اس کا مفصل تعارف کرایا ہے اور اس کے مضامین اور مضمون نگاران کا اشاریہ مرتب کر دیا ہے۔ جناب خالد مسعود صاحب نے مولانا کی خدمتِ حدیث سے بحث کی ہے۔ یہ مقالہ اصلاً مولانا مرحوم کی کتاب 'مبادی تدبر حدیث' کا تعارف ہے۔ حدیث سے متعلق مولانا کے خیالات اور تحقیقات کے بہت سے پہلو ہیں جو ان کی تفسیر اور دیگر تصانیف میں زیرِ بحث آئے ہیں۔ ان کی روشنی میں اس موضوع پر ایک بھرپور مقالہ کی ضرورت اب بھی باقی ہے۔ ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی نے مولانا کی تحریکی خدمات پر روشنی ڈالی ہے۔ مولانا کی زندگی کا یہ وہ پہلو ہے جو ان کی وفات کے بعد شائع ہونے والے مضامین اور خصوصی شماروں میں عموماً نظر انداز ہوا ہے۔ اس مقالہ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ کی مفصل معلومات مستند حوالوں کے ساتھ فراہم کی گئی ہیں اور یہ دکھانے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے کہ مولانا کی زندگی کا یہ پہلو بھی خصوصی اہمیت کا حامل ہے اور یہ کہ اگرچہ بعض اسباب سے مولانا کی تحریکِ اسلامی سے رسمی وابستگی برقرار نہیں رہ سکی تھی، لیکن اپنی زندگی کے آخری لمحے تک وہ فکرِ اسلامی کے فروغ کے لیے کوشاں رہے اور تحریکِ اسلامی کے وابستگان بھی ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کا مقالہ مولانا کے اسلوبِ نگارش پر ہے۔ انھوں نے مثالوں کے ذریعے واضح کیا ہے کہ خالص علمی اور خشک موضوعات پر مشتمل ہونے کے باوجود مولانا کی تحریروں میں شگفتگی، سلاست اور ادب کی چاشنی پائی جاتی تھی۔ تبصرہ نگار کا احساس ہے کہ مولانا کی بعض تحریروں میں ظرافت کی لطافت اور طنز کی کاٹ بھی ملتی ہے۔ یہ خوبیاں ان تحریروں میں بہت نمایاں ہیں جو یورپ کی نقالی کرنے والے متجدّدین اور جماعت اسلامی کے مخالفین کی تنقید میں لکھی گئی ہیں۔ اسلوبِ نگارش کے ذیل میں اس پہلو پر بھی روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی۔

تیسرے حصے میں کچھ عمومی نوعیت کے مضامین اور متفرق چیزیں ہیں۔ مثلاً مولانا کے ذاتی احوال وکوائف پر مشتمل ان سے لیا گیا ایک یادگار انٹرویو، مولانا کے بارے میں قدیم ترین اصلاحی حضرات: حکیم محمد مختار اصلاحی، حکیم فیاض احمد اصلاحی اور مولانا عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی کے مشاہدات وتاثرات اور مولانا کے گھریلو احوال پر مشتمل ان کے بھتیجے پروفیسر اشتیاق احمد سے لیا گیا انٹرویو۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی نے ایک مضمون میں مولانا فراہی کے ایک عقیدت مند ڈاکٹر حفیظ اللہ کے احوال اور مولانا امین احسن اصلاحی سے ان کے قریبی تعلقات پر روشنی ڈالی ہے۔ ڈاکٹر حفیظ اللہ نے مولانا فراہی کے مسودات کی ترتیب و تدوین اور اشاعت میں غیر معمولی دلچسپی لی تھی اور دائرۂ حمیدیہ کے قیام، رسالہ الاصلاح کے اجراء اور دیگر مواقع پر گراں قدر مالی تعاون کیا تھا۔ اس مضمون میں اس سلسلے کی مفصل اور تحقیقی معلومات زبانی روایات، مکاتیب اور دیگر حوالوں سے فراہم کی گئی ہیں۔ لیکن ان اسباب کی وضاحت پھر بھی نہیں ہو پائی ہے جن کی بنا پر نصف صدی قبل ڈاکٹر حفیظ اللہ کے ذریعے وقف کی گئی پچاس ہزار روپے کی خطیر رقم کا استعمال نہیں ہو پایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخر میں کتابیات اصلاحی کے عنوان سے مولانا کی مطبوعہ کتب اوران پر شائع ہونے والی تحریروں کا اشاریہ ہے، جسے ڈاکٹر ظفرالاسلام اصلاحی نے مرتب کیا ہے۔ اندازہ ہے کہ مولانا کا تحریری سرمایہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ مولانا کے مضامین جو ترجمان القرآن، میثاق، تدبر اور دیگر علمی رسائل میں شائع ہوتے رہے ہیں، اگر کوشش کرکے ان کا بھی اشاریہ مرتب کردیا جاتا تو افادیت میں اضافہ ہوتا۔

مولانا کی علمی وفکری زندگی کے بعض پہلو تشنہ رہ گئے ہیں، جس کا مدیر کو بھی احساس ہے۔ اس سلسلہ میں کارکنانِ ادارہ کی بھی مجبوریاں ہیں، جن کی وجہ سے انھیں معذور سمجھنا چاہیے۔ پھر بھی کم از کم ابتدا میں سنین کی ترتیب سے مولانا کی سوانح حیات اور علمی و دینی خدمات کا مختصر بیان مناسب تھا۔ ایسی بھی کیا بے نیازی کہ چھ سو صفحات پر مشتمل ہونے کے باوجود اس خصوصی شمارے سے مولانا کی تاریخِ وفات کا علم نہ ہو سکے۔

یہ خصوصی شمارہ بہت قابلِ قدر، معیاری اور تحقیقی مضامین پر مشتمل ہے۔ امید ہے مولانا امین احسن اصلاحیؒ کی فکر اور خدمات پر کام کرنے والوں کے لیے حوالہ کا کام دے گا۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۱) نباتاتِ قرآن۔ایک سائنسی جائزہ

مصنف : ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی، اسسٹنٹ ڈائرکٹر نیشنل بوٹینکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لکھنؤ

ناشر : سدرہ پبلشرز، نعمت اللہ بلڈنگ، نعمت اللہ روڈ، امین آباد، لکھنؤ۔۱۸

طبع اول: جولائی ۱۹۸۹ء، صفحات: ۱۸۴، قیمت: (اردو ایڈیشن) سو روپے (انگریزی ایڈیشن) دو سو روپے

نباتاتِ قرآن کے موضوع پر ڈاکٹر محمد اقتدار حسین فاروقی کی یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع ہوئی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے پیش لفظ، نیشنل بوٹینکل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے ڈائرکٹر پی۔ وی۔ سانے کے تعارف اور مصنف کے مقدمہ کے بعد تیس ابواب پر مشتمل ہے۔ آخر میں ببلیوگرافی اور قرآنی وعربی ناموں اور نباتاتی ناموں کے انڈکس ہیں۔

قرآن مجید میں زمین کے جن پودوں کے نام آئے ہیں، وہ کیا ہیں؟ اور ان کی نباتاتی خصوصیات کیا ہیں؟ تفسیر کرنے والے علماء وفضلاء نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق ان کا تذکرہ کیا ہے، لیکن بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی "ضرورت تھی کہ کوئی ماہر یہ کام کرتا تو اس سے کچھ ایسے پہلو سامنے آسکتے جو عام مفسرین کے بیان وتشریح میں نہیں ملتے'' (ص ۶) ڈاکٹر اقتدار فاروقی نے یہی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔ بقول پی۔ وی۔ سانے "وہ ایک باصلاحیت اور مستند پلانٹ کیمسٹ ہیں، جن کو نباتاتی کیمیا کا بہت گہرا تجربہ ہے" (ص ۸) انھوں نے کئی سال کی محنت، تحقیق وجستجو کے بعد یہ کتاب تیار کی ہے۔ مصنف یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ "اردو اور انگریزی میں ابھی تک اس موضوع پر کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی ہے۔" (ص ۱۰)

مصنف نے کتاب کے ابتدائی بائیس ابواب میں ان پودوں کی تحقیق کی ہے جن کے نام قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ ان کا طریق تحقیق یہ ہے کہ پہلے وہ ہر ایک کا قرآنی نام، پھر دیگر زبانوں میں اس کا نام، پھر نباتاتی نام ذکر کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کے سلسلہ میں وارد قرآنی آیات حوالہ اور ترجمہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور آخر میں مختلف تفسیروں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سائنسی لٹریچر کی روشنی میں اس کی تعیین کرتے ہوئے اس کی نباتاتی، طبی اور کیمیاوی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔ آخری آٹھ ابواب میں قرآن میں نباتات سے متعلق وارد مختلف الفاظ مثلاً شجر، ثمر، ورقہ، حب، زرع وغیرہ کا بھی انہوں نے اسی نہج پر سائنسی مطالعہ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنے موضوع پر یہ ایک قابل قدر تصنیف اور قرآنیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ بعض نباتات پر گفتگو کے دوران مصنف نے عام مفسرین سے اختلاف کرتے ہوئے نئی تحقیق پیش کی ہے۔ مثال کے طور پر تمام مفسرین نے قرآن میں وارد لفظ 'سدر' (سبا:۱۶) کو 'بیری کا درخت' کہا ہے، لیکن مصنف نے مختلف تفاسیر، کتب لغات قرآن، احادیث، تاریخ، کتاب مقدس اور جدید یورپین محققین کی تحقیقات کی روشنی میں تفصیلی بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ 'سدر' دنیا کا وہ حسین ترین درخت ہے جس کو آج کل عربی میں 'الارز' کہتے ہیں (ص۶۲-۷۵) اسی طرح قرآن میں مذکور 'کافور' کے بارے میں قدیم و جدید لٹریچر کی روشنی میں انھوں نے یہ تحقیق پیش کی ہے کہ یہ وہ کافور نہیں جو آج کل معروف ہے، بلکہ یہ حنا (مہندی) کے معنیٰ میں معلوم ہوتا ہے (ص۸۵-۹۸) ''منّ'' اور ''زقوم'' کے بارے میں بھی مصنف نے اچھی بحث کی ہے۔ انھوں نے بعض ان درختوں کی تعیین کی بھی کوشش کی ہے جن کے نام قرآن میں مذکور نہیں ہیں، مثلاً وہ درخت کون سا تھا جس کا پھل کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کو روکا گیا تھا؟ وہ کون سا درخت تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تجلیٔ ربانی نظر آئی تھی؟ وہ کون سا درخت تھا جس کے نیچے بیعتِ رضوان ہوئی تھی؟ اور وہ کون سا درخت ہے جس کی لکڑی رگڑنے سے آگ نکلتی ہے؟ وغیرہ۔

کتاب کی قدر و قیمت کے اعتراف کے ساتھ اگر اس کی کچھ خامیوں اور مصنف کی بعض فروگذاشتوں کی طرف اشارہ کر دیا جائے تو کوئی نامناسب بات نہ ہوگی۔

تبصرہ نگار کے نزدیک یہ بہت اچھا ہوتا اگر کتاب کے شروع یا آخر میں ایک مستقل باب اس بحث کے لیے وقف ہوتا کہ قرآن نے نباتات کا تذکرہ کر کے کن چیزوں پر استدلال کیا ہے؟ قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں کہ اس میں محض انسانوں کی سائنسی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے کچھ نباتات کا تذکرہ کر دیا گیا ہو، بلکہ کائنات کے دوسرے مظاہر کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح عالمِ نباتات کے ذریعے بھی بعض مخصوص عقائد پر استدلال کیا گیا ہے۔ ان نباتات کے ذریعے قرآن کا طریق استدلال کیا ہے؟ اور اس نے انھیں کن امور پر دلیل بنایا ہے؟ یہ بحث بھی کتاب میں شامل ہوتی تو اس کی افادیت و جامعیت میں مزید اضافہ ہوتا۔

کتاب کی ایک بڑی خامی بغیر حوالے کے اقتباسات اور ناقص اور ثانوی Second Hand حوالے ہیں، مثلاً ص ۱۷ پر البیرونی، ص ۱۷ پر سیوطی، ص ۱۳۵ پر ابن سینا کے اقوال، ص ۱۹، ۴۵-۴۶، ۵۴، ۸۳-۸۴ وغیرہ پر نباتات کے طبی فوائد اور ص ۵۹، ۶۶، ۸۲ پر احادیث بغیر حوالے کے مذکور ہیں۔ ص ۱۹ پر بائبل کا حوالہ انگریز مصنفین کے حوالے سے اور ص ۴۹ پر ایک حدیث کا حوالہ تفسیر حقانی سے دیا گیا ہے۔ حالاں کہ اصل کی طرف رجوع کر کے ان کا حوالہ دیا جاسکتا تھا۔

کتاب میں بعض مقامات پر حسن ترتیب کی بھی خامی نظر آتی ہے۔ مثلاً مصنف نے قوم سبا اور سیل ارم کی کچھ تفصیل باب ۸ 'جھاؤ' میں بیان کی ہے (ص ۷۸-۷۹) حالاں کہ اسے اس سے قبل باب ۷ 'سدرہ یا بیری' میں ہونا چاہیے تھا۔ اسی طرح انھوں نے باب ۱۴ میں لہسن (فوم) کے بارے میں جو کچھ بیان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ تفصیل اس کے بارے میں باب ۱۲ مسور (عدس) میں ضمناً ملتی ہے، جب کہ غیر متعلقہ باب میں محض اشارہ اور اصل باب میں تفصیل ہونی چاہیے تھی۔

تبصرہ نگار کو یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ مصنف نے بعض مقامات پر انتہائی ضعیف اور بے بنیاد روایات کا سہارا لیا ہے۔ اگر وہ ان سے اپنا دامن بچائے رکھتے تو اچھا ہوتا۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ص ۱۰۴ پر مصنف نے 'حضرت موسیٰ کے چٹان پر بارہ مرتبہ اپنا عصا مارنے' کا تذکرہ کیا ہے۔ معلوم نہیں اس کا ماخذ کیا ہے؟ قرآن و حدیث میں تعداد کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا، بلکہ انداز بیان سے ایک مرتبہ ہی مارنا مترشح ہوتا ہے، البتہ بائبل میں صرف دو مرتبہ عصا مارنے کی صراحت ملتی ہے (کتاب گنتی باب ۲۰: ۱۲) حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں انھوں نے ابن اثیر کے حوالے سے ایک انتہائی بے بنیاد روایت نقل کی ہے، جس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یونس فرائضِ نبوت کی انجام دہی کے لیے نینوا گئے ہی نہیں (ص ۱۲۰) (تبصرہ نگار کو ابن اثیر کی الکامل میں ایسی کوئی روایت نہیں ملی) حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اگر مصنف حضرت یونسؑ کے بارے میں قرآن میں موجود تفصیلات (سورۃ الانبیاء: ۷۸-۸۸، سورۃ الصافات: ۱۳۹-۱۴۸، سورۂ یونس: ۹۸) سے رجوع ہوتے اور خاص طور پر آیت وَذَا النُّونِ إِذ ذَّهَبَ مُغَاضِباً (الانبیاء: ۸۷) پر غور، یا مختلف کتبِ تفسیر میں اس آیت کی تفسیر کا مطالعہ کر لیتے تو انھیں اس روایت کے بطلان کا یقین ہو جاتا۔

مصنف نے ایک باب 'طوبیٰ' کا قائم کیا ہے (ص ۱۴۴) اور اس میں سورۂ رعد کی آیت ۲۹ الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ میں لفظ 'طوبیٰ' کو جنت کا ایک درخت قرار دیا ہے۔ تبصرہ نگار کو اس سے اختلاف ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض مفسرین نے طوبیٰ کو جنت کا ایک درخت قرار دیا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ بعض محدثین نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہتے ہیں" لیکن تبصرہ نگار کے نزدیک اس حدیث کو مذکورہ آیت کی تفسیر قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ طوبیٰ کو جنت کا درخت مان کر آیت کا مطالعہ کیجیے (جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے جنت کا ایک درخت اور اچھا انجام ہوگا) تو آیت کی معنویت میں کتنا فرق آ جاتا ہے؟ ثانیاً خود حدیث میں لفظ طوبیٰ دوسرے معنی میں بھی آیا ہے۔ المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی میں ایسی حدیثوں کی ایک لمبی فہرست ملتی ہے۔ بعض احادیث میں تو جنت والا مفہوم بداہتہً صحیح نہیں معلوم ہوتا، مثلاً طوبیٰ للشام (ترمذی، ابواب المناقب)

مصنف نے باب ۶ (انجیر) میں مولانا عبدالماجد دریابادی اور مفسر عبداللہ یوسف علی کے حوالے سے لکھا ہے کہ سورۂ تین میں 'والتین' کا مطلب وہ درخت ہو سکتا ہے جس کے نیچے مہاتما بدھ نے نروان حاصل کیا تھا (ص ۵۸) تبصرہ نگار کے نزدیک یہ قول ایک 'لطیفہ' تو ہو سکتا ہے، لیکن اسے درجۂ استناد حاصل نہیں۔ خود عبداللہ یوسف علی کو اسے صحیح تسلیم کرنے میں تامل ہے۔ تبصرہ نگار کے نزدیک اس کی جو تفسیر مولانا امین احسن اصلاحی نے مولانا فراہی کے حوالے سے نقل کی ہے وہ بڑی حد تک اطمینان بخش ہے۔

✪✪✪

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۲) ہندو علماء و مفکرین کی قرآنی خدمات

مصنف: وزیر حسن، مترجم: اورنگ زیب اعظمی

ناشر: اسلامک بک سینٹر، دریا گنج، نئی دہلی۔۲

سنۂ اشاعت: ۲۰۰۴، صفحات: ۵۶، قیمت: ۳۵ روپے

زیرِ نظر کتاب جناب وزیر حسن کی انگریزی تصنیف Quranic studies by Non-Muslims کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں غیر مسلم اہلِ علم کے ذریعہ کیے جانے والے بارہ تراجمِ قرآن اور قرآنیات سے متعلق نو مستقل تصانیف کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ تراجم ہندی، سنسکرت، تیلگو، ملیالم اور بنگالی زبانوں میں کیے گئے ہیں۔ تصانیف میں سے بعض ہندی، مراٹھا اور اردو میں اور بیش تر انگریزی زبان میں ہیں۔ تعارف میں مذکورہ تراجم اور تصانیف کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

کتاب کا ترجمہ عموماً رواں اور شستہ ہے۔ کہیں کہیں ترجمانی بہتر نہیں ہو سکی ہے۔ 'قوانینِ جنوز' (ص۴۴) کے بجائے 'قوانینِ جنگ' کا استعمال بہتر تھا۔ ایک جگہ ان الفاظ میں ترجمہ کیا گیا ہے: ''قرآن نے پرزور طور پر مبالغہ و بخل دونوں سے روکا ہے'' (ص۵۰) مبالغہ کے بجائے فضول خرچی یا اسراف کا لفظ استعمال کرنا چاہیے تھا۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تفسیر کو تفسیر ماجدی کے بجائے تفسیر مجیدی (ص۱۰) لکھا گیا ہے۔ مقدمۂ مترجم سے یہ واضح نہیں ہے کہ یہ انگریزی تصنیف کا مکمل ترجمہ ہے یا اس کے کسی ایک حصے کا۔ شبہ اس لیے پیدا ہوا کہ کتاب کی پشت پر ڈاکٹر نازش احتشام کے قلم سے جو تعارف ہے اس میں اسے انگریزی کتاب کے ایک حصے کا ترجمہ قرار دیا گیا ہے۔

بہر حال اس مفید کتاب کے ترجمہ پر مترجم قابلِ مبارک باد ہیں۔ امید ہے کہ علمی حلقوں میں اس کی پذیرائی ہوگی۔

○○○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

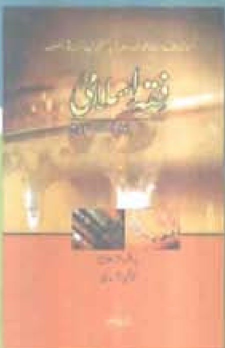

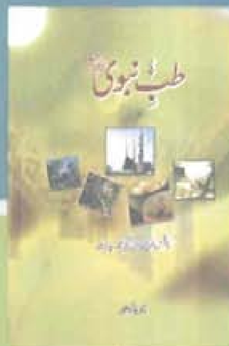

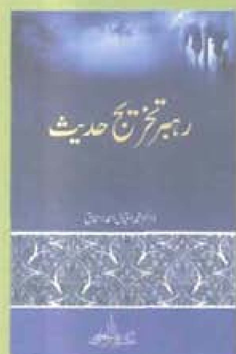

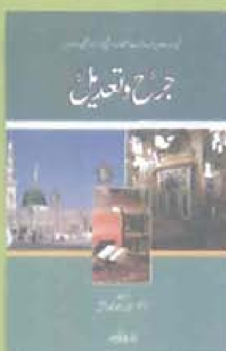

مکتبہ قاسم العلوم

رحمان مارکیٹ ۞ غزنی سٹریٹ ۞ اردو بازار ۞ لاہور ۞ پاکستان

Ph: 042-37231119 , 0321-4021415